

(مجلہ حقوق سنی پبلشر محفوظ ہیں)

”انَامِ الْمَجْرُمِينَ مُنْتَقِمُونَ“

امیر مختار

انتقام شہدائے کربلا کے سلسلہ میں جناب مختار کے پُرہوش ایمانی واقعات

(اور)

قاتلانِ حسینؑ کے وجودِ نجس سے زمینِ خدا کو پاک کرنے کے دُوحِ پرور حالات

www.sirat-e-mustaqeem.net

مومنین کے قلوبِ فارح کے لئے سرور و شادمانی کا پیغام ہیں

جس میں جناب مختار و ابراہیم بن مالک اشتر پر الزامات و اعتراضات کی بدلائل عقلیہ و نقلیہ بطریق احسن تردید کی گئی ہے جو قلوبِ مومنین کو نورِ ایمان سے ضیا بار کرنے کی ضامن ہے

اس

سید بشارت حسین کامل مرزا پوری

شائع کردہ

امامیہ کتب خانہ — مغفل حویلی

اندرونِ مچی دروازہ - حلقہ ۲۴ - لاہور

فہرست مضامین - امیر مختار

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	حضرت مختار کی ولادت، نام اور لقب	۶
۲	خاندانی حالات	۶
۳	جناب مختار اور مودت اہلبیت	۷
۴	مختار کے کارناموں کی ابتدا	۲۲
۵	عمیر بن عامر معلم کوفہ کے ذریعہ مختار کی رہائی	۲۲
۶	انتقام خون شہدا کی کوششیں	۳۳
۷	مختار کی دوبارہ گرفتاری اور رہائی	۳۶
۸	امیر مختار کا خروج	۳۷
۹	عبد اللہ بن مطیع کی احسان فراموشی اور مختار پر حملہ	۴۸
۱۰	شکر شام سے مختار کی جنگ	۵۶
۱۱	مختار اور ابیہیم کی سیاست	۶۶
۱۲	امیر مختار کے لشکر کی حصین بن نمیر و ربیعہ بن خزارق سے جنگ	۶۹
۱۳	جناب ابیہیم کی بن زیاد سے جنگ کے لئے روانگی اور اہل کوفہ کی مختار سے بغاوت اور ابیہیم کی ہلاکت	۷۷
۱۴	کوفہ میں قاتلانہ جینے کا قتل عام	۸۹
۱۵	قتل ابن زیاد کی مہم	۱۳۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶	موصل میں حضرت ابراہیم کی گورنری	۱۵۶
۱۷	ایام غم کا اختتام	۱۵۷
۱۸	عبد اللہ بن زبیر کا جناب محمد بن حنفیہ کو محصور کرنا اور مختار کی مدد سے رہائی۔	۱۵۹
۱۹	عبد اللہ بن زبیر کی ہمدکنی اور حضرت محمد حنفیہ کی مکہ سے ہجرت۔	۱۶۰
۲۰	عراق پر ابن زبیر کی پڑھائی اور حضرت مختار سے معرکہ	۱۷۹
۲۱	جناب مختار کا میدان جنگ میں ورود	۱۸۵
۲۲	حضرت مختار کی شہادت	۱۸۸
۲۳	حضرت مختار کے ساتھیوں کا حشر	۱۹۲
۲۴	جناب مختار کی بیوی کا قتل	۱۹۳
۲۵	حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کا انجام	۱۹۴
۲۶	جناب ابراہیم کے انجام پر ایک نظر	۱۹۷

مفاتیح الجنان اردو

مترجمہ: جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ۔
یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے۔ اور لاکھوں زائرین اس سے زیارات بجا لا چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اسے اردو میں ترجمہ کر کے مذہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔

نوٹ: کتاب ”مفاتیح الجنان“ خریدتے وقت امامیہ کتب خانہ لاہور کی مطبوعہ خریدیں، کیونکہ یہ ایڈیشن بالکل صحیح ہے۔

آفسٹ چھپائی۔ عمدہ کاغذ سائز ۷ x ۱۰۔ حجم ۶۴۰ صفحات، ہدیہ مناسب۔
ملنے کا پتہ: امامیہ کتب خانہ۔ منگل جویلی۔ اندرون موچی دروازہ۔ لاہور۔

حرف اول

میں نہ مورخ ہوں نہ سیرت نگار نہ سیرت نگاری کی صلاحیت کا حامل۔ میرے کرمفرما جناب شیخ راحت علی صاحب مالک امامیہ کتب خانہ منغل حویلی لاہور نے مجھ سے فرمائش کی کہ جناب مختار علیہ الرحمہ کے حالات میں جو کتابیں اردو زبان میں ہیں ان میں بہت سے غیر متعلق واقعات درج ہیں جن سے طبیعتوں کو الجھن ہوتی ہے۔ لہذا میں انہی کتابوں کی مدد سے صرف انہی واقعات کو اکٹھا کر دوں جن کا تعلق جناب مختار کے مقصد انتقام شہداء کربلا سے ہو زائد از ضرورت طوالت نہ ہو نہ اتنا اختصار کہ واقعات تشہد تکمیل رہ جائیں:

اپنی بے بضاعتی کے باوجود شیخ صاحب موصوف کی فرمائش کی تکمیل لازمی سمجھ کر میں نے یہ اہم خدمت انجام دینے کی جرأت کی۔ اور اس میں صرف جناب مختار کے کارنامے درج کئے ہیں یعنی جن واقعات کا تعلق ان کے مقصد انتقام شہداء کربلا سے ہے اور بس۔

البتہ جناب مختار و جناب ابراہیم کے متعلق الزامات کی تحقیق پھر ان کی تردید میں غور و فکر سے کام لے کر صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ ممکن ہے نتیجہ قابل اطمینان ہو۔

اس کتاب کی تدوین میں جلاء العیون ملائے مجلسی مطبوعہ تہران۔ نورالمشرقیین من حیات الصادقین آغا محمد سلطان مرزا۔ اور جلاء العینین فی سیرت علی بن الحسین مولانا منہر حسن صاحب سہانہ نیپوری مطبوعہ مطبع اثنا عشری دہلی سے مدد لی گئی ہے۔

خدا کرے میری یہ ناچیز تالیف مؤمنین کے سرور قلب کا باعث ہو۔ آمین۔

سید بشارت حسین کاکل مرزا پوری

۱۶ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ روز شنبہ

سادات کالونی ڈرگ روڈ کراچی ۲۵

مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۸ء بوقت سپہر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت مختار کی ولادت - نام اور لقب

مشہور ہے کہ جناب مختار سلمہ میں پیدا ہوئے اور ۶۷ھ میں حسنینت کی راہ میں قربان ہو گئے یعنی ۶۷ سال زندہ رہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق تھی اور لقب کیساں تھا۔ اور یہ لقب جناب امیر علیہ السلام نے عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ اصبع بن بناتہ (امیر المومنین کے صحابی) کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ جناب مختار کو ان کے بچپن میں جناب امیر اپنے زانو پر بٹھائے ہوئے نہایت شفقت سے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے ہیں یا کیس یا کیس اے عقل والے اے عقل والے۔ (جلاء العیون مطبوعہ تہران ص ۵۳۹)

خاندانی حالات

حضرت مختار بنی ہوازن کے قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے۔ ثقیف ایک سربر آوردہ شخص تھے جن کی طرف قبیلہ ثقیف منسوب ہے۔ آپ کے دادا مسعود ثقفی تھے ان کے والد عمر یا عمیر، ان کے والد غنترہ تھے۔ . . . (بحوالہ ناسخ التواریخ) آپ کے والد ابو عبیدہ ثقفی بڑے جرتی اور شجاع تھے۔ خلیفہ دوم نے ان کو عراق کی مہم پر سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ انہوں نے وہاں اپنی خُدا داد صلاحیت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ایک ہاتھی کے پیر سے گچل کر راہی دار بقا ہوئے۔

مختار کے چچا سعد بن مسعود ثقفی بھی بڑے محبِ اہلبیت تھے ان کو بھی خلیفہ دوم نے

فتح مدائن کے بعد وہاں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ خلیفہ سوم کے زمانہ میں بھی اور عہد امیر المومنینؑ میں بھی بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہے۔ جب معاویہ کو تسلط حاصل ہوا تو اُس نے ان کو موصل کا گورنر بنا دیا۔ (بحوالہ روضۃ الصفا و مجالس المومنین) مگر بظاہر اہلبیتؑ رسالت سے بے تعلق رہے ہوں گے ورنہ معاویہ کبھی اُن کو کسی عہدہ پر مامور نہ کرتے بلکہ آلِ رسولؐ کی دوستی و محبت کے جُرم میں تلوار یا نہر سے اُن کی زندگی کا چراغ گل کر دیتے :-

جناب مختار اور مودّتِ اہلبیت

جناب مختار کے بارے میں متضاد روایتیں اور خبریں پائی جاتی ہیں۔ بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محبِ اہلبیت نہ تھے۔ بلکہ قصاصِ خونِ شہداء کا بہانہ کر کے حکومت و اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے حسب ذیل روایتوں سے اُن کی منقصت ظاہر ہوتی ہے۔

(۱) امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر روایت ہے کہ مختار نے ایک خط امام زین العابدینؑ کی خدمت میں لکھا اور چند ہدیوں کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں عراق سے روانہ کیا۔ اُن کے قاصدوں نے درِ اقدس پر حاضر ہو کر اذنِ حضورِی طلب کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا میں دروغ گوئیوں کا ہدیہ قبول نہیں کرتا اور اُن کا خط نہیں پڑھتا۔ وہاں سے مایوس ہو کر قاصدوں نے خط کا عنوان مٹا دیا اور اُس کی جگہ لکھ دیا کہ یہ خط محمد (حنفیہ) ابن علی کی طرف ہے۔ اور وہ خط اور ہدیے جناب محمد بن حنفیہ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے وہ ہدیے قبول کئے اور خط کا جواب بھی لکھا۔ (جلد ۱۱۰ بیون مطبوعہ تہران ص ۵۴)

(۲) عمر بن علیؑ بن حسینؑ سے روایت ہے کہ پہلے مختار نے میرے والد علی بن الحسینؑ (امام زین العابدینؑ) کے لئے بیس ہزار درہم بھیجا۔ حضرتؑ نے ان کو قبول فرمایا اور عقیل بن ابی طالب اور دوسرے بنی ہاشم کے مکانات جن کو بنی اُمیہ نے مہندم کر دیئے تھے انہی درہموں سے

تعمیر کرائے۔ پھر جب مختار نے مذہب باطل اختیار کیا اور چالیس ہزار دینار میرے والد کے لئے بھیجے تو آپ نے ان کو واپس کر دیا اور قبول نہ فرمایا۔ (جلد العیون صفحہ ۵۴)

(۳) ابن ادریس نے بسند موثق حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ روز قیامت جناب رسالتؐ، جناب امیرؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ صراط سے گذریں گے اور کوئی شخص جہنم میں سے تین مرتبہ استغاثہ کرے گا کہ یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچئے حضرت کوئی جواب نہ دیں گے۔ پھر تین مرتبہ چلائے گا کہ یا امیر المومنین میری مدد کیجئے حضرت علیؑ بھی اُس کی طرف متوجہ نہ ہوں گے پھر اسی طرح تین بار امام حسنؑ سے فریاد کرے گا آپ بھی کوئی جواب نہ دیں گے پھر تین بار امام حسینؑ سے استغاثہ کرے گا کہ میری مدد کیجئے میں نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا ہے یہ سن کر جناب رسالتؐ امام حسینؑ سے فرمائیں گے کہ اُس نے تم پر حجت قائم کر دی تم اُسکی فریاد کو پہنچو۔ تو امام حسینؑ اُس عقاب کے مانند جو بھپٹ کر کسی جانور کو اچک لیتا ہے اُس کو جہنم سے نکال لیں گے۔ رادی نے پوچھا میں آپ پر قذہ ہوں وہ کون شخص ہوگا۔ حضرت نے فرمایا وہ مختار ہوگا۔ رادی نے پوچھا باوجود اُن نیک کاموں کے جو اُس نے کئے اُس پر کیوں جہنم میں عذاب ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اگر اُس کے دل کو چاک کر کے دیکھا جائے تو اُس میں کچھ محبت اس امت کے دونوں ظالموں کی ظاہر ہوگی۔ اُس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اُن دونوں کی محبت جبریلؑ و میکائیلؑ کے دلوں میں بھی ہوتی تو یقیناً خداوند عالم ان کو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیتا۔ (جلد العیون صفحہ ۵۴)

(۴) علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ روایت بھی درج فرمائی ہے :-

بعض کتابوں میں یہ روایت بھی ہے کہ مختار نے امام زین العابدینؑ کے لئے ایک لکھ درم بھیجا وہ حضرت قبول نہیں کرنا چاہتے تھے مگر آپ کو مختار سے خوف ہوا کہ وہ حضرت کو نقصان پہنچا دے گا اس لئے آپ نے اُس مال کو رکھ لیا۔ جب مختار قتل ہو گئے تو حضرت نے حقیقت حال عبدالملک کو لکھ بھیجا کہ یہ مال تمہارا ہے تم کو گوارا ہوا اور وہ خود مختار پر لعنت کر کے فرماتے تھے کہ وہ

خدا اور ہم اہلبیت پر چھوٹ باندھتا تھا اور دعوائے کرتا تھا کہ اُس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(علاء الصیون ص ۵۴)

مُختار علیہ الرحمہ کے بارے میں معصومین کے ان ارشادات کے ساتھ ان کے زمانہ کے حاکمان جور اور ائمہ معصومین علیہم السلام اور اُن کے دوستوں کے ساتھ اُن کے ظالمانہ برتاؤ کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اگرچہ کسی حاکم وقت کو کسی امام سے بیعت طلب کرنے کی جرات تو نہیں ہوئی مگر اُن کا وجود اُن کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا اور اُن کو کمزور اور بے دست و پا رکھنے کی کوشش میں حکومت اپنا سارا زور صرف کرتی رہی۔ حاکمان جور اُن کی زندگی اپنی حکومت و اقتدار کے لئے خطرناک ہی سمجھتے رہے۔ کیونکہ اصلی و ارثان حکومت وہی ذوات مقدسہ تھے حالانکہ اُن حضرات کو عبادت الہی، خدمت خلق اور خاموشی کے ساتھ تبلیغ دین کے سوا دنیا سے کوئی غرض نہ تھی۔ نہ حکومت حاصل کرنے کی انہوں نے کبھی کنایت و اشارۃ خواہش ظاہر کی۔ لیکن حاکمان وقت ہمیشہ اُن سے بدظن رہتے اور ہر اُن کے ہر لمحہ اُن کے وجود کو مٹانے کے درپے رہتے اور اُن کو آزار و تکلیف پہنچانا ہی اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے رہے۔ ان کو قید و بند کی ایذاؤں میں مبتلا رکھتے اور آخر نہایت راز داری کے ساتھ ایک نہ ایک دن اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے تھے تاکہ دنیا والے اُن کے قتل کے الزام سے اُن کو بری سمجھیں۔ اُن کی محبت و دوستی کے جرم میں اُن کے محبت و پیرو بھی حکومت کے باغی سمجھے جاتے اور قتل کر دیئے جاتے تھے جس پر محبت اہلبیت ہونے کا شبہ بھی ہو جاتا تھا اُس کی زندگی کا زہریا تو اس سے خاتمہ کر دیا جاتا تھا۔

ائمہ اطہار اور اُن کے دوستوں کی ہر حرکت و سکون پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور اُن کی مجلسوں میں حکومت کے جاسوس اپنے تئیں محبت و عقیدت کیش ظاہر کر کے موجود رہتے اور اُن کے حالات سے حاکم وقت کو آگاہ کرتے رہتے۔ اس لئے ائمہ طاہرین بھی بہت احتیاط فرماتے تھے اور کبھی کبھی اہل خلاف کی موجودگی میں اپنے دوستوں کی برائیاں بھی بیان کر دیا

کرتے تھے تاکہ حکومت کے لوگ اُن کو ائمہ معصومین کے خلاف سمجھ کر اُن سے دشمنی نہ کریں اور اُن کو ایذا میں نہ پہنچائیں۔

چنانچہ زرارہ بن اعین کی جو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے خاص مصاحبین اور کامل عقیدت مندوں میں سے تھے ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بُرائیاں لوگوں کے سامنے بیان کیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ آپ کے دوست نہیں ہیں۔ یہ خبر زرارہ کو پہنچی تو انہوں نے اپنے بیٹے کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر دریافت کیا کہ مجھے ایسی خبر ملی ہے کہ آپ مجھے بُرائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تم ہمارے بہترین دوستوں میں ہو۔ ہماری روایات کے حامل ہو قسم خدا کی میں تم سے راضی ہوں۔ میں نے لوگوں کے سامنے تمہاری بُرائی اس وجہ سے کی ہے کہ یہ لوگ ہمارے اور تمہارے دشمن ہیں اور ہمارے مقربین اور دوستوں کی ایذا رسانی پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہماری محبت کی وجہ سے ہمارے دوستوں کو طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں اور آخر اُن کے قتل و تباہی کے باعث ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں جن کی ہم مذمت کرتے ہیں اور یہ اُن کی مدح و ثنا کرتے ہیں۔ اسے زرارہ تم ہم سے محبت کرنے میں مشہور ہو گئے ہو اور یہ لوگ تم سے عداوت کرنے لگے ہیں۔ اب جو ہماری زبان سے تمہاری بُرائی اور منقصت سُنیں گے تو ان کی حالت بدل جائے گی اور یہ تم سے دوستی کرنے لگیں گے۔

(نور المشرقین من حیاة الصادقین مؤلفہ و مصنفہ جناب آغا محمد سلطان مرزا دہلوی مطبوعہ عباسی پریس کراچی ص ۱۷۲ بحوالہ رجال شیخ)
علاوہ ازیں ائمہ اطہار علیہم السلام کو اپنی زندگی کی بھی حفاظت دین کے لئے بہت عزیز تھے جس پر یہ حضرات مناجاتِ خدا مامور تھے۔ لہذا یہ اپنے طرزِ عمل سے حکومت کو کبھی ایسا موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ حکومت کو ظاہر بظاہر ان کے قتل کا بہانہ ملے۔ یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار کو کھل کر خروج کی اجازت نہیں دی اور نہ خروج سے منع ہی کیا۔ آپ کا منع نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اُن کے خروج سے راضی

تھے۔ چنانچہ آپ نے حرمہ ملعون کے قتل کے لئے جو بددعا فرمائی ہے اور عمر سعد و پسر زیاد کے سر جب آپ کی خدمت میں مختار نے بھیجے ہیں تو آپ کا سجدہ شکر کرنا اور مختار کے حق میں دعا گئے بغیر کرنا ہمارے اس دعوے کی تائید کے لئے کافی ہے۔

مختار کی قرح میں ائمہ معصومین سے جو روایتیں مروی ہیں وہ انہی مصلحتوں پر مبنی معلوم ہوتی ہیں جو ظالم و جابر حکومت کے ظلم و جور سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لئے ضروری تھیں۔ مختار کے حالات بنظر غائر دیکھنے کے بعد عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ان کی نیت میں فتور تھا اور وہ قصاص مظلوم کربلا کے بہانے سے خود حکومت و اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا پختہ ایمان اور اُن کا جناب امیر علیہ السلام کو امام برحق ماننے کا اعتقاد ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے جس کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب جلاء العیون میں درج فرمایا ہے اور وہ یہ ہے :-

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح بعض اسرائیل نے خدا کی اطاعت کی اور خدا نے اُن کو معزز و گرامی کیا اور بعض نے نافرمانی کی تو ان کو معذب کیا اسی طرح تمہارا حال ہوگا۔ حضرت کے اصحاب نے عرض کی یا امیر المومنین ہمارے نافرمان لوگ کس جماعت سے ہوں گے۔ حضرت نے فرمایا وہ لوگ وہ ہیں جن کو ہماری تعظیم اور ہمارے حق کی رعایت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ ہماری مخالفت اور ہمارے حق سے انکار کریں گے اور رسول کے فرزندوں کو قتل کریں گے جن کی محبت اور تعظیم پر وہ مامور ہوئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی یا امیر المومنین کیا یہ امور اسی طرح واقع ہوں گے۔ فرمایا یقیناً واقع ہوں گے اور ان دونوں فرزندوں حسن و حسین کو ظالم شہید کریں گے اور خلاق عالم اُن پر ان لوگوں کی تلوار کا عذاب وارد کرے گا جن کو اُن پر مسلط کرے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر عذاب مسلط کیا تھا۔ پوچھا یا امیر المومنین وہ کون ہے جو ان پر مسلط ہوگا۔ حضرت نے فرمایا وہ بنی ثقیف میں سے ایک شخص ہوگا جس کا نام مختار ہوگا۔

جناب امام زین العابدینؑ کا بیان ہے کہ جب یہ خبر حجاج کو پہنچی اور لوگوں نے اُس سے کہا کہ علی بن الحسینؑ اپنے دادا امیر المومنینؑ سے یہ روایت کرتے ہیں تو حجاج نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ جناب رسول خداؐ نے ایسا فرمایا ہوگا یا علی بن ابی طالبؑ نے ایسی پیشین گوئی کی ہوگی۔ علی بن الحسینؑ (معاذ اللہ) ایک نادان شخص ہے اور لغو باتیں کیا کرتا ہے۔ اور اپنے پیروی کرنے والوں کو فریب دیتا ہے۔ مختار کو میرے سامنے لاؤ تاکہ میں اُس کا جھوٹ ثابت کر دوں۔ لوگ مختار کو پکڑ لائے حجاج نے نطع (وہ چڑا جس پر بیٹھا کر مجرموں کی گردنیں ماری جاتی تھیں) طلب کیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تلوار لاکر اُس کی گردن اڑا دو۔ غلام تلوار لینے گئے بہت دیر ہو گئی اور نہ لائے تو حجاج نے پوچھا تلوار کیوں نہیں لاتے کہا تلواریں خزانے میں ہیں اور اُس کی کنجی گم ہو گئی ہے۔ یہ سن کر مختار نے کہا اے حجاج تو مجھے قتل نہیں کر سکتا کیونکہ رسول خداؐ نے ہرگز جھوٹ نہیں فرمایا ہے۔ اگر تو مجھ کو قتل بھی کر دے گا تو خدا مجھ کو پھر زندہ کرے گا اور میں تم لوگوں کے تین لاکھ تراسی ہزار اشخاص کو قتل کروں گا۔ یہ سنتے ہی حجاج غضب ناک ہوا اور اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ اپنی شمشیر جلا دو دیدے۔ اُس نے جلا دو کو تلوار دیدی اور وہ تیزی سے مختار کی طرف بڑھا اور ٹھوکر کھا کر گرا۔ تلوار اُس کے شکم میں دراڑی اُس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ حجاج نے دوسرے جلا دو کو طلب کیا۔ جب وہ مختار کو قتل کرنے بڑھا تو ایک بچھو نے اُس کو ڈھک مارا وہ بھی جہنم واصل ہوا۔ مختار نے کہا اے حجاج تو مجھ کو قتل نہیں کر سکتا نزار بن سعد بن عدنان کا واقعہ یاد کر جو اُس نے شاپور ذوالاکتاف سے کہا تھا جبکہ وہ عربوں کو قتل کر رہا تھا اور اُن کو دُنیا سے مٹا رہا تھا۔ حجاج نے کہا بیان کر وہ کیا واقعہ ہے مختار نے کہا جبکہ وہ عربوں کا قتل عام کر رہا تھا نزار نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ مجھ کو ایک زنبیل میں رکھ کر شاپور کے راستے میں ڈال دو۔ لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ شاپور جب اُس کے قریب پہنچا تو اس کو دیکھ کر پوچھا تو کون ہے اُس نے کہا میں ایک مرد عرب ہوں اور تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں شاپور نے کہا۔ پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے اُس نے کہا تو کس

سبب سے تمام عربوں کو مارے ڈالتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی ہے۔ شاپور نے کہا کہ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ عرب میں ایک شخص محمدؐ پیدا ہوگا وہ پیغمبری کا دعوے کرے گا۔ اور بادشاہانِ عجم کی سلطنت اس کے ہاتھوں میں زائل ہوگی میں عربوں کو اسی لئے قتل کرتا ہوں کہ وہ پیغمبر پیدا نہ ہونے پائے۔ نزار نے کہا اگر تو نے جھوٹوں کی کتابوں میں دیکھا ہے تو مناسب نہیں کہ جھوٹوں کے لکھنے سے اتنے بے گناہ لوگوں کو تو ہلاک کرے اور اگر تو نے سچوں کی کتابوں میں دیکھا ہے تو خدا اُس شخص کی حفاظت کرے گا جس کی نسل سے وہ پیدا ہوگا اور تو خدا کے حکم کو برطرف نہیں کر سکتا اور اُس کی تقدیر کو زائل نہیں کر سکتا۔ اگر عرب میں ایک شخص بھی باقی رہ گیا تو وہ پیغمبر اُسی سے پیدا ہوگا۔ شاپور نے کہا اے نزار تو نے سچ کہا یعنی اے لاغر و نحیف اسی سبب سے اس کو نزار کہتے ہیں۔ غرض شاپور نے اُس کی نصیحت پسند کی اور عربوں کے قتل سے باز آیا۔

یہ واقعہ بیان کر کے مختار نے کہا کہ اے حجاج خداوندِ عالم نے مقدر فرمایا ہے کہ میں تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار اشخاص کو قتل کروں گا۔ اسی لئے یا تو خدا تجھ کو میرے قتل پر قادر نہ کرے گا اور اگر بالفرض محال تو تجھے قتل کر دے گا تو خدا مجھے زندہ کرے گا تاکہ جو مقدر کر چکا ہے میں اُسے عمل میں لاؤں۔ یاد رکھ جناب رسولِ خدا کا ارشاد حق ہے اُس میں مُطلق شک و شبہ نہیں۔ یہ سب سن کر پھر بھی حجاج نے حکم دیا کہ مختار کی گردن اُڑا دی جائے۔ مختار نے کہا جلاّد تو میرے قتل پر قادر نہیں ہو سکتا اگر تجھ سے ممکن ہو تو خود تجربہ کر خدا تجھ پر ایک سانپ کو مسلط فرمائے گا جس طرح جلاّد پر پتھو کو مسلط کیا تھا۔

مختصر یہ کہ جلاّد نے چاہا کہ مختار کو قتل کرے کہ اُسی وقت عبد الملک مردانی کا ایک خاص آدمی اُس کا ایک خط لئے ہوئے داخل ہوا اور جلاّد کو جلاّد سے کہا ٹھہر جا۔ پھر وہ خط حجاج کو دیا جس میں عبد الملک نے لکھا تھا کہ ”اے حجاج بن یوسف! کبوتر ابھی میرے پاس ایک خط لایا جس میں تحریر ہے کہ تو نے مختار بن ابوعبیدہ کو گرفتار کیا ہے اور اُس کو قتل کرنا چاہتا ہے اس لئے

کہ تجھ کو خبر ملی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ مختار بنی امیہ کے ہوا خواہوں کو قتل کرے گا۔ جب تجھے یہ خط ملے اُس کو رہا کر دے اور اُس کے درپے نہ ہو کیونکہ وہ میرے لڑکے ولید کی دایہ کے شوہر کا بیٹا ہے اور ولید نے مجھ سے سفارش کی ہے۔ اور جو کچھ تجھ کو رسول خدا کی طرف سے خبر ملی ہے اگر وہ غلط ہے تو کیا سبب ہے کہ ایک بے بنیاد خبر پر یقین کر کے تو ایک مسلمان کو قتل کرے اور اگر سچ ہے تو آنحضرت کے قول کو تو ٹھٹھا نہیں سکتا۔ یہ خط پڑھ کر حجاج نے مختار کو رہا کر دیا۔

مختار پھر بھی جس سے ملتے یہ کہنے سے باز نہ آتے تھے کہ میں خروج کروں گا اور اتنے بنی امیہ کو قتل کروں گا جب یہ خبر حجاج کو پہنچی تو دوبارہ اُن کو گرفتار کیا اور اُن کے قتل کا ارادہ کیا۔ مختار کہتے تھے کہ تو برگزجہ کو قتل نہیں کر سکتا۔ اسی اثنا میں ایک کبوتر عبدالملک مروان کا ایک خط لئے ہوئے آیا جس میں لکھا تھا کہ ”اے حجاج مختار کے درپے نہ ہو وہ ولید کی دایہ کے شوہر کا فرزند ہے اور وہ حدیث جو تو نے سنی ہے اگر سچ ہے تو اُس کے قتل پر تو قادر نہیں ہو سکتا جس طرح حضرت دانیال بخت النصر کے قتل سے روک دیئے گئے تھے اس لئے کہ مقرر ہو چکا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو قتل کرے گا“ حجاج نے یہ خط پڑھ کر پھر مختار کو رہا کر دیا۔

غرض مختار لوگوں سے اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حجاج کو معلوم ہوا تو اُس نے پھر اُن کی گرفتاری کو آدمی بھیجے مگر وہ پوشیدہ ہو گئے اور مدتوں چھپے رہے آخر حجاج اُن کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر اُن کو قتل کرنا چاہتا تھا کہ اُسی وقت عبدالملک کا خط اُس کو ملا کہ مختار کو مت قتل کر۔ آخر حجاج نے اُن کو قید کر دیا اور عبدالملک کو خط لکھا کہ ”کیوں ایسے شخص کے قتل سے تو مجھ کو منع کرتا ہے جو علانیہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میں تین لاکھ تراسی ہزار بنی امیہ کو قتل کروں گا“ عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ ”تو جاہل ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اگر سچ ہے تو یقیناً اُس کی تربیت کروں گا تاکہ وہ ہم پر مسلط ہو جس طرح خدا نے فرعون کو جناب موسیٰ کی تربیت پر موکل کیا تھا۔ یہاں تک کہ جناب موسیٰ اُس پر تسلط

ہوئے۔ اور اگر یہ خبر غلط ہے تو کیوں میں اُس کے بارے میں دایہ کی رعایت نہ کروں جس کا مجھ پر حق ہے۔ آخر مختار اُن بدکاروں پر مسلط ہوئے اور کیا جو کچھ کرنا چاہتے تھے۔

جناب امام زین العابدینؑ اپنے اصحاب کو خروج مختار کی خبر دیا کرتے تھے۔ بعض اصحاب نے پوچھا کہ وہ کب خروج کریں گے فرمایا تین سال بعد اور عبداللہ بن زیاد اور ثمر ذی الجوشن کے سر میرے پاس لائے جائیں گے جبکہ میں ناشتہ کر رہا ہوں گا۔ جب وہ روز موعود آیا حضرت کے اصحاب حاضر خدمت ہوئے۔ امام نے اُن کے لئے کھانا منگایا اور خوش ہو کر فرمایا کھاؤ کہ آج بنی اُمیہ کے ظالم لوگ قتل کئے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا فلاں مقام پر مختار اُن کو قتل کر رہا ہے اور بہت جلد فلاں روز اُن میں سے دوسرے میرے پاس لائے جائیں گے۔

جب وہ دن آیا۔ حضرت تعقیب سے فارغ ہوئے اور آپ کے اصحاب بھی حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت نے اُن کے واسطے کھانا منگایا۔ جب کھانا آیا تو اُسی وقت دوسرے لائے گئے جن کو دیکھ کر آپ سجدہ شکر میں جھک گئے اور فرمایا کہ ”میں حمد کرتا ہوں خدائے بزرگ و برتر کی کہ اُس نے دنیا سے مجھے نہیں اٹھایا یہاں تک کہ اس وقت میرے پدر بزرگوار کے قاتلوں کے سر مجھے دکھا دیئے۔ حضرت اُن سروں کو دیکھتے جاتے تھے اور شکر خدا کرتے جاتے تھے۔ چونکہ یہ معمول تھا کہ ناشتہ کے بعد حضرت مہمانوں کو حلوا بھی کھلاتے تھے مگر اُس روز اُن سروں کے نظارہ میں حضرت مشغول تھے اور حلوا نہیں منگایا تو کسی نے کہا یا بن رسول اللہ آج ہم لوگوں کو حلوا نہیں ملا۔ حضرت نے فرمایا اُن سروں کے نظارہ سے زیادہ شیریں کو نسا حلوا ہوگا (جلال العیون ص ۵۲)

یہ روایت تمام سابقہ روایتوں کی تردید کے لئے کافی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جناب مختار کا ایمان کس قدر محکمہ تھا اور وہ جناب امیر علیہ السلام کو امام برحق اور منصوص من اللہ جانتے تھے۔ اور جس شخص کا ایسا اعتقاد ہو اُس کے دل میں کبھی اُن کے دشمنوں کی محبت جاگزیں نہیں ہو سکتی لہذا اُن کا جہنم میں معذب ہونا اور جناب رسول خدا اور امیر المومنین اور امام حسن علیہ السلام کا اُن کی مدد کے لئے نہ پہنچنا، امام زین العابدین علیہ السلام کا

اُن کے ہدیے قبول نہ کرنا اور اُن کے متعلق مذہب باطل اختیار کرنے کی خبر بیان کرنا وغیرہ انہی مصلحتوں پر مبنی معلوم ہوتا ہے جن کے پیش نظر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے خاص مصاحب زرارہ بن اعین کی بُرائیاں بیان فرمائیں پھر اُن کے دریافت کرنے پر وہ مصلحت بیان فرما کر اُن کو مطمئن بھی کر دیا۔ اسی طرح جناب مختار کے بارے میں بھی شیعوں کی بدگمانیاں امام محمد باقرؑ نے رفع فرمادیں۔ یعنی جب شیعوں نے اُن کے بعض اعمال پر نکتہ چینی کی اور اُس کو بُرا بھلا کہا اور اس کی خبر جناب امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو آپ نے شیعوں کو اس سے روکا اور فرمایا ”مختار کو گالی مت دو کیونکہ اُس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خُون کا قصاص لیا اور ہماری بے شوہر عورتوں کی شادی کرادی اور تنگ دستی کے زمانہ میں مال سے ہماری مدد کی۔“ (جلال العیون مطبوعہ تہران ص ۲۵۷)

نیز بسند معتبر عبد اللہ بن شریک سے روایت ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے روز منیٰ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت تکیہ کئے ہوئے بیٹھے تھے اور حجام کو بلوایا تھا کہ سر کے بال بنوائیں اُسی وقت کو ذکا رہنے والا ایک بوڑھا شخص آیا اور اُس نے چاہا کہ حضرت کا دست مبارک پکڑ کر بوسہ دے حضرت مانع ہوئے اور فرمایا تو کون ہے۔ اُس نے عرض کی میں مختار کا بیٹا حکم ہوں۔ یہ سُن کر حضرت نے اس کو اپنے بہت نزدیک بٹھایا۔ اُس نے کہا لوگ میرے باپ کے بارے میں بہت سی باتیں کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے اُن کے متعلق سُنوں اور آپ جو کچھ فرمائیں اُسی کو صحیح سمجھوں۔ یہ سُن کر حضرت نے فرمایا سبحان اللہ خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار (امام زین العابدینؑ) نے مجھے خبر دی ہے کہ میری والدہ کا مہر اُسی مال سے دیا گیا جو مختار نے حضرت کے لئے جیجا بٹھا۔ اور اُس نے ہمارے مہندم مکانات تعمیر کرائے اور ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خُون کا انتقام لیا۔ خدا اُس پر رحمت نازل کرے۔ خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے بیان کیا کہ میں جناب فاطمہ بنت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھا وہ فرماتی تھیں کہ

خدا مختار پر رحمت نازل کرے اُس نے ہمارا کوئی حق کسی کے پاس نہیں چھوڑا اور ہمارے خون کا بدلہ لیا اور ہمارے قاتلوں کو قتل کیا۔ (جلال العیون مذکور صفحہ ۵۴)

بسنہ معتبر امام زین العابدینؑ کے صاحبزادے عمر سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن زیاد اور پسر سعد کے سر باٹے نجس مختار نے میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں بھیجے تو حضرت سجدے میں گر پڑے اور کہا میں خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اُس نے ہمارے دشمنوں سے ہمارے خون کا قصاص لیا اور خدا مختار کو جزائے خیر دے۔ (جلال العیون صفحہ ۵۴)

نیز بسنہ مقبر امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ بنی ہاشم کی کسی عورت نے اُس روز تک اپنے بالوں میں لکھی نہیں کی نہ خضاب کیا جب تک کہ مختار نے قاتلان امام حسینؑ کے سر اُن کے پاس نہ بھیجے۔ (جلال العیون صفحہ ۵۴)

ان ارشادات کی موجودگی میں عقل قبول نہیں کرتی کہ امام زین العابدینؑ یا امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ علیہم السلام مختار کو برا سمجھتے ہوں گے یا اُن کو بے دین فرماتے ہوں گے۔ حکومت ہمیشہ آل رسولؐ کے خلاف رہی۔ اُن کے اور اُن کے دوستوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اپنی مصلحت کے پیش نظر حکومت کے فرائض میں داخل تھا۔ کس کی مجال تھی جو حکومت کے خلاف لب کشائی کر سکتا۔ حکومت کا جو فعل تھا وہ جائز۔ جو طریقہ تھا صحیح اور مناسب۔ اگر آل رسولؐ کے خلاف پروپیگنڈا نہ کیا جاتا تو سردار جوانان جنت امام حسینؑ کو شہید کرنے کی جرات مسلمانوں کو کیونکر ہو سکتی تھی۔

حکومت کے کردار کی تائید میں مورخین و ارباب قلم مقرر تھے جن کو بڑی بڑی تنخواہیں ملتی تھیں انعام و اکرام سے مالا مال کیا جاتا تھا۔ خلاف زبان کھولنے والوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا جاتا تھا اہلبیت رسولؐ کی محبت تو الگ، اگر کوئی حکومت کے خلاف حق بات زبان سے نکالتا تو اُس کی زندگی کی خیر نہ تھی۔ مختصر یہ کہ حکومت کے نمک خوار کیسے ممکن تھا کہ اُن لوگوں کے قابل ستائش افعال و کردار کی مدح کرتے جو حکومت کے مخالف

اور اہلبیت رسول کے دوست اور موافق تھے۔ انہوں نے اُن کے کردار کو اس طرح پیش کیا جس سے اُن کا دامن عمل و اعدا نظر آئے۔ چنانچہ مختار کے متعلق روضۃ الصفا کی یہ عبارت قابلِ غور ہے جس کو مولانا مظہر حسن صاحب نے جلاء العینین میں مجالس المؤمنین سے نقل فرمائی ہے۔

”مختار کے والد ابو عبیدہ خلیفہ دوم کے زمانہ میں لشکر عراق کے سپہ سالار تھے۔ واقعہ حرہ میں ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچل کر ہلاک ہوئے۔ ملائ فتح ہوا تو جناب عمر نے اُن کے بھائی سعد بن مسعود مختار کے چچا کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ سعد اُس وقت سے جناب عمر کے بقیۂ زمانہ اور پھر حضرت عثمانؓ کے پورے زمانہ خلافت تک اپنے عہدہ پر مامور رہے۔ جناب امیرؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں ان کو ان کے عہدہ پر قائم رکھا۔ اُن حضرت کے بعد جب نواح ملائ میں امام حسنؑ کی ٹانگ پر ضربت لگی اور وہ حضرت قہر ابض میں ٹھہرے تو مختار نے جو اپنے باپ کے بعد اپنے چچا کے پاس رہنے لگے تھے اُن سے کہا کہ بہتر ہے کہ حسنؑ کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیں۔ سعد نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو میں اور فرزند رسولؐ کو دشمن کے حوالے کر دوں چوںکہ شیعہ امام حسنؑ کی ضربت کو بھی مختار کی سازش سمجھتے تھے اس لئے اُس کے قتل کے درپے ہوئے مختار اُن سے جان بچا کر کوفہ چلے گئے۔ شیعہ ہر نماز کے بعد اُن پر لعنت کیا کرتے تھے۔ (واضح ہے کہ یہ روضۃ الصفا کی عبارت کا ترجمہ ہے) جب مسلم بن عقیل امام حسینؑ کی طرف سے سبوت لینے کوفہ میں آئے تو مختار نے اُن کو اپنے گھر میں اُتارا اور اُن کی خدمت گزاری میں مصروف تھے یہاں تک کہ وہ بدنای اُن سے دھل گئی اور شیعہ عذر خواہ ہوئے کہ ہماری غلطی تھی کہ تمہارے متعلق ایسا اور ایسا لگایا گیا۔

قاضی صاحب (نور اللہ شوستریؒ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ شیخ عبد الجلیل قزوینی نے اپنی کتاب نقص الفضائح میں لکھا ہے کہ جو بات روضۃ الصفا نے مختار کے باب میں نقل کی ناقلاًن اخبار اُس کو سمجھ نہیں سکے ورنہ مختار کے حق میں ایسی بات نقل نہ کرتے جس کے حق میں جناب امیر المؤمنینؑ نے طفولیت میں دعا کی اور ثنا کہی اور نصرت کا وعدہ فرمایا اور

اُس نے تصحیح قول معصوم میں اُن کے دشمنوں سے ایک لاکھ آدمی قتل کئے اور رحمت خدا میں داخل ہوا۔ بلکہ وہ تھمہ اصل میں یوں ہے کہ جن دنوں امام حسنؑ مختار کے چچا سعد کے پاس مقیم تھے تو مختار بوجہ اپنی صفائی عقیدت و نور مودت کے آنحضرتؐ کے لئے خائف ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے چچا سعد اُن کو معاویہ کی خاطر ایذا پہنچائیں۔ پس محزون و گریاں شریک اعور شیعہ کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے چچا سعد معاویہ کی خوشنودی کے لئے امام حسنؑ کو ستائیں۔ تمہارے نزدیک اس کے روک تھام کی کیا تدبیر ہے۔ شریک عقلائے روزگار سے تجربہ کار شخص تھے بولے اے فرزند میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ تم اپنے چچا سے تنہائی میں کہو کہ ہم کو چاہیئے کہ حسنؑ کو مار ڈالیں اور اس طرح معاویہ کا تقرب حاصل کریں اگر اُس کے دل میں اُن حضرت کی طرف سے غدر ہوگا جس کو تمہارے سامنے تمہارے محبت آل علیؑ ہونے کے سبب ظاہر نہیں کرتا اُس وقت ضرور بتا دے گا۔ جب اس طرح اُس کی خیانت معلوم ہو جائے گی تو ہم اپنا انتظام کر لیں گے اور آنحضرتؐ کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔ غرض مختار نے اپنے چچا کے پاس تنہائی میں جا کر اس بات کا تذکرہ کیا چونکہ ان کے چچا محبت و دوست داران اہلبیتؑ میں سے تھے۔ انہوں نے وہی جواب دیا جو مذکور ہوا۔ مختار مطمئن ہو گئے۔ اس سے مختار کی طرف کوئی عیب و عار عائد نہیں ہوتا۔

(جلال العینین فی سیرۃ علیؑ بن الحسینؑ ص ۳۲)

روضۃ الصفا کی عبارت سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ مختار امام حسنؑ کے دشمن تھے اگر اُن کے چچا سعد مختار کے کہنے پر عمل کرتے تو امام حسنؑ کی زندگی کا خاتمہ وہیں ملائیں میں ہو جاتا۔ لیکن قاضی صاحب نے اس روایت کو درج کرنے کے بعد شیخ عبد الجلیل کی طرف سے جو تنقید تھی درج فرمادی جس سے جناب مختار کا محبت اہلبیتؑ ہونا ثابت ہو گیا اور اُن کی اصل غرض جو امام حسن علیہ السلام کی حفاظت اور سلامتی سے تھی ظاہر ہو گئی۔

بہر حال جناب مختار کے متعلق اُن کے ظاہری کردار کو دیکھتے ہوئے اُن سے سوء ظن رکھنا یقیناً گناہ ہے باطن کا علم خدا کو ہے۔ علمائے امامیہ نے ان کے متعلق موافق و مخالف روایتیں

نقل کرنے کے بعد اُن سے حُسن ظن ہی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں :-

”چونکہ مختار کے ہاتھوں سے عظیم اُمور خیر انجام پائے ہیں لہذا اُس کے نجات کی اُمید ہے اور ایسے شخص کے حالات کی چھان بین نہ کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔“

(جلالہ العیون ص ۵۴۲ مطبوعہ تہران)

حضرت شہید ثالث مجالس المؤمنین میں تحریر فرماتے ہیں جس کا صرف ترجمہ نورالمشرقیں میں حیاۃ الصادقین مصنفہ آغا محمد سلطان مرزا مطبوعہ کراچی ص ۱۱۲ سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

”علامہ علی نے مختار کو مقبولین خدا میں لکھا ہے۔ شیعوں کو اُس کے حُسن عقیدہ پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جب شیعوں نے اُس کے بعض اعمال پر نکتہ چینی کی اور اُس کو بُرا بھلا کہا اور اُس کی خبر امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو آپ نے شیعوں کو اس سے روکاؤ فرمایا کہ مختار ہمارے قاتلوں کا قتل کرنے والا ہے۔ اُس نے ہمارے شیعوں کی بیوگان کو مال دے کر شوہر دلائے اور زمانہ تنگی میں بیت المال سے جو اُس کے تصرف میں تھا ہمارے پاس مال بھجوایا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ اُس پر دُعا ئے مغفرت کرتے تھے۔“

آخر میں اتنا اور عرض کر دوں کہ اگر کسی شخص کے ابتدائی اعمال بہتر ہوں اور انجام خراب ہو تو ایسا شخص قابلِ ملاحظہ و مذمت ہوتا ہے لیکن اگر کسی شخص کے ابتدائی افعال و کردار قابلِ اعتراض ہوں اور انجام اچھا ہو تو ایسا شخص لائقِ احترام ہے لہذا اگر مختار علیہ الرحمہ کے ابتدائی اعمال قابلِ مذمت ہوں بھی تو انجام کے بہتر اور خیر ہونے میں کیا شبہ اور کلام ہو سکتا ہے ؟ لہذا اُن کے متعلق حُسن ظن رکھنا ہی زیادہ النسب و بہتر ہے۔ ہم اس بحث کو آغا سلطان مرزا کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں جو موصوف نے مجالس المؤمنین کی عبارت کا ترجمہ لکھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے دھوہذا :-

”قصہ مختصر یہ کہ مختار کی نسبت حسن ظن رکھنا چاہیئے۔ نجات دینا یا نہ دینا خدا کے ہاتھ میں ہے اس کا فیصلہ ہم اور آپ کیونکر کر سکتے ہیں۔ ہم نیت کے عالم الغیب نہیں ہیں اور اعمال نیک و بد کا موازنہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ترازو نہیں ہے۔ یہ تو میزان حشر ہی میں تولے جائیں گے۔ ہمیں کیا حق ہے کہ پہلے سے فیصلہ صادر کر دیں۔ یہ احتیاط محض اس صورت میں ہے کہ جب ایک شخص کے اعمال اچھے بھی ہوں اور مشتبہ بھی ہوں۔

اگر کسی شخص کے صریحاً اعمال اچھے ہیں جیسے حرمین یزید ریاحی۔ ہانی بن عروہ وغیرہما تو یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ وہ ناجی ہے یا کسی شخص کے اعمال صریحاً خراب ہیں مثلاً یزید بن معاویہ۔ شمر ذی الجوشن وغیرہ ہما تو یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ وہ دوزخی ہے۔ دراصل بات تو یہ ہے کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ جناب زینبؓ کی فریاد کی داد رسی، جناب زین العابدینؓ کی دعا کی کامیابی اور امام حسین علیہ السلام کے اُس عظیم الشان استغاثہ ہل من ناصر ینصرنا ہل من معیث یغیثنا کی اجابت مختار علیہ الرحمہ کے ذریعہ سے ہوئی تو میرا دل نہیں چاہتا کہ اُسے بُرا کہوں۔ عقل سلیم اس کے کاموں کے صنائع ہونے کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ جو شخص اہلبیت رسالت کے دلوں کو ٹھنڈا کرے وہ کہیں آگ میں جل سکتا ہے۔ کیا مختار علیہ الرحمہ کے حق میں جناب رسالت مآبؐ کی حدیث کہ ”علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ سُکھی لکڑی کو“ کا رگزنہ ہوگی؟ کسی کے اعتقاد کے متعلق فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ مختار جناب شیخین کو خلیفہ جائز سمجھتا تھا۔ میرے خیال میں تو اس کا کوئی قول و فعل ایسا نہیں ہے کہ جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے۔“

(نور المشرقیین من حیات الصادقین ص ۱۱۳)

مُختار کے کارناموں کی ابتدا

کوفیوں کی طلبی پر حضرت امام حسینؑ نے پہلے جناب مُسلم کو کوفہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کے حالات بخشم خود مشاہدہ کر کے امام کو مطلع کریں۔ جناب مُسلم کوفہ پہنچ کر مُختار کے گھر میں مقیم ہوئے۔ (جلد العیون ص ۴) مُختار نے جناب مُسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور امام حسینؑ کی نصرت پر آمادگی ظاہر کی۔ جب یزید کی طرف سے ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم ہو کر آیا تو جناب مُسلم مانی بن عروہ کے مکان میں منتقل ہو گئے (جلد العیون ص ۳) اُسی اثناء میں مُختار کسی ضرورت سے کوفہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جناب مُسلم کی شہادت مُختار کی عدم موجودگی میں واقع ہوئی۔ جناب مُختار کوفہ آئے تو ابن زیاد نے بحرم دوستی اہلبیت ان کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ان کے قید ہی کے زمانہ میں واقعہ کربلا اقل سے آخر تک گزرا۔ (جلد العینین ص ۸)

جس وقت سر ہائے شہداء اوداہلبیت رسولؐ دربار ابن زیاد میں لائے گئے ابن زیاد نے سر امام حسینؑ طشت طلا میں کر کے زیر تخت رکھوا دیا۔ اہل حرم رسن بستہ دربار کے ایک گوشہ میں کھڑے ہو گئے۔ ابن زیاد کے حکم سے جناب مُختار زنجیروں میں جکڑے ہوئے حاضر کئے گئے۔ ابن زیاد نے کہا ”اے مُختار تم حسینؑ کا بہت دم بھرتے تھے لو ان کا سر دیکھ لو۔ جناب مُختار کی نظر جو نہی سر امام پر پڑی بیتاب ہو گئے اور جوش غضب میں زنجیریں توڑ ڈالیں اور بھپٹ کر ابن زیاد پر حملہ کرنا چاہا لیکن لوگوں نے پکڑ لیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کی زنجیریں اور کس دی جائیں اور ان کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔ (بحوالہ روضۃ الجاہدین وغیرہ)

عمیر بن عامر معلم کوفہ کے ذریعہ سے مُختار کی رہائی

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ابن زیاد ملعون نے کوفہ اور بصرہ میں اعلان

سہ بعض کتابوں میں عمیر کے بجائے کثیر بن عامر ہے ۱۲ مولف

کر دیا کہ جو شخص علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کا خیر و نیکی کے ساتھ نام لے گا وہ قتل کر دیا جائیگا۔ کوفہ میں ایک معلم عمیر بن عامر آل محمد کے محبوبوں میں سے نہایت متقی و پرہیزگار تھے۔ کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں کے لڑکے ان سے پڑھتے تھے۔ ایک روز معلم نے پانی پی کر بے ساختہ قاتلان امام حسینؑ پر لعنت بھیجی۔ وہاں سنان بن انس کا لڑکا بھی پڑھتا تھا اُس نے کہا تو مجھے اور میرے والد کو نہیں جانتا کہ ہم لوگ کون ہیں۔ تو نے اتنی بڑی جرات کی کہ میرے سامنے قاتلان حسینؑ پر لعنت کی۔ کیا تجھ کو نہیں معلوم کہ ابن زیاد جو اس وقت کوفہ کا حاکم ہے وہ بھی قاتلان حسینؑ میں سے ہے۔ تو نے سب پر لعنت کی۔ معلم یہ سن کر بہت غور و غور ہو ا اور اُس سے نہایت نرمی سے کہا کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ لڑکا اُس وقت تو خاموش ہو گیا۔ لیکن مدرسہ سے جب واپس چلا تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر و جسم کو پتھر سے زخمی کیا اور خون میں تر ہو کر روتا پیٹتا اپنے گھر پر پہنچا اور اپنے باپ کو اپنا حال دکھایا۔ اُس کے باپ نے گھبرا کر پوچھا کہ تیرا یہ حال کس نے بنایا ہے لڑکے نے کہا معلم نے پانی پی کر تمام قاتلان حسینؑ پر لعنت کی میں نے منع کیا تو اُس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ سنان ابن انس غضبناک ہو کر بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے ابن زیاد کے پاس آیا اور جو کچھ لڑکے نے بیان کیا تھا سب اُس سے دوہرایا۔ ابن زیاد سن کر آگ بگولا ہو گیا اور دربان سے کہا معلم کو اُس کے گھر سے پکڑ کر میرے پاس حاضر کر۔ اگر کوئی مزاحمت کرے تو اُس کو قتل کر دینا اور اُس کا گھر جلا دینا۔

دربان یہ حکم پاتے ہی عمیر کے گھر پہنچا اور اُس کے گلے میں عمامہ باندھ کر کھینچتا ہوا ابن زیاد کے پاس لایا۔ اُس کو دیکھتے ہی ابن زیاد نے غلاموں کو اُسے مارنے کا حکم دیا۔ سب نے مل کر اُس غریب کو خوب پیٹا۔ جب خوب مار پڑ چکی تو عمیر نے پوچھا کہ میری خطا کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تو نے قاتلان حسینؑ پر لعنت کی اس لڑکے نے منع کیا تو اس کو مار مار کر تو نے لہو لہان کر دیا اور اب خطا پوچھتا ہے۔ عمیر نے کہا اس لڑکے نے مجھ پر بہتان باندھا ہے خدا کی قسم نہ میں نے اُس کو کچھ کہا نہ مارا۔ اگر کوئی شخص گواہی دیدے تو میری جان و مال

سب امیر کے لئے حلال ہے۔ مگر ابن زیاد نے باور نہ کیا اور حکم دیا کہ اس کو قید کر دو۔

معلم کی قید خانہ میں مختار سے ملاقات

معلم کا بیان ہے کہ مجھے ایسے قید خانہ میں لے گئے جو زمین کے اندر تھا اور اس قدر تاریک تھا کہ جس میں رات و دن کی تمیز نہیں ہو سکتی تھی۔ اُس میں اُترنے کے لئے پچاس زینے تھے وہاں مجھے مُنہ کے بھل ڈال دیا۔ وہاں قیدیوں کی آہ آہ کرنے اور کراہنے کی آواز کے سوا اور کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔ میں بھی اُسی میں پڑا رہتا تھا۔ ایک دن آخری گوشہ سے زنجیر ہلنے کی آواز سُنائی دی۔ میں کسی طرح اُس آواز کے نزدیک پہنچا اور ٹٹول کر معلوم کیا کہ کسی شخص کے پیروں میں موٹی موٹی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے ہیں اور وہ زنجیروں میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ بل نہیں سکتا۔ میں نے سلام کیا اُس نے جواب سلام دے کر مجھ سے پوچھا کہ بھائی تم کو کس خطا پر یہاں آنا پڑا۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھت محمد و آل محمد کے سوا میری کوئی خطا نہیں پھر میں نے اُس کا نام پوچھا تو کہا ”مختار بن عبیدہ ثقفی“ یہ سن کر میں اُس کے قدموں پر گر پڑا۔ مختار نے مجھے دُعائیں دیں اور میرا نام پوچھا میں نے کہا میں ”عمر بن عامر ہمدانی معلم اطفال کو فہ ہوں“ معلم کا بیان ہے کہ میں اکثر مختار کی خدمت میں حاضر رہتا اور اُن سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ ایک دن مختار نے کہا اے عمر تم عفریب قید سے رہا ہو جاؤ گے۔

(مختار آل محمد بحوالہ قرۃ العین فی اخذ ثار الحسین و روضۃ المجاہدین وغیرہ)

معلم کی رہائی

معلم کی ایک بھتیجی ”بستان“ نامی ابن زیاد کی لڑکی کی دایہ تھی اُس کو معلوم ہوا کہ میرا چچا گرفتار ہو گیا ہے تو وہ روتی پیٹتی ابن زیاد کی لڑکی کے پاس پہنچی اور کہا میرے چچا عمر بن عامر کو امیر نے کسی لڑکے کی شکایت پر قید کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ معلم ہونے کے سبب ہر ایک کا خادم ہے اور اُس کا سب پر حق ہے۔ میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری خدمت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے والد سے سفارش کر کے میرے چچا کو رہا کر دیجئے۔ لڑکی نے

اطمینان دلایا کہ گھبراؤ مت میں اُس کو رہا کر کے چین لوں گی اور اُسی وقت اپنے باپ کے پاس گئی اور کہا میری دایہ کے چچا عمیر کے خلاف کسی بچے نے افترا پردازی کی اور آپ نے اُس کو قید کر دیا۔ وہ ایک مرد کبیر السن ہے جس کے پاس کوؤہ والوں کے تمام بچے پڑھتے ہیں اہل کوؤہ پر اُس کے بڑے حقوق ہیں بابائیں چاہتی ہوں کہ آپ اُسے مجھے بخش دیجئے اور جلد رہا کر دیجئے ابن زیاد نے اس کی گفتگو سُن کر کہہ دیا کہ جائیں نے رہا کر دیا۔ لڑکی نے یہ سُن کر بلاتا خیر داروغہ مجلس کو جا کر حکم دیا کہ معلم کو رہا کر دو اُس نے زندان کے دربان کو حکم دیا وہ دروازہ کھولنے لگا۔ قفل کھلنے کی آواز سُن کر مختار نے عمیر سے کہا۔ تمہاری رہائی کے لئے دروازہ کھولا جا رہا ہے۔ معلم مختار سے بے غلیغہ ہوا اور کہا آپ کی جُدائی شاق ہے مختار نے دُعا لئے خیر دی اور کہا میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ جب تم بغیریت اپنے گھر پہنچ جانا تو تھوڑا کاغذ قلم اور دوات میرے پاس بھیجنے کی کوشش کرنا۔ معلم نے کہا بسر و چشم یہ خدمت انجام دوں گا۔

الغرض معلم رہا ہو کر سیدھا ابن زیاد کے پاس آیا۔ اُس نے اُس کو دیکھ کر کہا میں نے اپنی لڑکی کی سفارش سے تجھ کو رہا کر دیا ہے مگر آئندہ ایسا جرم نہ کرنا۔ معلم نے کہا میں اب کبھی بچوں کو تعلیم ہی نہ دوں گا۔ ابن زیاد نے کہا جاؤ میں نے تم کو رہا کیا۔ معلم وہاں سے اپنے گھر روانہ ہوا۔

مختار کی مطلوبہ چیزیں پہنچانے کی کوشش

گھر پہنچ کر معلم نے ایک ہزار درم اور پانچ سو اشرفیاں لیں اور ایک فریہ گو سفند کا گوشت مہنوا یا اور بہت سی روٹیاں پکوائیں اور داروغہ مجلس کے گھر لے گیا۔ دروازہ کھٹکھٹا اُس کی زوجہ نے کہا وہ موجود نہیں ہیں۔ معلم نے سارا سامان اُس کی بیوی کے حوالہ کیا اور کہائیں نے نذر مانی تھی کہ رہا ہو جاؤں گا تو یہ خدمت کروں گا۔ داروغہ سے کہہ دینا۔ جب داروغہ اپنی ملازمت پر سے گھر آیا تو زوجہ نے سامان دکھا کر معلم کا پیغام پہنچا دیا۔ داروغہ سمجھ گیا کہ وہ کوئی حاجت رکھتا ہے۔ معلم نے اُسی طرح دوسرے روز بھی اُتنا ہی سامان

پہنچایا۔ داروغہ دوسرے روز بھی موجود نہ تھا۔ معلم نے اُسی طرح اُس کی زوجہ کو دے کر کہلا دیا تیسرے روز داروغہ اپنی ڈیوٹی سے جلد آگیا تاکہ معلم سے ملاقات ہو سکے چنانچہ جب معلم تیسرے روز اتنا ہی سامان لے کر آیا تو داروغہ سے ملاقات ہوئی داروغہ نے پوچھا تیری جو حاجت ہو بیان کر خدا و رسول اور علی بن ابی طالب کی قسم اگر تیری حاجت برآری میں میری جان بھی کام آئے تو دریغ نہ کروں گا۔

معلم کو یہ سن کر اطمینان ہوا اور اُس نے کہائیں نے اپنی اسیری کے زمانہ میں مختار کو جس تکلیف و مصیبت میں مبتلا دیکھا اُس سے مجھ کو بہت اذیت ہوئی۔ جب میں رہا ہو کر آنے لگا تو اُس نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ کسی طرح کاغذ قلم اور دوات اُس تک پہنچا دوں پس میری یہی حاجت ہے کہ آپ یہ چیزیں اُن کے پاس پہنچا دیں۔ داروغہ زنداں نے کہا اگرچہ یہ نہایت خطرناک کام ہے تاہم میں ضرور کوشش کروں گا۔ قید خانہ پر بہت سے آدمی مقرر ہیں جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں اور ذرا ذرا سی خبر ابن زیاد تک پہنچاتے ہیں۔ ایک ترکیب سے یہ کام ممکن ہے کہ تم کھانا پکواؤ اور روٹیوں میں یہ چیزیں پھپکا دو اور میرے پاس لاؤ۔ میں پوچھوں گا کہ یہ کیوں لائے ہو تم کہنا مختار نے مجھ سے ان چیزوں کی خواہش کی تھی اور کہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ میں مَرجاؤں اور ان چیزوں کی آرزو دل ہی میں رہ جائے۔ اس میں سے نصف آپ لوگ لے لیں اور نصف مختار کو دیدیں۔ اُس وقت ممکن ہے کہ محافظین قید خانہ مجھ سے پوچھیں کہ آپ کی کیا رائے ہے تب میں کہوں گا کہ مختار بھی مثل دوسرے قیدیوں کے ہے اور زندہ درگور ہے اگر یہ کھانا اُس کو پہنچا دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ مختصر یہ کہ اس طرح یہ چیزیں مختار تک پہنچا دی جائیں گی۔ معلم یہ سن کر خوش ہو گیا اور کہا اب یقین ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

افشائے راز

دوسرے روز معلم وہ تمام چیزیں لے کر قید خانہ پہنچا۔ داروغہ نے ایک لاوارث لڑکے کو

پالا تھا جو راستہ میں پڑا ہوا ملا تھا اب وہ جوان ہو گیا تھا وہ بھی داروغہ اور معلم کی تمام گفتگو سُن رہا تھا۔ دوسرے روز صبح ہی اُس نے جا کر ابن زیاد سے یہ راز بیان کر دیا۔ ابن زیاد اُس لڑکے کو لئے ہوئے اُس وقت قید خانہ پہنچا جبکہ معلم سب سامان لئے ہوئے موجود تھا اور داروغہ سے نہایت غصّہ میں کہا کہ تو سمجھتا ہے کہ میں تیری حرکتوں سے ناواقف ہوں تو بھی نمک حرام ہو گیا۔ داروغہ نے پوچھا اے امیر مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ ابن زیاد نے کہا مجھار کے پاس قلم دوات بھینچنے کی یہ ترکیب کی گئی ہے۔ داروغہ نے کہا میں اتنی مدت سے امیر کی خدمت میں ہوں کبھی تجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی اس معلم نے منت مانی تھی کہ جب میں قید سے رہائی پاؤں گا تو قیدیوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ وہ آج اپنی منت پوری کرنا چاہتا ہے۔ اے امیر ابھی یہ سب طعام سامنے موجود ہے ان خوانوں پر سے کسی نے کپڑے بھی نہیں اٹھائے ہیں آپ دیکھ لیں۔ اگر اس میں قلم دوات اور کاغذ نکل آئے تو میرا اور معلم کا خون مباح ہے۔

ابن زیاد گھوڑے سے اُترا اور خوان پوش ہٹا کر ایک ایک روٹی اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا معلم اور داروغہ بارگاہ احدیت میں دل ہی دل میں دعا کرنے لگے کہ پالنے والے ہم نے تیری اور اہلبیت رسول کی خوشنودی کے لئے ایک برادر مومن کی رہائی کی کوشش کی ہے اور یہ خطرہ مَوَل لیا ہے تو قادرِ مطلق ہے ہم کو ابن زیاد کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھ اور اس بلا کو ہم سے دفع کر دے۔ ابن زیاد روٹیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا مگر خدا نے اُسے ایسا اندھا کر دیا کہ کسی روٹی میں اُس کو قلم دوات اور کاغذ کا نشان تک نظر نہ آیا۔ پھر تو داروغہ نے کہا اے امیر یہ لڑکا میرا نہیں ہے بلکہ اُس کو میں نے سر راہ پڑا ہوا پایا تھا اور اس کی ناز و نعم سے پرورش کی اُس کا اس نے یہ صلہ دیا۔ یہ حرامی معلوم ہوتا ہے۔ کل میں نے اُس کو کچھ تینہہ کی تھی اس سبب سے اُس نے مجھ پر یہ افترا کیا ہے۔ ابن زیاد لڑکے پر برس پڑا اور کہا او ولد الزنا تو چاہتا ہے کہ میں خونِ ناحق میں گرفتار کیا جاؤں۔ پھر تلوار نکال کر ایک فار میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ اور حکم دیا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔

معلم اور داروغہ کھانا مختار کے پاس لے گئے اور پوری روئداد بیان کی۔ مختار نے کہا خدا آپ لوگوں کو جزائے خیر دے۔ اور دو خط لکھے ایک اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے نام دوسرا اپنی بہن صفیہ کے نام جو عبداللہ بن عمر کی زوجہ تھی۔ عبداللہ بن عمر کو لکھا ”عبداللہ بن زیاد نے مجھے بے گناہ قید کر رکھا ہے اور ایسا کوئی نہیں جو یزید کے پاس میری رہائی کی سفارش کرے۔ آپ کی قدر و منزلت یزید کے نزدیک بہت کچھ ہے آپ اس کو خط لکھیں کہ وہ ابن زیاد کو میری رہائی کے بارے میں لکھے۔“ پھر معلم سے کہا کہ آپ ہی ان خطوں کو میرے بہنوئی اور بہن کو پہنچا سکتے ہیں۔ اس کا اجر آپ کو خدا سے ملے گا۔ معلم نے کہا آپ مطمئن رہیں میں انشاء اللہ ضرور یہ خدمت انجام دوں گا۔ یہ کہہ کر معلم اور داروغہ قید خانہ سے واپس آئے۔

مختار کا خط عبداللہ بن عمر کے پاس

معلم نے گھر آکر سفر کی تیاری کی۔ اور حاجیوں کے لباس سے بلوس ہو کر ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا میں نے نذر کی تھی جب قید سے رہائی پاؤں گا تو بیت اللہ کی زیارت کر دوں گا۔ اب اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا اے معلم تو اس قدر خوفزدہ ہوا کہ جلد جلد منتیں بھی مان لیں۔ معلم نے کہا اے امیر جو شخص اپنے حاکم سے نہ ڈرے وہ دیوانہ ہے۔ الغرض ابن زیاد سے اجازت لے کر واپس آیا اور ناقہ پر سوار ہو کر نہایت تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا اور سیدھا عبداللہ بن عمر کے گھر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک کینز آئی اور پوچھا تم کون ہو۔ معلم نے کہا میں عراق سے مختار کا خط لے کر آیا ہوں۔ کینز نے جاکر بیان کیا۔ یہ سن کر مختار کی بہن ایسی وارفتہ ہوئی کہ قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائے۔ عبداللہ نے معلم کو اندر اپنے پاس بلا لیا۔ معلم نے بعد سلام و دونوں خط عبداللہ بن عمر کے حوالے کئے۔ عبداللہ نے صفیہ کے پاس اس کا خط بھیج دیا صفیہ نے خط پڑھ کر عبداللہ سے اجازت طلب کی کہ میں معلم سے اپنے بھائی کا حال خود دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ عبداللہ نے معلم کو صفیہ کے پاس بھیج دیا۔ معلم نے جناب علم، امہ صبیحہ اور مختار کی سرگذشت بیان کی۔ یہ حالات سن کر صفیہ نے چادر سر سے پھینک دی اور گرہ و زاری

کرنے لگی۔ اور عبداللہ سے کہا خدا و رسولؐ کی قسم جب تک میرا بھائی رہا نہ ہوگا آپ مجھے کبھی خوش نہ دیکھیں گے۔ عبداللہ نے کہا افسوس میرا خط یزید کے پاس کوئی لے جانے والا نہیں ورنہ میں مختار کی سفارش کر کے رہا کر دیتا۔ معلم نے کہا میں حاضر ہوں۔ میں اس کام کو بھی پورا کروں گا۔ عبداللہ نے اُسی وقت یزید کے نام یہ خط لکھا:-

”واضح ہوا سے یزید بن معاویہ! تو جانتا ہے کہ مختار میری زوجہ کا بھائی ہے اور تیرے عامل عبداللہ بن زیاد نے اُس کو بے گناہ قید کر رکھا ہے۔ اُس کی بہن دن رات روتی ہے۔ جس سے میری زندگی تلخ ہو گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو عبداللہ بن زیاد کو کچھ کہو مختار کی ایذا رسانی سے باز آجائے اور اُس کو رہا کر دے۔ میں احسان مند ہوں گا اگر تو نے پہلو تہی کی تو قسم ہے خدا و رسولؐ کی تمام قبائل عرب کو تیرے خلاف اُبھاروں گا اور بیشمار لشکر لے کر امام حسینؑ مظلوم کے خون کا مطالبہ کروں گا۔ لہذا خوب سوچا سمجھ لے کہ یہ امر ممکن ہے یا ناممکن؟

خط کو بند کیا اور اپنی بیوی اور بیٹیوں کے سر کے بال جو انہوں نے مختار کے غم میں مونڈوا لئے تھے، ایک سیاہ پتیلی میں رکھ کر معلم کو دیئے اور کہا جب یزید میرا یہ خط پڑھ چکے تو یہ پتیلی بھی اُس کو دیدینا اور جو کچھ تم نے اپنی آنکھوں سے یہاں کی حالت دیکھی ہے بیان کر دینا۔ پھر ایک ہزار درم زادِ راہ کے لئے حاضر کئے مگر معلم نے نہیں قبول کئے اور کہا میں یہ کام صرف خدا و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔ خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

ابن عمر کا خط یزید کے پاس

الغرض معلم خط لے کر دمشق کو روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر ایک سبزی فروش کی دکان کے قریب ٹھہرا اور ہر روز یزید کے محل کے دروازہ پر جاتا مگر اندر جانے کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ اسی طرح اٹھارہ روز گزر گئے۔ آخر سبزی فروش نے پوچھا کہ تم کو اٹھارہ روز سے دیکھتا ہوں۔

لے صاحب مختار آل محمدؑ نے سبزی فروش کے بجائے امام مسجد کے متعلق لکھا ہے کہ اُس نے غیر کمال دریافت کیا اور یزید کے محل میں داخل ہونے کا طریقہ بتایا ۱۲ مولف

مسجد میں بھی تم نماز میں شریک رہتے ہو مگر تمہارا حال کچھ ظاہر نہیں ہوا کہ تم یہاں کس غرض سے آئے ہو۔ کچھ بیان کرو تو تمہاری حاجت روانی کی کوشش کی جائے۔ معلم کو اندیشہ ہوا کہ اگر اس سے اپنی غرض بیان کر دوں تو ایسا نہ ہو کہ کام بگڑ جائے۔ شاید یہ بھی دشمنوں میں سے ثابت ہو۔ مگر سبزی فروش محبت اہلیت تھا اُس نے کہا اے عراقی قسم ہے حسینؑ شہید کربلا کی اگر تیری حاجت روانی میں میری جان بھی کام آجائے تو دروغ نہ کروں گا۔ معلم نے احتیاطاً پہلے اُس کا عقیدہ معلوم کر لینا مناسب سمجھا اس لئے صاف طور سے پوچھا کہ بھائی پہلے اپنا عقیدہ بیان کرو۔ اُس نے کہا بنی مروان، بنی امیہ اور خاص کر یزید پر لعنت کرتا ہوں۔ یہ سن کر معلم نے اپنی پوری سرگزشت بیان کی اور کہا اٹھارہ روز سے یزید کے قصر تک جاتا ہوں مگر دربان اندر نہیں جانے دیتے۔ یزید تک یہ خط پہنچانا ضروری ہے۔ مگر اب تک کوئی صورت نہیں پیدا ہوئی سبزی فروش نے کہا کل صبح لباس فاخرہ پہن کر یزید کے محل پر جاؤ اور بلا جھجک اندر داخل ہو جاؤ۔ دربانوں اور سپاہیوں سے خوف نہ کرنا۔ وہاں سیاہ عمامے باندھے ہوئے سپاہی نظر آئیں گے۔ وہاں مت رُکنا اور نہ کسی سے مخاطب ہونا۔ دوسری ڈیوڑھی میں داخل ہو جانا۔ وہاں مختلف رنگ کے فرش بچھے ہوں گے اور کرسیاں رکھی ہوں گی۔ ان پر بڑے بڑے امراؤ سردار بیٹھے ہوں گے۔ تم کسی کی طرف متوجہ نہ ہونا نہ کسی کو سلام کرنا۔ تیسری ڈیوڑھی میں چلے جانا۔ وہاں بساط شطرنجی بھی ہوگی۔ دیباٹے رومی کے پردے لٹکے ہوں گے۔ شاہانہ کرسیاں رکھی ہوں گی امرا شاہانہ وردیاں پہنے بیٹھے ہوں گے وہاں سے بھی آگے بڑھ کر چوتھی ڈیوڑھی میں چلے جانا۔ وہاں بہت سے خدام دیبا کی قبا پہنے ہوئے نظر آئیں گے جن کے سروں میں ریشمی زربفت کے ٹکڑے ہوں گے۔ ان کی طرف بھی رُخ نہ کرنا اور آگے بڑھنا۔ پھر ایک صحن ملے گا جس میں طشتیہ ملیں گے۔ انہوں نے سر امام حسین علیہ السلام طشت میں رکھ کر یزید کو پیش کیا تھا اسی لئے طشتیہ کہلاتے ہیں۔ ان کی کمرلوں میں سُہری چٹکے ہوں گے۔ سروں پر عصائے مرواریدی رکھے ہوں گے۔ ان سے بھی کچھ نہ کہنا اور پانچویں ڈیوڑھی میں داخل ہو جانا۔ وہاں دیباٹے رومی کے فرش بچھے ہوں گے جس وقت

یزید حمام میں جاتا ہے تو اُسی فرش پر سے گزرتا ہے۔ تم وہیں بیٹھ جانا۔ وہاں بہت سے خوبصورت غلام دیہائے مرغ کا لباس پہنے ہوئے زریں پٹکے کمر سے باندھے ہوئے حمام کو جلتے ہوئے ملیں گے ایک غلام اُن کے پیچھے سیاہ دیہاکی قبا پہنے ہوئے اور سیاہ خنز کا عمامہ باندھے ہوئے نظر آئیگا۔ وہ حسین مظلوم کے غم میں شب و روز گریہ و زاری کرتا ہے اور یزید جانتا ہے کہ وہ اولاد علی کا دوست و محبت ہے لیکن اُس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا وہ غلام دن کو روزہ رکھتا اور شب کو نان جویں اور سرکہ سے افطار کرتا ہے۔ کمر بند بُن کندہ بچتا اور اپنا گذارا کرتا ہے یزید کے یہاں کھانا نہیں کھاتا تم اُسی غلام کو یہ خط دیدینا۔ وہ تمہاری حاجت برآری کرے گا۔ وہی غلام یزید کو یہ خط دے کر جواب لکھوا دیگا۔ معلم نے سبزی فروش کو دُعا لے خیر دی۔ دوسرے روز صبح کو نماز سے فارغ ہو کر عمدہ لباس پہنا اور یزید کے قصر کے دروازہ پر پہنچا اور سبزی فروش کی ہدایت کے مطابق ہر دروازہ سے گزرتا ہوا آخری ڈیڑھ میں داخل ہوا ہر جگہ سب حالات سبزی فروش کے قول کے مطابق مشاہدہ کئے۔ وہاں اُس نے دو غلاموں کو دیکھا جو مشک و عنبر جلانے ہوئے لے جا رہے تھے معلم ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ پھر ایک ترکی غلام کو سیاہ لباس پہنے آتے ہوئے دیکھا۔ اُٹھ کر اُس کو سلام کیا اُس نے معلم کو دیکھتے ہی کہا۔ اے عمیر ہمدانی خدا تیرا آنا مبارک کرے اور تجھ سے رنج و غم دفع کرے اٹھارہ روز سے تیرا انتظار کر رہا ہوں تو اب تک کہاں رہا۔ معلم کو یہ سن کر حیرت ہوئی او پوچھا آپ کو میرے حال سے کس نے مطلع کیا۔ اور میرا نام کس نے بتایا۔ آپ کو حسین مظلوم کی قسم بتائیے۔ نام حسین سُنتے ہی غلام رونے لگا اور کہا۔ جس روز تو دمشق میں آیا اُسی شب امام حسینؑ نے خواب میں مجھ سے فرمایا کہ تو نے دُنیا چھوڑ کر بہشت اختیار کی ہے میرا ایک دوست عمیر بن عامر ہمدانی ایک خط یزید کے نام لے کر آ رہا ہے جس وقت وہ تیرے پاس پہنچے ہماری حرمت و محبت کی رعایت کرتے ہوئے اُس کی حاجت پوری کر دینا۔ میں اُسی روز سے تیرا منتظر ہوں۔ کل شب کو پھر میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا اُن حضرت نے مجھے آگاہ کیا کہ کل عمیر تیرے پاس پہنچے گا۔ اُس سے کہدینا کہ میرے جدِ امجد تیری شفاعت کریں گے۔ اور میرا ویرا

مشتراہی کے ساتھ ہوگا۔ معلم یہ کلام سن کر بہت رویا اور کہا خدا کا شکر و احسان ہے کہ میری خدمت قبول ہوئی۔ اسی اثناء میں یزید پلید حجرے سے باہر آیا۔ خدمت گار اُس کے آگے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ وہ ملعون سیاہ رنگ، دراز قد اور دُبلا پتلا تھا۔ وہ ترکی غلام اُس کے قریب گیا اور اُس کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا اے امیر آپ نے مجھ سے کہا ہے کہ ہر روز تیری ایک حاجت پوری کروں گا۔ میں نے اب تک کوئی حاجت نہیں پیش کی آج ایک حاجت لایا ہوں اور وہ یہ کہ اس خط کو پڑھ کر ابھی جواب لکھ دیجئے۔ اور نامہ لکھنے والے کی خواہش پوری کر دیجئے۔ یزید نے خط پڑھ کر کہا یہ عبد اللہ بن عمر کا خط ہے اُس نے اپنی بیوی کے بھائی مختار کی سفارش کی ہے۔ غلام نے کہا درُست ہے۔ یزید نے پوچھا خط کون لایا ہے اُس کو میرے سامنے پیش کرو۔ غلام نے معلم کا ہاتھ پکڑ کر یزید کے سامنے پیش کر دیا۔ یزید نے معلم سے پوچھا کہ سچ سچ بتا امام حسینؑ کا مالا جانا تجھ پر گراں گذر آیا نہیں؟ اُس نے کہا میں ایک مزدور ہوں عبد اللہ بن عمر نے مجھے دینار اجرت دے کر بھیجا ہے مجھے ان باتوں سے کیا واسطہ۔ یہ سن کر غلام درمیان میں بول اٹھا اے امیر ہمیں اس کے مذہب سے کیا واسطہ ہے وہ جانے اور اُس کا مذہب۔ آپ خط کا جواب لکھ دیجئے۔ اور میری حاجت پوری کر دیجئے۔ یزید نے غلام کی خاطر سے کاغذ و قلم منگا کر جواب لکھا:-

”یہ خط یزید بن معاویہ کی جانب سے عبد اللہ بن زیاد کی طرف ہے۔ واضح ہو کہ جس وقت میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو فوراً مختار بن ابوعبیدہ کو قید سے رہا کر دے اور جس قدر اچھا سلوک تجھ سے ممکن ہو اُس کے ساتھ کر کے اُس کو عبد اللہ بن عمر کے پاس بھیج دے کیونکہ اُس کی عزت و توقیر میرے نزدیک بہت ہے۔ اس میں ذرا بھی دیر نہ کرنا۔ والسلام“

مختار کی رہائی

یزید نے یہ خط لکھ کر غلام کو دیا اور کہا اگر ایک لاکھ درم مجھے خرچ کرنا پڑتا تو اس خط کے لکھنے سے میرے لئے زیادہ آسان تھا۔ کیونکہ مختار علی بن ابی طالب کے شیعوں میں سے ہے میں نے یہ خط تیری اور عبد اللہ بن عمر کی خاطر سے لکھا ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس قاصد کو دو ہزار دینار اور

ایک خلعت عطا کرو۔

الغرض معلم نے وہ خط لیا اور مسرت و شادمانی سے پھولانہ سمایا اور غلام کو دُعا لے کر دے کر رخصت ہوا۔ پھر سبزی فروش سے بل کر دمشق سے روانہ ہوا اور شب و روز منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا راستہ میں عبداللہ بن عمر سے ملاقات ہوئی اُن کو مختار کی رہائی کا مشرہ سُناتا ہوا کوفہ کو روانہ ہو گیا اور عرب کی رسم کے مطابق چہرہ ڈھانکے ہوئے وہاں پہنچا تاکہ کوئی اس کو پہچان نہ لے اور سیدھا ابن زیاد کے دروازہ پر آیا اور دربانوں سے کہا کہ امیر سے کہو کہ دمشق سے یزید کا نام لے کر قاصد آیا ہے۔ دربانوں نے پسر زیاد کو اطلاع دی اُس نے کہا قاصد کو حاضر کرو۔ دربان معلم کو اُس کے پاس لے گئے۔ وہاں پہنچ کر معلم نے اپنا منہ کھول دیا۔ ابن زیاد نے دیکھتے ہی کہا تُو نے وہی کیا جو ٹھکان لیا تھا۔ معلم نے کہا میں نے خوشنودی خدا کے لئے یہ کام کیا ہے۔ اور یزید کا خط اُس کے حوالے کیا۔ اُس نے خط پڑھ کر اُس کو بوسہ دیا اور اپنے سر پر رکھا اور حیرت اور افسوس سے کہا تُو نے میرے مار ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ معلم نے کہا قصہ کوتاہ کر اور مختار کو جلد قید خانہ سے رہا کر۔

مختصر یہ کہ ابن زیاد کے حکم سے مختار قید خانہ سے رہا کئے گئے اور اُن کو غسل کرا کے پاکیزہ کپڑے پہنائے پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختار اور معلم کو کھانا کھلاؤ۔ کھانا سامنے آیا تو مختار نے کھانے سے انکار کیا معلم نے پوچھا تو کہا کہ یہ ظالم امام حسینؑ کو مظلوم و غریب الوطن کر کے شہید کریں اور شاد و شرم زندگی بسر کریں اور میں اُن کے دشمنوں کا کھانا کھاؤں یہ نہیں ہو سکتا۔ غرض معلم اور مختار دونوں بغیر کھانا کھائے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ ابن زیاد نے مختار اور معلم کو خلعت دیتے مختار نے خلعت پہننے سے انکار کیا۔ باہر آکر سوار ہوئے اور معلم سے کہا تم کو اب کوفہ میں نہیں رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ظالم کسی جیلہ سے مار ڈالیں۔ جس جگہ قیام کرو میرے آنے کے منتظر رہو اور اپنی حفاظت سے غافل نہ رہو میں انشاء اللہ بہت جلد شیعین امیر المومنین کو جمع کر کے ایک لشکرِ عظیم تیار کروں گا اور دشمنانِ اہلبیت میں سے ایک ایک کو قتل کر دوں گا۔ پھر

دو تھیلیاں روپیوں کی اور ایک خلعتِ معلّم کو دے کر رخصت ہوئے۔ معلّم بنی کندہ کے قبیلہ میں جا کر مقیم ہوا۔

مختار کی بہن اور بہنوئی سے ملاقات

مختار کو فہ سے روانہ ہو کر شب و روز منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچے اور عبداللہ ابن عمر کے دروازہ پر آکر دستک دی۔ اُسی وقت اُن کے سامنے کھانا لاکر رکھا گیا تھا۔ ابن عمر نے پوچھا کون ہے؟ مختار نے اپنا نام بتایا۔ تو ان کی بہن دوڑتی ہوئی آئی اور اُن سے پست گئی اور اس درجہ خوش ہوئی کہ شادی مرگ ہو گئی۔ یہ ہوش ہو کر گری اور مر گئی۔ مختار کو بہت صدمہ ہوا اور بہت روئے۔ بالاخر اُس کو دفن کیا۔

انتقامِ خونِ شہدا کی کوششیں

قید سے رہا ہونے کے بعد مختار علیہ الرحمہ نے قسم کھائی کہ امام حسین کے خون کے عوض معاویہ و یزید کے دوستوں سے اتنے لوگوں کو قتل کروں گا کہ اُن کی تعداد خونِ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے گشتوں کے برابر ہو جائے۔ (جلال العینین فی سیرۃ علی بن الحسین ص ۳۵)

مختار کے انتقامِ شہدائے کربلا پر عازم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شعبی نے کہا کہ میں ایک روز مختار کی مجلس میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے جو مسافر معلوم ہوتا تھا اگر سلام کیا اور ایک خط سزمہ اُس کو دیا اور کہا کہ یہ خط امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے مجھے دیا تھا کہ مختار کو پہنچا دینا۔ آج اس امانت سے بسکدوش ہوتا ہوں۔ مختار نے لفافہ کھولا تو اُس میں یہ مضمون درج تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ السلام علیک۔ اما بعد اے مختار تو تیس سال باویہ ضلالت و غوایت میں سرگرداں رہ کر سرحدِ ہدایت پر پہنچے گا۔ حق تعالیٰ تیرے دل میں ہم اہلبیت کی محبت ڈال دیگا۔ اور تو ہمارے خون کا بدلہ اہل عصیان دار بابِ تہر و طغیان سے لیگا پس باطینان اس ہم کو

سرکر اور اصلا تشویش و پریشانی دل میں نہ آنے دے“

یہ خط پڑھ کر مختار نے اُس شخص سے کہا تجھ کو قسم ہے اُس خدا کے عزوجل کی جس کے سوا دوسرا معبود نہیں کیا تیرا یہ کلام سچ و درست ہے؟ (کہ جناب امیر نے یہ خط دیا تھا) اُس نے بحلف شرعی کہا اِس میں سر مو فرق نہیں۔“ (جلاء العینین فی سیرۃ علی بن الحسین ص ۳۸)

الغرض جناب مختار قید سے رہا ہو کہ حصول مدعا کی تلاش و جستجو میں مشغول تھے کہ اُن کو معلوم ہوا کہ ابن زبیر شہادت امام حسینؑ کی خبر سُن کر حصول اقتدار و امارت کی کوشش میں واقعات کربلا کو منبر پر نہایت جوش کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یزید و ابن زیاد کے خلاف لوگوں کو اُبھارتا رہتا ہے۔ جناب مختار اِس خیال سے مکہ کی طرف چل کھڑے ہوئے کہ شاید اُس کے ساتھ مل کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔

ابن زبیر کو تو ایسے آدمیوں کی تلاش تھی ہی۔ وہ مختار سے مل کر بہت خوش ہوا اور اُن کو اِس شرط پر اپنا معین و مددگار بنا لیا کہ جب یزید پلید مغلوب ہو جائیگا اور اُس پر فتح حاصل ہو جائے گی تو مختار بھی سلطنت کے کاروبار میں شریک رہیں گے۔ اور کوئی امر اُن کے مشورہ کے بغیر انجام نہ دیا جائے گا۔ مختار نے مذکورہ شرائط پر ابن زبیر کی بیعت کر لی۔ اور اُس کی طرف سے جنگی خدمات انجام دینے لگے۔

عبداللہ بن زبیر کے بھائی عمر بن زبیر نے اُس پر چڑھائی کی تو مختار نے اُس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اُس کے بعد حصین بن نمیر نے عظیم لشکر کے ساتھ مکہ کا محاصرہ کر لیا تو مختار ہی اُس کے حملہ کو روک دیتے رہے۔ یہاں تک کہ یزید کے مرنے کی خبر سُن کر لشکر شام ناکام واپس گیا۔ اب ابن زبیر کو عروج مل گیا تھا۔ ملک حجاز و کوفہ و بصرہ پر اُس کو تسلط حاصل ہو گیا تھا لہذا مختار سے تمام کئے ہوئے وعدے فراموش کر کے اُن کے ساتھ بے رنجی برتنے لگا۔ مختار کیونکہ برداشت کر سکتے تھے۔ انہی دنوں ہانی بن جبہ الہمدانی کوفہ سے عمرہ ادا کرنے آیا۔ مختار نے اُس سے کوفہ کا حال پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ سلیمان بن مردخزاعی وغیرہ امام حسینؑ کے خون کا

انتقام لینے کی فکر میں ہیں۔ لشکر جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ سُن کر مختار خاموشی کے ساتھ رات کو عبداللہ بن مطیع کی مدد سے مکہ سے روانہ ہو گئے راستہ میں ایک اور شخص سے ملاقات ہوئی اُس سے کوفہ کا حال پوچھا اُس نے کہا کوفہ اس وقت پر واپس کا گلہ بنا ہوا ہے۔ مختار نے منہس کر کہا میں اُن کا گلہ بان ہوں گا اور جو حق گلہ بانی کا ہے ادا کروں گا۔ غرض مختار شب و روز منزلیں طے کرتے ہوئے کوفہ پہنچے۔

مختار کے کوفہ پہنچنے کے وقت تک یزید کی طرف سے عامر بن مسعود حاکم رہا۔ یزید اسی اثناء میں جہنم واصل ہو گیا تین مہینے کے بعد ابن زبیر کی طرف سے ۲۲ رمضان ۶۶ھ مطابق ۴ مئی ۶۸۵ء کو عبداللہ ابن یزید الانصاری آگیا۔ اس کے والی کوفہ ہونے سے آٹھ روز پہلے مختار کوفہ پہنچ گئے تھے۔ (تور المشرقین من حیاة الصادقین ص ۵۷)

یہاں سلیمان بن سروخرزاعی صحابی رسول طلب خون امام حسینؑ کے لئے خروج کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مختار نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ سلیمان رضی اللہ عنہ نے خروج کر کے حصین بن نمیر کی جنگ میں شہادت پائی۔ اُن کا لشکر متفرق ہوا اور عبداللہ بن مطیع نے ابن زبیر کی طرف سے عراق آ کر کوفہ کی حکومت سنبھال لی۔ اُس وقت مختار نے خروج کیا۔ (جلال العینین ص ۳۱)

مختار کی دوبارہ گرفتاری اور رہائی

جس وقت جناب سلیمان ابن سروخرزاعی دشمنوں کی تلاش میں کوفہ سے نکلے اور مختار نے اُن کا ساتھ نہ دیا تو اُن کے نکلنے ہی حکام کوفہ نے مختار کو اس الزام میں گرفتار کر کے قید کر دیا کہ وہ اہل کوفہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ جناب سلیمانؑ کی شہادت کے بعد جب اُن کے لشکر کے لوگوں میں سے رفاعہ بن شداد کوفہ پہنچے تو مختار قید تھے۔ انہوں نے رفاعہ کو ایک خط لکھا کہ میں تو قید میں ہوں۔ انشاء اللہ یہاں سے نکل کر امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لوں گا۔ تم بھی تیار رہنا مجھ کو حضرت محمد بن حنفیہ ابن علیؑ بن ابی طالب نے اس پر مامور فرمایا ہے۔ پھر مختار نے عبداللہ بن عمر کو

خط لکھا کہ میں مظلوم ہوں میری سفارش عبداللہ بن یزید اور امراہیم بن محمد بن طلحہ سے کیجئے چنانچہ عبداللہ بن عمر کی سفارش سے مختار رہا کر دیئے گئے۔ (نور المشریقین ص ۹۷)

امیر مختار کا خروج

عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن یزید کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو اُس کی جگہ کو فہ کا عامل مقرر کیا مختار قید سے رہا ہو کر اپنی جماعت کو بڑھاتے رہے اور پوشیدہ طور سے اپنی مقصد برآری کی کوشش میں مہمک تھے۔ چونکہ مختار نے شیعیان کو فہ پر یہ ظاہر کیا تھا کہ جناب محمد حنفیہ نے مجھے امام زین العابدینؑ کی طرف سے خروج پر مامور کیا ہے لہذا اس کی تصدیق کے لئے چند شیعیان علی جن میں قدامہ بن مالک الجشمی - اسود بن جراد الکندی - شعر بن شعراور سعید بن منذر تھے جناب محمد حنفیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ جناب محمد حنفیہ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا :-

”تم لوگ جس شخص کا ذکر کرتے ہو کہ وہ تم کو ہم لوگوں کے خونوں کا بدلہ لینے کی دعوت دیتا ہے۔ اُس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کے ذریعہ چاہے ہم کو ہمارے دشمنوں کے خلاف مدد دے اور اگر میں نہ چاہتا تو کہہ دیتا کہ ایسا نہ کرو۔“

بحوالہ ترجمہ الکامل حصہ اول ص ۳۶ یہ عبارت تحریر ہے۔

طبری میں جناب محمد حنفیہ کا صرف یہ جواب لکھا ہے۔ ”آپ نے ہمارے خونوں کا بدلہ لینے والوں کا ذکر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جس کسی کے ذریعہ سے چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ اس کے بعد میں اپنے اور آپ کے لئے اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔“

ان لوگوں نے بھی اس جملہ کو صاف نہ سمجھا جب وہاں سے چلے آئے تو آپس میں کہا۔ ”ان کے آخری جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیں مختار کی متابعت کی اجازت دیدی ہے کیونکہ

اگر وہ اُسے برا سمجھتے تو ہمیں منع کر دیتے۔ (بحوالہ اردو تاریخ طبری جلد دوم حصہ دوم ص ۲۸) (نور المشریقین ص ۹۳)

ایک ہینے کے بعد یہ وفد کو ف واپس آیا اور سیدھا مختار کے پاس پہنچا وہ بولے شاید تم لوگ فتنہ میں پڑ گئے اور میری تحریک کو مشتبہ لگا ہوں سے دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم تو آپ کی مدد کا حکم لے کر آئے ہیں۔ مختار خوشی کے مارے اُچھل پڑے اور نعرہ تکبیر بلند کیا۔ (نور المشریقین ص ۹۳)

ابراہیم بن مالک اشتر کی اس تحریک میں شرکت

ابراہیم بن مالک اشتر بہت جری جنرل اور شہر کے نامور اور بااثر لوگوں میں سے تھے۔ ان کو ملائے بغیر تحریک کا کامیاب ہونا ناممکن تھا۔ لہذا مختار نے ان کے پاس چند آدمی بھیجے اور ان کو اپنی تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ ابراہیم نے کہا میں اس دعوت کو اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ تم اپنی ساری کارروائی میرے سپرد کر دو یعنی مجھ کو امیر بنالو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے مختار ہمارے پاس جناب محمد حنفیہ کی طرف سے مامور ہو کر آئے ہیں۔ یہ سن کر ابراہیم خاموش ہو گئے اور یہ لوگ ناکام واپس آئے۔ (نور المشریقین ص ۹۴)

اس کے بعد ایک روز مختار اپنے ہم خیال چند اشخاص کو لے کر رات کے وقت ابراہیم کے مکان پر گئے ان لوگوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ مختار جو قاتلان امام سے انتقام لینے کا ارادہ رکھتے ہیں اپنی طرف سے نہیں بلکہ محمد بن حنفیہ فرزند حضرت علی علیہ السلام اور امام زین العابدین کی اجازت و اشارہ سے رکھتے ہیں۔ آخر ابراہیم نے قبول کر لیا اور اپنے کنبہ اور خاندان کے ساتھ مختار کی اعانت پر آمادہ ہو گئے۔ (جلاء العینین ص ۳)

ابراہیم کی شرکت سے مختار کی تحریک میں جان پڑ گئی۔ یہ سب لوگ راتوں کو اکٹھا ہو کر مشورے کرتے تھے۔ آخر کار یہ طے پایا کہ ۱۴ ربیع الاول ۶۶ھ روز جمعرات مطابق ۱۹ اکتوبر ۶۰۵ء کو خروج کریں گے۔ (نور المشریقین ص ۹۴)

مختار نے یہ حکم دیا کہ سب برادران ایمانی پنجشنبہ کی شب کو ہتھیار لگا کر عشا کی نماز کے بعد اپنے کو ٹھوں پر آگ روشن کریں۔ اور اس کو خروج کی علامت سمجھیں اور سب پہلے میں آگ

روشن کروں گا۔ جب میرے یہاں کی آگ دیکھیں تو سمجھ لیں کہ میں نے خروج کیا پھر سب مومنین اپنے گھروں سے نکل آئیں۔ اگر بخشنہ کے علاوہ اور کسی دن آگ روشن دیکھیں تو ہرگز اپنے گھروں سے نہ نکلیں۔

عبداللہ بن مطیع حاکم کوفہ کے کان میں اُن کے خفیہ جلسوں اور مشوروں کی خبر پہنچی تو اُس نے ایاس بن مضارب کو نال شہر کو حکم دیا کہ راتوں کو کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا کرے اور شیعیان علیؑ میں سے جس کو بے وقت آتا جاتا دیکھے گرفتار کر لے۔ ایک رات ابراہیم اپنے کچھ عزیزوں اور دوستوں کو ہمراہ لے کر مختار کے مکان پر جا رہے تھے۔ ایاس نے دیکھ کر ٹوکا کہ تم کون لوگ ہو اور اس وقت شب میں کہاں جا رہے ہو۔ ابراہیم نے کہا میں ابراہیم ہوں اور یہ میرے احباب و اعزاء ہیں مختار کے مکان پر جا رہے ہیں۔ ایاس نے کہا میں جانے نہ دوں گا۔ ابراہیم نے اُس کو لٹکارا۔ آپس میں جنگ ہوئی۔ ابراہیم نے اُس کو قتل کر دیا۔ اور اُس کا سر لئے ہوئے مختار کے پاس پہنچے اور مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ مختار بہت خوش ہوئے اور کہا یہ فال نیک ہے۔ اور یہ مشورہ کیا کہ آج ہی خروج کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ خروج تاریخ مقررہ سے ایک روز پہلے یعنی ۱۳ ربیع الاول ۶۶ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۶۵۷ء روز چہار شنبہ بلا قصد و ارادہ ہو گیا۔

(توزر المشرقین ص ۹۵ و جلاء العینین ص ۳)

مختار نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ کوفہ کی گلیوں میں بالٹا رات الحسین کی منادی کرا دیں۔ (مختار کے لشکر کا یہی نعرہ تھا) یہ آوازیں سن کر کوئی نہ نکلا۔ آگ روشن کی گئی اور نعرے بجائے گئے مگر سب نے یہ سمجھا کہ یہ دشمنوں کا مکر و فریب ہے کیونکہ اس شب خروج کا وعدہ نہ تھا۔ ابراہیم نے کہا اس میں ہمارے دوستوں کی کوئی خطا نہیں کیونکہ کل کی شب خروج قرار پایا تھا اور ہر طرف دشمنوں کی طرف سے ناکہ بندی بھی ہے ہر طرف کی راہیں مسدود ہیں۔ میں جاتا ہوں اور مومنین کو لانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مختار سے یہ کہہ کر ابراہیم روانہ ہوئے اور شامیوں کی مسجد تک جا پہنچے وہاں شیعوں کا ایک بڑا علقہ تھا جس میں چار سو شیعیان علیؑ رہتے تھے ابراہیم وہاں پہنچے

وہاں عبداللہ بن مطیع کے تین سوسوار موجود تھے ان لوگوں نے ابراہیم سے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ ابراہیم نے کہا میں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں اور تم کون ہو ایک شخص نے کہا میں تیرا اور تیرے امام کا دشمن ہوں میرا نام عمر بن حجاج ہے۔ یہ ملعون سرداران کوفہ سے تھا اور معرکہ کربلا میں امام حسین سے لڑنے گیا تھا۔ ابراہیم نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے اُس نے کہا میں تیرا سر چاہتا ہوں۔ ابراہیم یہ سن کر غضبناک ہوئے اور اُس پر حملہ کیا وہ ملعون حملہ کی تاب نہ لایا اور بھاگ کھڑا ہوا ابراہیم نے مع اپنے ہمراہیوں کے اُس کا تعاقب کیا اور اُس کے ساتھیوں میں سے چالیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ پھر وہاں کے مومنین کے پاس گئے اور ان کو خروج کی اطلاع دی اور ان کو سوار کر کے مختار کی طرف روانہ کیا۔ پھر وہاں سے بنی کندہ کے محلہ میں گئے۔ وہاں بھی ایک شخص کو کھڑا پایا اُس سے پوچھا کہ یہ محلہ کس کی نگرانی میں ہے اور کس نے ان گلیوں اور راستوں کو بند کر رکھا ہے اُس نے کہا زہیر بن قیس اس محلہ پر تعینات ہے تاکہ کوئی مختار کی مدد کو نہ جاسکے۔ ابراہیم نے کہا اُس پر خدا کی لعنت ہو وہ جنگ صنفین میں جناب امیر کے ساتھ تھا اور اب دشمنوں کا مددگار ہو گیا ہے انشاء اللہ اُس کو جلد مزا دوں گا۔ پھر آگے بڑھے اور ایک شخص کو دیکھا اُس کو پکڑ کر پوچھا تو کس کا محب ہے اُس نے کہا سنان ابن انس کا۔ ابراہیم نے اُس کے ہتھیار چھین لئے اور مختار کے پاس پکڑ لے گئے۔ مختار نے حکم دیا کہ اُس کی گردن مار دو۔

ایاس کو تو اہل شہر کے مرنے کی خبر جب اُس کے بیٹے کو ملی وہ روتا پڑتا عبداللہ بن مطیع کے پاس پہنچا اور رونے چلانے لگا۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا تو عورتوں کی طرح روتا ہے جا اور ابراہیم سے اپنے باپ کا بدلہ لے اور اُس کو قتل کر کے اُس کا سر میرے پاس لا۔ ابن ایاس بھی ایک مرد شجاع تھا وہ ابراہیم کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور بائیس آدمیوں کو لے کر ابراہیم کی تلاش میں چلا۔ عبداللہ بن مطیع سمجھ رہا تھا کہ مختار کے پاس لشکر بہت ہے اور میرے پاس کم ہے کیونکہ تمام فوج کوچہ بندی پر تعینات کر چکا تھا۔ اُس نے شیث بن رزیع کو

۱۔ صاحب مختار آل محمد نے اس کا نام زہیر ہشمی لکھا ہے۔ ۱۲۔ (مؤلف)

ہزار سوار دے کر مختار کے مکان کی طرف بھیجا کہ دن نکلنے سے پہلے اُس سے لڑ کر اُس کا خاتمہ کر دے اُس نے کہا اے امیر اندھیری رات ہے صبح ہونے تک صبر کر تاکہ روشنی میں جنگ کروں عبد اللہ بن مطیع نے کہا جو میں نے حکم دیا اُس کی تعمیل کر۔ وہ اس سے پہلے حجاز بن حمر کو کچھ سوار دے کر ایک طرف روانہ کر چکا تھا۔ اندھیری رات میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا دونوں نے ایک دوسرے کو مختار کا لشکر سمجھا اور آپس میں خوب لڑے صبح ہونے تک دونوں طرف کے تین سو سپاہی مارے گئے آخر حجاز اُن پر فحیاب ہوا اور اپنی جگہ پر واپس گیا۔ شیدائے بن ربیع بھی بھاگ کر عبد اللہ بن مطیع کے پاس پہنچا اور اب معلوم ہوا کہ اُس کی جنگ حجاز بن حمر سے ہو گئی تو اُس نے عبد اللہ سے کہا اے امیر میں نے اسی لئے چاہا تھا کہ شب کو جنگ نہ کرنا چاہیئے۔ عبد اللہ بن مطیع بہت رنجیدہ ہوا۔ اور اُس نے سمجھا کہ مختار کے پاس بہت زیادہ فوج ہے اس لئے بہت خوفزدہ ہوا۔ مختار کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے ابراہیم نے کہا اگر عبد اللہ بن مطیع کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس آدمی بہت کم ہیں تو وہ ہم پر ابھی چڑھائی کر دے گا۔ لہذا مومنین کو جمع کرنا چاہیئے۔ مختار نے کہا یہ درست ہے۔ میرے ہوا خواہ شاکر یہ کی گلی میں بہت کافی ہیں کوئی آدمی جا کر اُن کو خبر دے۔ ابراہیم نے کہا میں نے سنا ہے کہ کعب اس راستہ پر متعین ہے۔ یہ سُن کر مختار کے لشکر میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کا نام بشیر تھا۔ اُس نے کہا اے امیر میں جا کر اُن لوگوں کو آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں تاکہ وہ آپ کے پاس پہلے آئیں۔ مختار نے کہا مجھے خوف ہے کہ دشمن تجھ کو پکڑ کر قتل نہ کر دیں۔ اُس نے کہا میں ایک مرد مسافر ہوں مجھے کوئی نہیں پہچانتا اور اگر مارا بھی جاؤں گا تو خدا کی راہ میں شہید ہوں گا۔ مختار نے اُس کو دُعادی اور کہا جا خدا تیرا مددگار ہے۔ اُس نے پُرانے کپڑے پہنے اور پُرانی پگڑی سر پر باندھی اور ایک عصا لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ کعب کے لشکر کے پاس پہنچا لشکر کے سپاہی اُس کو پکڑ کر کعب کے پاس لے گئے۔ اُس نے پوچھا تو کون ہے مختار کے لشکر کی بھی کچھ خبر رکھتا ہے۔ بشیر نے کہا اے امیر جو کچھ اُس نے آج کی شب مجھ کو تکلیف دی ہے کوئی کافر کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ نہیں کرے گا۔ میں

مسافر ہوں سر اسے میں مقیم تھا دفعۃً مختار کی فوج آئی اور سب کو لوٹ لیا۔ میں وہاں سے بھاگ کر اس ہیئت سے یہاں تک پہنچا ہوں کعب نے پوچھا مختار کے پاس کتنے لوگ ہیں بشیر نے کہا میں صحیح تو کیا بتا سکتا ہوں لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کے لوگ اُس سے مل گئے ہیں۔ کعب نے کہا۔ تو تو ایک مرد مسافر ہے تو یہ بتا کہ کون سے محلہ میں جانا چاہتا ہے اُس نے کہا اسی محلہ میں میرا ایک دوست رہتا ہے اُسی کے پاس جا کر ٹھہروں گا جب یہ فتنہ فرو ہوگا تو اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ کعب نے کہا جاتیرا خدا مددگار ہو الغرض وہ اُس جگہ پہنچا جہاں کا ارادہ کر کے آیا تھا۔ دیکھا بہت بڑا کوچہ ہے وہاں پہنچ کر اُس نے آواز دی کہ بھائیو اپنا ایک آدمی میرے پاس بھیجو تاکہ میں اُس سے مختار کا پیغام کہوں۔ ایک مرد ہتھیار لگائے ہوئے اُس کے پاس آیا۔ بشیر نے تمام حال اُس سے بیان کیا اُس نے اپنے لوگوں کو آکر اطلاع دی کہ مختار نے خروج کیا۔ یہ آواز طبل مختار ہی کے لشکر کی آرہی ہے اور بالا خانوں پر آگ اُنہی کے حکم سے روشن کی گئی ہے۔ ہم کو جلد اُن کی مدد کو پہنچنا چاہیئے۔ الغرض وہ سب لوگ تیار ہو کر گھروں سے نکل پڑے لیکن یہ مشورہ کیا کہ ہم تو مختار کے پاس جاتے ہیں اور کعب طعویٰ راستہ میں موجود ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے جانے کے بعد ہمارے اہل و عیال کو قید کر کے لے جائے لہذا آؤ پہلے اُسی سے پیٹ لیں جب یہ ہمارے مقابلہ سے بھاگ جائیگا تو پھر مختار کے پاس چلیں گے۔ چنانچہ اُنہوں نے یا لثاسرات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔ کعب نے یہ نعرہ سنا تو بہت خوفزدہ ہوا سمجھا کہ مختار حملہ کرنے آگیا۔ کعب سپاہ کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ لشکر نے کعب کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی بھاگ گئے اور راستہ صاف ہو گیا۔ اور وہ چودہ شیعیان علی مختار کے پاس پہنچے اور اپنے توقف کی وجہ بیان کی۔ مختار نے کہا دوستو تم لوگ معذور ہو پھر ابراہیم سے کہا ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ دن رات نکلنے سے پہلے تمام دوست و احباب اور معین و مددگار فراہم ہو کر آجائیں ابراہیم نے کہا آپ یہاں ٹھہریئے میں یہ انتظام کر کے آتا ہوں۔ اور روانہ ہوئے تھوڑی دُور گئے تھے ایک سواروں اور پیادوں کے گروہ نے آکر ابراہیم کو گھیر لیا۔ ابراہیم نے پوچھا تم کون لوگ ہو اُنہوں نے کہا ہم علی بن ابی طالب کے

شیعہ ہیں پوچھا تمہارا سردار کون ہے۔ انہوں نے کہا عبداللہ بن قرقاشی۔ وہ آگے آیا ابراہیم اُس سے بے لگیا ہوئے عبداللہ نے کہا اے میرے سردار خرد و ج کا وعدہ تو آئندہ کل شب کا تھا ابراہیم نے پوری روئیداد کہہ سنائی اور کہا جلد مختار کے پاس پہنچو۔ اور خود اور لوگوں کو بلانے کے لئے آگے بڑھے۔ کچھ راستہ طے کیا تھا کہ لوگ ایک شخص کو گرفتار کر کے ابراہیم کے پاس لئے ابراہیم نے اُس سے پوچھا تو کس گروہ کا آدمی ہے وہ خاموش رہا۔ ابراہیم نے کہا اے شخص تو بولنا کیوں نہیں اُس شخص نے کہا یہاں دو گروہوں میں جنگِ عظیم واقع ہو رہی ہے تم بھی چپ رہو۔ ابراہیم نے اُس کی مشکلیں کو اکر مختار کے پاس بھیج دیا اور خود آگے بڑھے۔ دیکھا کہ ایک گروہ مسلح ہاتھ میں مشعلیں لئے ہوئے نغارے بجاتے چلا آ رہا ہے ابراہیم اُن کے پاس گئے اور پوچھا تم لوگ کس گروہ کے آدمی ہو انہوں نے کہا کہ ہم شیعیاں امیر المومنین ہیں اور ہمارا نعرہ یا لثارات الحسین ہے ابراہیم نے پوچھا تمہارا سردار کون ہے کہا حارث بن عمرو۔ اور یہ بزرگانِ کوفہ سے تھے۔ ابراہیم بہت خوش ہوئے۔ حارث ابراہیم کے سامنے آئے اُن کی پیشانی پر چند تازہ زخم تھے۔ جن سے خون بہہ رہا تھا۔ ابراہیم نے پوچھا اے بھائی یہ زخم کیسے ہیں حارث نے کہا جب نغارہ کی آواز ہم نے سنی اور آگ کو روشن دیکھا ہم نے سمجھا کہ یہ ہمارے دشمنوں کا مکر و فریب ہے اسی اثنا میں ایک ضعیفہ آئی اور کہا کہ اے محبانِ حسینؑ شاکر یہ سے ایک ہزار چار سو مرد مختار کی مدد کو آگئے ہم یہ سنتے ہی گھروں سے نکل پڑے راستہ میں ایک گروہ سے ملاقات ہوئی، ہم نے پوچھا تم لوگ کون ہو کہا کہ ہم شمر کے آدمی ہیں اور اُن کو ہمارے متعلق بھی معلوم ہو گیا کہ ہم شیعیاں علی بن ابی طالب ہیں اور مختار کی مدد کو جا رہے ہیں۔ اُن ملاعین نے ہم پر حملہ کر دیا۔ میں لڑتا بھڑتا شمر تک پہنچا میں نے اُس کے ایک کاری ضرب لگائی اُس نے مجھ پر بھی وار کیا یہ وہی زخم ہیں آخر کار وہ بھاگ گئے اور ہم لوگ ظفریاب ہوئے۔ ابراہیم اُن کو مختار کے پاس بھیج کر آگے بڑھے۔ تھوڑا راستہ طے کیا تھا کہ بہت شور سنائی دیا ابراہیم اُس کی طرف متوجہ ہوئے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی پوچھا تم لوگ کون ہو اور تمہارا کیا نشان ہے کہا ہم

منصور یا الثارات الحسین بن علی ہیں۔ ابراہیم نے پوچھا تمہارا سردار کون ہے کہا قاسم بن قیس۔ سپاہیوں نے قاسم کو اطلاع دی وہ فوراً حاضر ہوا ابراہیم اُس سے بے لنگیر ہوئے اور دونوں مختار کے پاس آئے۔

جب رات دو حصہ گزر گئی عبداللہ بن مطیع نے ایک لشکر مختار سے لڑنے کو بھیجا اُس کو خوف تھا کہ دن نکل آئیگا تو مختار کے پاس بہت سے لوگ جمع ہو جائیں گے۔ مختار بھی عبداللہ بن مطیع سے خوفزدہ تھے غرض کہ عبداللہ بن مطیع نے اپنے چچا ہارون کے بیٹے کو ایک ہزار سوار کے مختار سے لڑنے کو بھیجا اور حکم دیا کہ ابراہیم کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔ عبداللہ پسر ہارون عرب کے شجاعوں میں تھا۔ مختار کے ہمراہیوں کے قریب پہنچ کر نہایت جوش کے ساتھ ایک نعرہ مارا مختار نے آواز سن کر سمجھا کہ یہ دشمنوں کی ہانک چکا رہے اور کہا کہ خداوند کیم اپنے فضل و کرم سے مجھے ظفر یاب فرمائیں گا اور دشمنوں کو رسوا کرے گا۔ اُس رات کو فذ میں اٹھارہ جگہ نغارے بج رہے تھے اور ہر جگہ قاتلان امام حسین راستہ روکے ہوئے کھڑے تھے۔ اور مختار کے دوستوں کو مختار تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ عبداللہ پسر ہارون نے مختار سے جنگ شروع کر دی۔ مختار نے ابراہیم سے کہا کہ مناسب ہے کہ ہم اور تم ایک ہی جگہ رہیں کیونکہ رات بہت تاریک ہے۔ اسی وقت پیچھے سے نغارہ کی آواز آئی مختار ان کی طرف متوجہ ہوئے معلوم ہوا کہ وہاں غارب ہیں مختار نے اپنے دوستوں کو خوشخبری دی سب نے مل کر جوش میں نعرہ بکیر بلند کیا اور عبداللہ بن مطیع پر چڑھائی کر دی۔ آخر وہ بھاگ نکلا اُس کے بہت سے ہتھیار مختار کے ہاتھ آئے۔ بیسن آدمی مختار کی طرف سے مارے گئے اور عبداللہ بن مطیع کے لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ مختار کے سپاہیوں نے دشمنوں کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور آفتاب طلوع ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ مختار نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ کو فذ کی گلی کوچوں میں یا الثارات الحسین کی منادی کرا دیں۔ یہ آواز سن کر شعیان علی فوج در فوج جمع ہونے لگے اور ہر طرف شدید لڑائیاں ہوتی رہیں اور ہر جگہ مختار و ابراہیم کو فوج ہوتی ہی عبداللہ بن مطیع کے آدمی مغلوب ہوتے رہے۔ حالانکہ دشمن کی تعداد مختار کے لشکر سے چو گنی

ہوتی تھی۔ عبداللہ بن مطیع قہر کوذ میں بند ہو گیا۔ مختار کے لشکر نے اُس کا محاصرہ کر لیا۔ تین روز محاصرہ میں گزارنے کے بعد چوتھے روز عبداللہ بن مطیع نے مختار کو خط لکھا کہ ”میں نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے اور قتل سے تجھ کو بچایا ہے اُونٹ سواری کے لئے دیا۔ کیا اُس کا یہی معاوضہ ہے کہ تُو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ مجھ کو راستہ دے تاکہ میں جس طرف چاہوں چلا جاؤں“

عبداللہ بن مطیع نے اس خط میں اشارہ کیا ہے مختار کے مکہ میں قیام کی طرف جبکہ عبداللہ بن زبیر کے معین و مددگار بن کر مختار نے اُس کے دشمنوں سے جنگ کی تھی اور اُس نے وعدہ کیا تھا کہ جب میرا تسلط قائم ہو جائیگا تو تم کو سلطنت میں شریک رکھوں گا اور بغیر تمہارے مشورہ کے کاروبار سلطنت انعام پذیر نہ ہوں گے وغیرہ لیکن جب مختار نے دشمنوں کو شکست دے کر عبداللہ بن زبیر کا اقتدار قائم کر دیا اور اُس کو عروج مل گیا تو اُس نے مختار سے کئے ہوئے تمام وعدے بھلا دیئے اور اُن کے قتل کی فکر کرنے لگا۔ اور عبداللہ بن مطیع کو اپنا وزیر بنالیا۔ عبداللہ بن مطیع اور مختار میں دوستی تھی۔ اُس نے مختار کو عبداللہ بن زبیر کے ارادہ سے مطلع کیا اور اُونٹ اور کچھ نقد دے کر مختار کو خاموشی کے ساتھ کوذ روانہ کر دیا۔

الغرض جب عبداللہ بن مطیع کا یہ خط مختار کے پاس پہنچا تو اُس نے جواب میں لکھا کہ ”تُو جو کچھ کہتا ہے کہ میں نے تیرے ساتھ یہ کیا وہ کیا میں سب قبول کرتا ہوں اور آج تک مجھ پر تیرا یہ سب احسان تھا لیکن اب جبکہ تو اُس کو زبان پر لایا تو وہ تمام احسانات ختم ہو گئے۔ جو کچھ تُو نے مجھے دیا تھا میں اُس سے تین گنا زیادہ دیتا ہوں۔ تاکہ تیرا کوئی احسان مجھ پر باقی نہ رہے“

عبداللہ بن مطیع اس جواب کو پڑھ کر بہت رنجیدہ ہوا۔ پھر ایک دوسرا خط نہایت عجز و انکساری کے ساتھ لکھا جس طرح غلام اپنے آقا کو کہتے ہیں کہ: ”اے امیر جلیل مختار! اپنے غلام پر رحم کر اور میرے قتل سے باز آ۔ میں ایک ضعیف آدمی ہوں امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے نہیں ہوں میرے حال پر بخشش و کرم فرما کیونکہ تیرا امام بھی کریم تھا۔ جو کچھ تو کرم کرے وہ تیرے لئے سزاوار

ہے میں خطا وار ہوں بخشش مالکوں سے ہوتی ہے اور کرمیوں سے کرم نہ ہو تو کرم باقی نہیں رہتا۔ والسلام۔

جب یہ خط مختار کے سامنے پیش ہوا اُس نے ابراہیم سے کہا کہ دنیا میں اس سے بدتر کوئی امر نہیں کہ امیری کے بعد فقیری نصیب ہو اور عزت کے بعد ذلت کا سامنا ہو۔ عبداللہ بن مطیع پر رحم آتا ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ میں قاتلانِ حسینؑ میں سے نہیں ہوں۔ میں اُس کو پناہ دینا چاہتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے۔ ابراہیم نے کہا جو آپ کی رائے ہو وہ بہتر ہے۔ آخر مختار نے عبداللہ بن مطیع کو لکھا کہ ”تو عشا کے بعد فلاں دروازہ سے باہر آ میں وہاں موجود ہوں گا اور تجھ کو رخصت کر دوں گا۔“ مختار حسب وعدہ بعد نماز عشا اُس دروازہ پر گئے۔ عبداللہ بن مطیع وہاں موجود تھا مختار نے کہا اے برادر جو کچھ تو نے نیکی کی تھی میں نے اُس کے مقابلہ میں کمی نہیں کی لیکن آئندہ خیال رکھنا کہ کوئی امر ایسا نہ ہو کہ میری اور تمہاری دوستی میں فرق آئے۔ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میری نیکی کو فراموش نہ کرنا۔

دوسرے روز لوگوں کو خبر ہوئی کہ مختار نے عبداللہ بن مطیع کو رہا کر دیا تو مختار سے کہنے لگے کہ اے امیر آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ ایسے دشمن کو چھوڑ دیا۔ مختار نے کہا اُس نے مجھ پر احسان کیا تھا میں نے بھی اُس کے عوض میں اُس پر احسان کیا اگر اب آئیگا تو نہ چھوڑوں گا۔ اور اس لئے اور رعایت کی کہ وہ قاتلانِ امام حسینؑ میں سے نہیں ہے خدا کی قسم اگر میرا بھائی امام حسینؑ سے لڑنے گیا ہوتا تو میں اُس کو بھی امان نہ دیتا۔ دوسرے روز عبداللہ بن مطیع کے ساتھیوں نے جناب مختار سے امان طلب کی۔ آپ نے انہیں امان دیدی۔ وہ سب دارالامارہ سے باہر چلے آئے اور مختار کی بیعت کر لی۔ جناب مختار نے دارالامارہ میں قیام کیا۔ پھر منادی کرائی کہ سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہوں۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو مختار نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا۔ جس میں ظاہر کیا کہ میں ظالموں اور دشمنانِ آلِ رسولؐ کو قتل کروں گا اور اُن کے وجود سے دنیا کو پاک کروں گا۔ اُن سے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے کے لئے تیار ہو جاؤ اور آلِ محمدؐ کے کمزور لوگوں کے دشمنوں کو دفع کرنے کا عزم بالجزم کرلو۔

اس کے بعد ممالکِ محروسہ کے لئے گورنر مقرر کئے۔ عبدالرحمن بن قیس ہمدانی کو موصل کا گورنر

مقرر کیا۔ سعید بن حذیفہ بن یمان کو مدائن پر۔ عمر بن سائب کورے اور ہمدان پر حاکم بنایا۔ اور کوفہ کے انتظام کے لئے عبداللہ کامل کو کوفہ وال ابو عمرہ کیانی کو نگاہبانان مملکت کا حاکم بنایا۔ اور اپنے غلام خیر کو خزانچی اور قظامہ کو بیت المال کا سردار مقرر کیا۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو سپہ سالار لشکر۔ احمر بن شمیٹ کو پیشوائے لشکر اور محمد بن ربیعہ کو عیسیٰ کے عہدہ پر مامور کیا۔

دوسرے روز کوفہ کے تمام سردار اور بزرگ مبارکباد کے لئے آئے۔ مختار نے کہا۔ میرے دوستو! میرا مطلب یہ سلطنت حاصل کرنا ہے نہ اقتدار و حکومت سے ہے بلکہ امام حسینؑ کے قاتلوں سے حضرت کے خون کا انتقام لینا ہے انشاء اللہ عدل و انصاف کروں گا نہ ظلم کروں گا نہ کسی کو کسی پر ظلم کرنے دوں گا۔ اور نہ ظالموں کو دوست رکھوں گا۔ یہ سُن کر لوگ بہت خوش ہوئے اور دُعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

مُختار نے حکومت سنبھالتے ہی غریبوں بیکسوں اور لاوارثوں کی دادی شروع کی۔ خود کمرے عدالت پر بیٹھ کر لوگوں کی شکایات پر غور کرتے تھے اور نہایت عدل و انصاف کے ساتھ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کے عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔

نظام حکومت درست کرنے کے بعد سب سے پہلے جس امر کی طرف مُختار نے توجہ کی وہ بھی ظالم کے نادار لوگوں کی امداد تھی۔ آپ نے اس سلسلہ میں کافی رقم صرف کی۔ جس کو روپے کی ضرورت تھی اُس کو روپے دیئے جس کو مکان کی مرمت کی ضرورت تھی اُس کے مکان کی مرمت کرا دی۔ اُن کی بیوؤں کی شادیاں کرائیں غرض کہ جس قدر نیک سلوک ممکن تھا اُس سے دریغ نہیں کیا۔ چُناںچہ امام محمد باقر علیہ السلام انہی سلوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں لا تسبوا المختار فانہ قد قتل قتلنا وطلب تباہنا وذرّٰہ امر املنا و قسم فینا المال علی العسوة۔ مُختار کو بُرا مت کہو کیونکہ اُس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارا انتقام لیا، ہماری بیوؤں کی شادیاں کرا دیں اور عسرت میں مال سے ہماری مدد کی۔

عبداللہ بن مطیع کی احسان فراموشی اور مختار پر حملہ

عبداللہ بن مطیع دارالامارہ سے چھپکے سے بھاگ کر ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں روپوش ہو گیا۔ کسی نے اس کی اطلاع مختار کو پہنچائی۔ مختار نے توجہ نہ کی۔ پھر ایک لاکھ درم اُس کے پاس بھیج کر کہلایا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ یہ رقم تمہاری زاد راہ ہے۔ (نورالمشرقیین)

مختار نے سب سے پہلے استحکام حکومت کو ضروری سمجھا اس لئے فوراً قاتلان امام حسینؑ کی طرف متوجہ نہ ہوئے کیونکہ اطراف و جوانب میں جابجا دشمن اپنی تدبیروں میں مشغول زوال حکومت مختار کے درپے تھے۔ کوفہ میں بین ہزار اشخاص ایسے تھے کہ اگر اُن پر ہاتھ ڈالا جاتا تو فتنہ برپا ہو جاتا۔

ایک روز شور و غل کی آواز مختار کے کان میں آئی۔ وہ دریافت حال کے لئے خود بازار کی طرف گئے دیکھا کہ تمام چھوٹے بڑے نہایت پریشان ہیں۔ مختار نے سمجھا یہ دہی بین ہزار قاتلان امام حسینؑ ہوں گے جنہوں نے بغاوت کر دی ہے۔ لیکن جب غور سے سنا تو "یا انثارات الحسین دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ" کا شور سنا دیا۔ مختار نے اپنے غلام خیر کو دریافت حال کے لئے بھیجا۔ اُسی وقت عبداللہ کامل نے اگر کہا۔ اے امیر آپ نے عبداللہ بن مطیع کو چھوڑ دیا۔ وہ

یہاں سے بصرہ گیا اور مصعب بن زبیر کو ہمارے خلاف آمادہ کر کے تین ہزار سوار وپیا دے لے کر آیا ہے۔ مصعب نے پندرہ ہزار کا لشکر عبداللہ بن مطیع کے ہمراہ بھیجا ہے اور پندرہ ہزار فوج خود لے کر دریائے راستہ کشتیوں پر بغداد سے کوفہ آرہا ہے۔ مختار نے کہا خدا پر بھروسہ رکھو انشاء اللہ اس مرتبہ اُس کو پوری پوری مرادوں گا۔ مختار وہاں سے دارالامارہ میں آئے اور حکم دیا کہ جنگ کا نفاذ بجایا جائے۔ اور عبداللہ کامل کو بازار کوفہ میں بھیج کر منادی کرائی کہ یا انثارات الحسین دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر شہر سے باہر اور دارالامارہ پر لڑائی کے جھنڈے نصب کر دیئے اور خود مسلح ہو کر باہر نکلے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فوج کے ساتھ شہر کوفہ سے نکل کر اُس شاہراہ پر کھڑے ہو گئے جو بغداد سے آتی تھی

پھر ابراہیم بن مالک اشتر عرب کے سواروں کے ساتھ آئے۔ اُن کے بعد عمر حاجب اپنے لوگوں کے ساتھ آئے اُن کے پیچھے عبداللہ کامل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ۔ پھر ورتابن عازب اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے۔ سب کے بعد زبیر بن انس اپنی قوم کے ساتھ مختار کے پاس حاضر ہوئے۔ غرض کہ تیس ہزار سوار و پیادے جمع ہو گئے۔ مختار کو اندیشہ ہوا کہ مصعب کے ساتھ آئندہ کار اور لڑائیاں لڑا ہونے لوگ ہیں اور ہمارے ساتھ ایسے لوگ ہیں جن کو کبھی جنگ کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے۔ ابراہیم نے کہا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ وہ ہیں جنہوں نے مرنے کی قسم کھائی ہے جن کو کثرت سپاہ سے کوئی حراس نہیں۔ ہم کو اُن کے مقابلہ کے لئے بھیج دیجئے۔ یہ سن کر تمام لشکر نے کہا اے امیر بیشک ہم اپنی جانوں کو راہ حق میں فدا کر چکے ہیں۔ مختار نے سب کو دُعا میں دیں اور اپنے بیٹے ثابت کو کوفہ میں اپنا جانشین مقرر کر کے خود فوج لے کر آگے بڑھے اور منزلیں طے کرتے ہوئے ایک دریا پر پہنچے وہاں لشکر کے سردار جمع ہو کر مختار کی خدمت میں آئے اور التماس کیا کہ آپ کے صاحبزادے سے کوفہ کی نگرانی نہ ہو سکے گی آپ کو کوفہ چلے جائیے ایسا نہ ہو کہ قاتلان امام مظلوم فتنہ و فساد برپا کریں۔ پھر اس کی اصلاح نہ ہو سکے گی۔ ممکن ہے کہ ہمارے عقب میں فتنہ اشتیاق کوفہ سے چل کر مصعب بن زبیر سے جا ملیں۔ آپ کوفہ میں رہیں گے تو ہم لوگوں کو بھی اطمینان ہے کہ ابراہیم نے بھی اس مشورہ کی تائید کی مختار نے پندرہ ہزار کا لشکر ابراہیم کو دے کر عبداللہ بن مطیع اور مصعب بن زبیر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور خود پندرہ ہزار کا لشکر ہمراہ لے کر کوفہ واپس آ گئے۔

ابراہیم وہاں سے روانہ ہو کر مقام خازم پر پہنچے وہاں تین روز قیام کیا۔ مصعب کا جاسوس بھی وہاں موجود تھا۔ اُس نے مصعب سے جا کر سب حال بیان کیا۔ مصعب وہیں ٹھہر گیا اور عبداللہ بن مطیع کو پندرہ ہزار فوج دے کر کہا کہ تو آگے چل میں دریا کے راستے سے آتا ہوں۔ تو پہنچتے ہی حملہ کر دے۔ ادھر ابراہیم بھی ایک منزل اور چل کر عبداللہ بن مطیع کے مقابلہ پر جا پہنچے۔ اور اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ اے جوانو! خدا نے عز و جل تمہارے دلوں کے حال سے خوب آگاہ ہے کہ تمہاری یہ لڑائی کسی ملک کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اُسی کی رضا مندی کے لئے ہے لہذا لڑائی میں

جان و دل سے کوشش کرو اور دشمن کو پیٹھ نہ دکھلاؤ۔ سب نے کہا انشاء اللہ ہم ایسا ہی کریں گے اور نعرہ یا ثارات الحسین بلند کیا۔ پھر دونوں طرف کی صفیں تیار ہوئیں۔ میمنے اور میرے درست ہوئے۔ مخالف کی دس ہزار فوج نے یکبارگی حملہ کیا۔ ابراہیم آگے بڑھے اور دشمن کے لشکر میں گھس گئے۔ اُن کے ساتھ ہی اُن کا لشکر بھی حملہ آور ہوا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ گرد و غبار اس قدر بلند ہوا کہ تاریکی چھا گئی۔ خون کے دریا بہہ گئے۔ ابراہیم یا محمد یا علی کہہ کر حملہ کر رہے تھے اور مخالف کے قلب لشکر کے کشتوں کے پُشتے لگا رہے تھے۔ اُن کے پیچھے احمر بن شمیٹ، اُن کے عقب میں درقائب عازب حملہ آور تھے اُن لوگوں نے ایسی دلیری اور بہادری کے ساتھ شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی کہ عبداللہ بن مطیع کے پاؤں اُٹھ گئے اور وہ لشکر سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔ ابراہیم کی فوج نے تعاقب کیا۔ اور بھاگنے والوں کو بے دریغ قتل کیا یہاں تک کہ آٹھ ہزار دشمن قتل کئے گئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا ابراہیم مخالف کے لشکر کی قیام گاہ پر اپنی فوج لئے ہوئے پہنچے اور سب سامان لوٹ لیا۔

عبداللہ بن مطیع نے اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ جنگل میں بھاگ کر اپنی جان بچائی اور مصعب بن زبیر کے پاس قاصد بھیج کر کہلایا کہ ہماری خبر لیجئے اگر غفلت کی تو ہم میں سے ایک متنفس کو بھی زندہ نہ پائیگا قاصد نہایت تیزی سے راستہ طے کر کے مصعب کے پاس پہنچا جو کچھ آنکھوں سے دیکھا تھا بیان کیا۔ تمام حالات سن کر مصعب بہت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ فوراً جنگی نقارے بجائے جائیں اور لشکر کو خشکی کے راستہ روانہ کر دیا۔

اُس رات ابراہیم، احمر بن شمیٹ، عبداللہ کامل اور ورقہ پسر غادب لشکر کے نگران تھے انہوں نے ایک دراز قد شخص کو دیکھا جس کی داڑھی لمبی تھی۔ سر پر عورتوں کے باند بال رکھے ہوئے ٹاٹ کا لباس پہنے ہوئے ٹاٹ ہی کا عمامہ باندھے ہوئے اور ہندؤں کی طرح زُنا رنگے میں ڈالے ہوئے تھا۔ وہ جلد جلد قدم بڑھائے ہوئے آ رہا تھا۔ ابراہیم نے اُس کو دیکھا اور کہا کہ یہ شخص قوم کا ترسا معلوم ہوتا ہے اور حکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ وہ حاضر کیا گیا۔ اُس نے سلام نہیں کیا۔ ابراہیم نے پوچھا اے ترسا تو کہاں سے آتا ہے اُس نے

رومی زبان میں کچھ کہا۔ ابراہیم نے رومی زبان جاننے والے ایک شخص کو بلایا۔ اُس نے اُس شخص سے حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا میں انطاکیہ کا باشندہ ہوں۔ مدت سے بصرہ میں رہتا ہوں۔ اب اپنے وطن انطاکیہ جا رہا ہوں۔ دریا کے رستے اس لئے نہیں جاسکا کہ مصعب نے بصرہ کی تمام کشتیاں پکڑ لی ہیں اور اب وہ کثیر فوج لے کر تمہارے مقابلہ پر آ رہا ہے۔ ابراہیم نے مترجم سے کہا کہ اُس سے کہو مجھ سے غلط بیانی کر کے چھوٹ نہیں سکتا۔ اُس نے کہا جھوٹ بولنا تو میرے مذہب میں بھی جائز نہیں لیکن آپ لوگ کون ہیں مترجم نے اُس سے کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور دشمنان رسول و آل رسول کے دشمن ہیں آل رسول کے خون کا انتقام لینے اُٹھے ہیں۔ ہمارے امام توحید العابدین ہیں لیکن اس مہم کا امیر مختار بن عبیدہ ثقفی ہے۔ یہ سن کر اُس نے کہا میں نے بھی انجیل میں پڑھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونگے اُن کی اُمت اُن کے فرزند کو شہید کرے گی اور ایک مرد ثقفی اُن کے خون کا انتقام لے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختار وہی ثقفی ہے جس کی پیشین گوئی انجیل میں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو مصعب بن زبیر نے تمہارے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے لیکن اب چونکہ تمہارے دین و مذہب اور ارادے سے واقف ہو چکا ہوں اس لئے اپنے دین سے توبہ کر کے تمہارا دین قبول کرتا ہوں یہ کہہ کر زنار توڑ ڈالا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور عربی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ ابراہیم بہت خوش ہوئے اور کہا اے برادر سچ سچ بتا کہ تو نے پہلے عربی زبان سے کس لئے ناواقفیت ظاہر کی تھی۔ اُس نے کہا میں پہلے تمہارا دشمن تھا اور اب اس جہاد میں تمہارا شریک ہونا چاہتا ہوں۔ ابراہیم بہت مسرور ہوئے اور کہا اے بھائی اگر تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر۔ اُس نے کہا اے امیر! میری اب صرف ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ مصعب بن زبیر آپ کے لشکر پر شیخوہ مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس نواح میں ایک بستی ہے وہاں عبداللہ بن مطیع آپ کے خوف سے چھپا ہوا ہے۔ اور مصعب ابن زبیر کے آنے کا انتظار کر رہا ہے۔ آپ کسی کو میرے ساتھ بھیجیں تو اُس کو زندہ گرفتار کر کے لاؤں یا اُس کا سر حاضر خدمت کروں۔ ابراہیم نے کہا یہ کام مجھ سے تعلق رکھتا

ہے۔ اُس نے کہا بہتر ہے مگر جو گیلوں کا لباس پہننے سے سر پر ٹاٹ کی ٹوپی اوڑھئے، عصا ہاتھ میں لیجئے اور تلوار کپڑوں کے اندر چھپا لیجئے۔ ابراہیم نے منظور کیا۔ ہمراہیوں نے کہا اے امیر! کہیں یہ شخص آپ کو قریب نہ دے رہا ہو ہمارے نزدیک آپ کا اس کے ساتھ جانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ہم انشاء اللہ اُس کو جنگ میں گرفتار کر کے لائیں گے۔ ابراہیم نے کہا خدا تمہارا معین و مددگار ہو خدا کی فتح و نصرت ہمارے ساتھ ہے کوئی ٹکڑی کی بات نہیں ہے۔ پھر احمد بن شعیط کو سردار لشکر مقرر کر کے جناب ابراہیم اُس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

ابراہیم اُس شخص کے ساتھ ایک دیر کے قریب پہنچے وہاں تین اشخاص نگہبانی کر رہے تھے انہوں نے اُس شخص سے جو دراصل راہب تھا کہا کہ تیرے ساتھ دوسرا شخص کون ہے اُس نے کہا یہ میرا چچا زاد بھائی ہے ملک شام سے میری ملاقات کو آیا ہے۔ نگہبانوں نے کہا ہم اس کو عبد اللہ بن مطیع کے پاس لے چلیں گے وہ جو حکم دے گا اُس پر عمل کریں گے یہ کہہ کر ابراہیم اور راہب کو حراست میں لے لیا۔ ابراہیم نے چاہا کہ تلوار سے تینوں نگہبانوں کی گردن اڑا دیں مگر راہب نے اشارہ سے منع کیا۔ محافظوں نے اُن کو ابن مطیع کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ راہب چاہتا ہے کہ اس شخص کو دیر کے اندر لے جائے۔ آپ اٹھ کر ملاحظہ فرمائیے۔ عبد اللہ خواب سے چونکا اور آنکھیں ملنے لگا اُس پر نیند کا غلبہ تھا اُس نے چلا کر کہا چھوڑ دو اور مجھے سونے دو۔ نگہبانوں نے دونوں کو چھوڑ دیا۔ راہب ابراہیم کو دیر میں لے گیا اور کھانا حاضر کیا۔ ابراہیم نے کہا جاکر دیکھو وہ ملعون سو رہا ہے یا جاگتا ہے راہب نے جاکر دیکھا اور واپس آکر کہا کہ سو رہا ہے اب آپ اُس کا کام تمام کر دیجئے کہ اتنے میں شور و غل بلند ہوا کہ مصعب بن زبیر لشکر کشی لے ہوئے آپہنچا مصعب کا نام سنتے ہی عبد اللہ بن مطیع جاگ اٹھا اور دیر سے باہر نکل آیا ابراہیم بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلے۔ دریا کے کنارہ پر بہت سی روشیاں اوڑھ کے بعد دیگرے بہت سی کشتیاں آتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہاں خوشی میں ایک شخص یہ کہہ کر اُجھل کود رہا تھا کہ امیر مصعب بن زبیر آگیا۔ کل ہم ابراہیم کے لشکر کے کسی آدمی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

ابراہیم نے کہا بھائی تو سچ کہتا ہے امیرے ساتھ چل میں اکیلا لشکر میں نہیں جاسکتا میں تجھے ایک ہزار درم دوں گا۔ وہ شخص لالچ میں آگیا اور کہا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ غرض کہ دونوں دریا کی طرف چلے۔ ایک سنان مقام پر پہنچ کر ابراہیم نے کہا اپنے روپیوں کو سنبھال اور تلوار کے قبضہ پر اس طرح ہاتھ ڈالا گویا کپڑوں میں سے درم نکال رہے ہیں۔ اور تلوار کھینچ کر اُس کی گردن پر مارا کہ سرکٹ کر دُور جاگرا۔ پھر آگے بڑھے اور دریا کے کنارے پہنچے دیکھا ہزاروں کشتیاں سیاہیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جن میں ایک کشتی نہایت آراستہ ہے جس کے گرد متعدد شمعیں روشن ہیں اُسی میں مصعب بن زبیر ایک تخت پر بیٹھا ہے۔ ابراہیم کنارے پر کھڑے ہوئے سب کو دیکھ رہے تھے کہ مصعب کی نظر پڑ گئی دیکھتے ہی ملازموں سے کہا کہ وہ شخص جو دُور کھڑا ہوا ہم کو دیکھ رہا ہے ہمارے لشکر کا آدمی نہیں معلوم ہوتا اگر ہمارا آدمی ہوتا تو دُوسروں کی طرح کام میں مشغول ہوتا اُس کو میرے پاس لاؤ۔ عبداللہ بن مطیع نے ابراہیم کو مصعب کے سامنے حاضر کیا اور کہا امیر کو سلام کرو۔ ابراہیم نے کوئی جواب نہ دیا مصعب کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ اُس کو گرفتار کر لو یہ ابراہیم کا جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ ابراہیم نے دل ہی دل میں دُعا کی کہ خداوند اس ملعون کے دل اور آنکھوں کو اندھا کر دے تو ہر شے پر قہار ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ مصعب نے میرے بازو پر ایک گھونسا مارا اور پوچھا تو کون ہے اور یہاں کیسے آیا ہے۔ میں نے کہا میں ایک غریب عرب ہوں جب آپ نے عرب سے فوج طلب کی میں بھی آگیا مجھے نہیں معلوم کہ کیا خدمت بجالانی چاہیئے۔ مصعب نے ابن مطیع سے کہا کہ اس کو حراست میں رکھو کل پیش کرنا پھر تیش کر لوں گا۔ اُس نے عامر بن مرہ کے پُرد کیا عامر نے اپنے خیمہ میں لے جا کر قید کر دیا۔

عامر ابراہیم کو قید کر کے خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ شراب پینے میں مشغول ہوا۔ جب سب خوب مدہوش ہو گئے تو ابراہیم قید سے نکل کر ایک گوشہ میں گئے اور لباس تبدیل کیا اور خدا کو یاد کرنے لگے صبح ہوئی تو مصعب نے عبداللہ ابن مطیع سے کہا کہ اُس شخص کو حاضر کرو۔ عبداللہ نے عامر کو جا کر حکم دیا کہ اُس جاسوس کو امیر کے سامنے حاضر کرے۔ عامر گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو

گھوڑا قابو میں نہ آیا تو اُس نے کہا تجھ پر اور شیعیان علیؑ پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ سن کر ابراہیم کو تاب نہ رہی اور خیمہ سے نکل کر تلوار سے اُس کا سر اڑا دیا اور اپنے لشکر کی جانب روانہ ہوئے۔ اپنے لشکر میں پہنچے تو سب اہل فوج بہت خوش ہوئے۔ ابراہیم نے ساری روئیدار دُسنائی۔ پھر مصعب بن زبیر کو ایک خط لکھا کہ اے ابن زبیر واضح ہو کہ تو نے جس شخص کے بازو پر کل رات گھونسا مارا تھا وہ میں ابراہیم بن مالک اُشتر تھا۔ آج دیکھنا کہ تجھ کو اور تیرے ہمراہیوں کو کس طرح خاک میں ملاتا ہوں۔

پھر اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ طبل جنگ بجا اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے ابراہیم خود میدان میں آئے اور مصعب بن زبیر کی فوج پر حملہ کیا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے اپنے لشکر میں واپس آئے مصعب کو خوف ہوا کہ اگر اسی طرح ابراہیم نے ایک اور حملہ کیا تو ہماری فوج ضرور پسپا ہو جائے گی لہذا اپنی فوج کو حکم دیا کہ سب سوار پیدل ہو جائیں اور یکبارگی حملہ کر دیں۔ ابراہیم نے بھی اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ مصعب کی طرف سے تیروں کی سخت بارش ہونے لگی ابراہیم کی فوج تاب نہ لاسکی اور اُن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ میدان میں ابراہیم، عبداللہ کامل، احمر بن شعیط، زید بن انس، ورقاء بن غائب اور چند دوسرے سرداروں کے سوا اور کوئی نہ بھڑا۔ ابراہیم نے اپنی فوج کو آواز دی کہ یا لثارات الحسین کہاں بھاگتے ہو۔ ہمت نہ ہارو۔ دشمنوں کو تلواروں کے نیچے رکھ لو۔ فوج نے دیکھا ابراہیم جانفشانی میں مشغول ہیں پلٹ پڑی اور ابراہیم کے گرد سب جمع ہو کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے مصعب کی فوج کے پیر اکھڑ گئے مگر مصعب نے روکا اور دوبارہ فوج کی صف آرائی کی۔ ابراہیم شیر غضبناک کی طرح میدان میں جھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہے کوئی جو میرے مقابلہ پر آئے۔ مصعب نے عبداللہ بن مطیع کو غیرت دلائی کہ ابراہیم کے مقابلہ پر تو جا کیونکہ اُس کے مقابلہ کا میرے لشکر میں کوئی نہیں اور اب تو وہ بہت لڑ کر تھک چکا ہے۔ پس مطیع مجبوراً گھوڑے پر سوار ہو کر ابراہیم کے مقابلہ پر آیا اور کہا آج تجھ کو قتل کر دوں گا۔ ابراہیم نے کہا اے ملعون

مُختار نے جو تیرے ساتھ نیکی کی تھی اُس کا تو نے یہ بدلا دیا حالانکہ تو نے اُن کی مخالفت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن بداصل سے وفا کی توقع نہیں کی جاسکتی میں اگر چاہتا تو کل رات تجھ کو قتل کر دیتا لیکن تو سوراخا تھا اور میری غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ سوتے ہوئے پر ہاتھ اٹھاؤں۔ یہ کوئی مردانگی نہ تھی۔ یہ کہہ کر اُس پر حملہ کیا اور تھوڑی رو دو بدل کے بعد ابراہیم نے یا محمد اور یا علی کہہ کر تلوار کا وہ تلا ہوا ہاتھ مارا کہ پسر مطیع سر سے ناف تک دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ ابراہیم نے لغرہ تکبیر بلند کیا۔ مصعب کے چہرہ پر مردنی چھا گئی اور اپنے لشکر کو ہمت دلائی کہ رات ہونے تک لڑتے رہو ابراہیم کے مقابلہ سے ہرگز مت بھاگنا ورنہ وہ کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ رات کے اندھیرے میں بصرہ کو نکل چلیں گے۔ ابراہیم بھی سمجھ چکے تھے کہ مصعب عاجز آگیا ہے اپنی فوج کو پچا لاکہ بہادر و دشمن پر اکبار کی ٹوٹ پڑو میدان تمہارے ہاتھ ہے۔ یہ سننے ہی سب نے سخت حملہ کیا اور دشمنوں کی لاشوں سے میدان پاٹ دیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مصعب کا لشکر بھاگ نکلا۔ مصعب بھی جان بچا کر بھاگا۔ ابراہیم نے بصرہ تک اُس کا تعاقب کیا مصعب وہاں سے بھی جنگل کی طرف بھاگا۔ ابراہیم بصرہ سے پلٹے تو مخالف کا باقیماندہ تمام سامان لوٹ لیا اور مظفر و منصور مختار کے پاس کوٹہ واپس آئے۔ اور تمام مال غنیمت مختار کے سامنے پیش کیا اور ساری روئیداد بیان کی۔ جناب مختار بہت خوش ہوئے اور مال غنیمت میں سے سب سے پہلے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کا حصہ الگ کیا باقی تمام مجاہدوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر تین ہزار تین سو قیدی پیش کئے۔ جناب مختار نے اُن کے کان چھدوا کر اور اُن کی پیشانیوں پر نشان لگوا کر سب کو رہا کر دیا۔ اور اس عظیم الشان فتح کے شکر یہ میں ستر روزے رکھے اور پانچ ہزار درم عربا و مساکین میں تقسیم کئے۔

(بحوالہ روضۃ المجاہدین)

لشکر شام سے مختار کی جنگ

مصعب بن زبیر نے بھاگ کر ایک جنگل میں پناہ لی اُس کے لشکر والے جو تھوڑے بہت بچ گئے تھے تلاش کرتے ہوئے اُس کے پاس پہنچے تین دن کے بعد اُس کو خبر ملی کہ ابراہیم بصرہ سے واپس کوئہ چلا گیا تو خود مع اپنے ہمراہیوں کے بصرہ آیا اور وہاں سے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو مدد کے لئے لکھا مگر اُس نے صاف جواب دیدیا کہ میں خود چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں۔ طائف اور یمن کے باشندے مجھ سے برسرِ پُرخاش ہیں اگر ولایت عراق کا طالب ہے تو خود کوشش کر مجھ سے کوئی اُمید نہ رکھ اگر تجھ سے ممکن نہیں مکہ میں آکر قیام کر جب میں اس کام سے فارغ ہوں گا تو ہم دونوں مل کر عراق حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

مصعب یہ جواب پڑھ کر بہت مایوس ہوا۔ پھر ایک خط عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ ”ایک خارجی مختار بن عبیدہ ثقفی نے البتراء کے شیعوں کو جمع کر کے عراق سے ہم پر خروج کیا ہے اور ہم کو شکست دیدی ہے آپ میری امداد کیجئے اور لشکر بھیج دیجئے تاکہ کوئہ و عراق کو اُس سے واپس لے لوں اور آپ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دوں۔ میں ہمیشہ آپ کا تابعدار رہوں گا۔“

عبدالملک یہ خط پڑھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ سکہ اور خطبہ اُس کے نام کا جاری کرنے کا وعدہ تھا اُس نے ستر ہزار فوج سے مدد کرنے کا وعدہ کیا اور ابن زیاد کے نام خط لکھا کہ ”تیرے دوست عبداللہ بن مطیع کو ابراہیم نے قتل کر دیا اور اُس کا سر نیزہ پر چڑھا کر کوئہ میں تشہیر کیا۔ جلد مختار کی طرف متوجہ ہو اور عبداللہ بن مطیع کا انتقام لے۔“

یہ خط پڑھ کر ابن زیاد کی آنکھوں میں دُنیا سیاہ ہو گئی۔ اُس نے عبدالملک کو لکھا کہ میں لشکر جمع کر کے ابراہیم و مختار سے جنگ کر دوں گا اور اُن کے سر کاٹ کر مکہ کو روانہ کر دوں گا

جیسا کہ حسین بن علیؑ کا سر نیزہ کے پاس بھیجا تھا۔ عبد الملک نے لکھا کہ تو اپنی جگہ بٹھرا رہا۔ میں فوج روانہ کرتا ہوں۔“ پھر جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ :-

”کوفہ میں مختار بن عبیدہ ثقفی نے خروج کیا ہے۔ اُس کے مددگار شیعیاں علی ہو گئے ہیں وہ خون حسینؑ کے انتقام میں دشمنان البو تراب کو قتل کرتا ہے۔ تم میں ایسا کون ہے جو علیؑ کا کمال دشمن ہو۔ میں اُسے بیشمار لشکر دے کر کوفہ روانہ کروں گا تاکہ وہ مختار و ابراہیم کا سر میرے پاس لائے اور شیعیاں علی کو نیست و نابود کرے۔“

اُس کی یہ تقریر سُن کر اُس کا چچا زاد بھائی عامر بن ربیعہ تیار ہوا۔ عبد الملک نے ستر ہزار فوج دے کر کوفہ روانہ کیا۔ وہ نہایت تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا کوفہ سے دس فرسخ کے فاصلہ پر جا کر بٹھرا۔ اور ہر طرف کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی کوفہ نہ پہنچنے پائے اور ایک جاؤس کوفہ روانہ کیا تاکہ مختار کے حالات سے مکمل طور پر مطلع کرے۔

جناب مختار اُس کے آنے سے بے خبر تھے وہ اپنے کچھ لوگوں کے ہمراہ کوفہ سے باہر آکر کچھ دیر گشت کیا کرتے تھے حسب معمول ایک روز جب کوفہ سے باہر نکلے تو ایک شخص کو اُونٹ پر سوار غیر معروف راہ سے کوفہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ مختار نے حکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ وہ حاضر کیا گیا۔ مختار نے اُس سے پوچھا تو گدھر سے آتا ہے تو کون ہے اور کہاں کا ارادہ ہے۔ وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اور ڈرتے ڈرتے بولا اے امیر میں اپنے قبیلے سے آتا ہوں اور کوفہ میں اپنے عزیزوں کے پاس جا رہا ہوں۔ مختار مسکرائے اور فرمایا مجھ پر تیرا فریب نہیں چل سکتا۔ سچ سچ بیان کرو ورنہ تیری گردن اڑا دی جائے گی۔ یہ سُن کر اُس پر وہ ہشت طاری ہو گئی اور صاف صاف بیان کر دیا کہ میں قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہوں۔ عبد الملک نے عامر بن ربیعہ کو ستر ہزار سوار دے کر آپ سے جنگ کرنے بھیجا ہے وہ کوفہ سے دس فرسخ کے فاصلہ پر قیم ہے اُس کے لشکر میں ایک شخص طلحہ ازدی ہے اُس نے اُن ازدیوں کے پاس مجھ کو بھیجا ہے جو آپ کے لشکر میں ملازم ہیں۔ مختار نے کہا میرے لشکر میں کوئی ازدی نہیں ہے پھر اپنے لشکر کے

نقیبوں کو بلا کر پوچھا معلوم ہوا کہ ایک شخص ازدی میں سے ہے مختار نے اُسی وقت اس ازدی کو بلا کر پوچھا کہ تیرا نام میرے دفتر میں لکھا ہوا ہے اُس نے کہا نہیں۔ پوچھا کیا میں نے کبھی معرکے میں تجھ کو بھیجا ہے؟ کہا نہیں۔ تب مختار نے کہا تو جہاں چاہے چلا جا مجھ سے تیرا کوئی واسطہ نہیں پھر اُس ازدی شتر سوار کو خلعت فاخرہ دے کر پوچھا اب تیرا کیا ارادہ ہے اُس نے کہا میں اپنے لشکر میں جا کر علیہ کو بتاؤں گا کہ وہاں کوئی ازدی نہیں ہے۔ ایک شخص تھا بھی تو اُس کو مختار نے میرے سامنے علیحدہ کر دیا۔ مختار نے پوچھا کہ اگر وہ میرے لشکر کی تعداد پوچھے تو؟ اُس نے کہا میں ایک لاکھ بتاؤں گا مختار نے کہا نہیں۔ ہرگز جھوٹ نہ بولنا بلکہ صرف تیس ہزار بیان کرنا اُس نے کہا بہت اچھا ایسا ہی کہوں گا اس کے بعد وہ عامر کے لشکر میں واپس گیا۔ عامر نے پوچھا کیا خبر لایا ہے اُس نے کہا لوگ گرفتار کر کے مجھ کو مختار کے پاس لے گئے پھر جو کچھ گذرا تھا بیان کیا۔ اور کہا مختار کے پاس صرف تیس ہزار کا لشکر ہے۔ عامر نے کہا مختار کے ہمنشین ہمدہ ازدی ہیں جنہوں نے میرے پاس خفیہ طور پر خط بھیجے ہیں اور وعدہ کیا ہے کہ لڑائی کے وقت ہم مختار کو گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے۔ کیونکہ اُس نے ہمارے چچا زاد بھائی کو قتل کر دیا ہے اگرچہ ہم مختار کے ساتھ ہیں لیکن دل سے تمہارے طرفدار ہیں۔ پھر نام بنام ہر ایک کا ذکر کیا۔ اور پوچھا کہ کیا تجھ سے ممکن ہے کہ میرا خط ان ازدیوں کو پہنچا دے اُس نے اعرابی نے کہا کیوں نہیں؟ تمہارا کام اگر پورا ہو جائے تو میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ مگر مختار کو تمہارے آنے کی اطلاع ہو گئی ہے۔ وہ روزانہ کوئٹہ سے نکل کر گشت کرتا ہے اور جا بجا پہرے لگا دیئے ہیں مجھ کو لوگ پکڑ کر اُس کے پاس لے گئے اور اُس نے پوچھا کہ اب کیوں آیا تو کوئی حیلہ بہانا کر دوں گا لیکن اگر تلاشی میں میرے پاس سے تیرا خط نکل آیا تو مختار مجھ کو اور میری قوم کو فنا کر دے گا۔ عامر نے کہا ایک ترکیب بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ جب کوئٹہ پہنچنا اپنے اوٹ سے اتر کر اوٹ کو کسی کے سپرد کر دینا اور پیدل کوئٹہ کو روانہ ہو جانا جب کوئی پکڑ کر تجھے مختار کے پاس لے جائے تو وہ تجھ سے ضرور پوچھے گا کہ تیرے اس قدر جلد

واپس آنے کا کیا سبب ہے تو کہنا کہ عامر نے وہ خلعت بچھے پہنے ہوئے دیکھا جو آپ نے عطا کیا تھا تو بہت غضبناک ہوا اور کہا تو راضی ہو گیا ہے ورنہ مختار تجھ کو ہرگز خلعت نہ دیتا۔ پھر اُس نے میرے قتل کا حکم دے دیا مگر بنی انباز نے میری سفارش کی تو جان بچی وہاں سے بھاگ کر آیا ہوں تاکہ ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہوں۔ پھر موقع پا کر یہ خط اُن چودہ از دیوں کو پہنچا دینا پھر دوسرے ہی روز وہ مختار کا کام تمام کر دیں گے۔ یہ کہہ کر ہزار درم دیئے اور وعدہ کیا کہ اس کام کو انجام دیکھا تو انعام و اکرام سے مالا مال کر دوں گا۔

پھر عامر نے اُن از دیوں کے نام اس مضمون کا خط لکھا :-

”اما بعد۔ واضح ہو کہ تمہاری اولاد اور عورتیں میری حفاظت میں ہیں۔ تم کو لازم ہے کہ جب دونوں لشکر باہم صف آراء ہوں تو مختار کو قتل کر کے میرے پاس چلے آنا میں تم کو مروان سے کسی مقام کی حکومت اور خلعت اور نقد انعام دلاؤں گا۔ اور مختار کا تمام خزانہ بھی تم کو دیدیا جائے گا۔“

خط تمام کر کے اُس اعرابی کو دیا اُس نے پُرانے کپڑے پہن کر کوفہ کی راہ لی۔ اور عامر کی ہدایت کے بموجب اونٹ سے اتر کر پیادہ روانہ ہوا۔ مختار حسب معمول کوفہ سے باہر گشت کر رہے تھے اعرابی کو آتا ہوا دیکھ کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ وہ قریب آیا تو مختار نے پوچھا تجھ پر کیا آفت آئی جو اس حال خراب سے واپس آیا۔ اعرابی نے وہ تمام فریب کی باتیں بیان کیں جو عامر نے سکھائی تھیں۔ مختار نے کہا تو مطمئن رہ میں امید داروں کو نا امید نہیں کیا کرتا۔ پھر پانچ ہزار درم اور بیس جوڑے عطا کئے اور کہا تیرا دل چاہے میرے پاس رہ یا جہاں چاہے چلا جا۔ اُس اعرابی نے جب یہ عنایت مختار کی دیکھی دل میں کہا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ یونین کا لشکر ہے اور وہ منافقوں کی فوج ہے۔ اس لشکر کے لوگ نماز روزہ اور اچھی باتوں میں مشغول رہتے ہیں اور شامیوں کو سوائے شراب خوری اور بدکاری کے نماز و روزہ اور کسی نیک عمل سے واسطہ نہیں۔ اب مختار سے مکر و فریب کرنا

رذالت ہے۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا اور کہا اے امیر میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مختار نے کہا نہایت آزادی سے کہو۔ اعرابی نے عامر کا تمام راز اور سازشوں کا حال مفصل کہہ سنایا اور اُس کا خط نکال کر مختار کے سامنے رکھ دیا اور کہا یہ سب میں نے ثوابِ آخرت حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔ مختار نے اعرابی کو دعائیں دیں اور وہیں خاک پر سجدہ شکر ادا کیا پھر ابراہیم کو عامر کے فریب سے آگاہ کیا۔ اور وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آئے۔

وہ چودہ منافقین مختار کے ساتھ ہر وقت سایہ کی طرح رہا کرتے تھے۔ مختار نے سوچا کہ اُن کو آزمانا چاہیئے مختار نے اپنے ہتھیار اُتار دیئے اور صرف کپڑے پہنے کھڑے ہو گئے اور ابراہیم سے بھی کہا کہ تم بھی اپنے ہتھیار اُتار دو ابراہیم نے اپنے جسم سے ہتھیار الگ کر دیئے۔ یہ دیکھ کر وہ چودہ غدار سمجھ گئے کہ مختار کا کیا مطلب ہے۔ پھر مختار نے اپنے تمام لشکر کو حکم دیا کہ سب اپنے ہتھیار اُتار دیں۔ سب نے حکم کی تعمیل کی مگر اُن چودہ از دیلوں نے اپنے ہتھیار نہیں اُتارے۔ مختار نے یہ ترکیب اس لئے کی تاکہ وہ غدار نمایاں ہو جائیں۔ اور اُن کا خون بغیر سمجھے ہوئے نہ کیا جائے۔ اب مختار کو معلوم ہو گیا کہ وہ فرمانبردار نہیں ہیں لہذا اُن سب کو قتل کر دیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر اُس اعرابی کو اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

اس کے بعد اُس اعرابی نے کہا اے امیر اگر آپ چاہیں تو عامر کو گرفتار کر کے آپ کے سپرد کر سکتا ہوں۔ پوچھا کیونکر؟ کہا آپ میرے ساتھ چلیں اُس کے لشکر سے کچھ فاصلہ پر بٹھ جائیں۔ میں تنہا جا کر عامر سے کہوں گا کہ اُن چودہ آدمیوں کو تمہارا خط پہنچا دیا انہوں نے اپنے ایک آدمی کو میرے ساتھ بھیجا ہے کہ تم اُس کے سامنے عہد شکنی نہ کرنے کا عہد و پیمان کر کے حلف اٹھاؤ اور جب وہ مختار کو قتل کر دیں گے تو جو وعدہ تم نے اُن سے کیا ہے ضرور پورا کرو گے۔ وہ آدمی تھوڑے فاصلہ پر کھڑا ہے اور تمہارا منتظر ہے۔ اس طرح اُس کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔ مختار نے کہا بات تو ٹھیک ہے لیکن سب مجھ کو پہچانتے ہیں۔ میرا جانا قرین مصلحت نہیں اور کوفہ واپس آگئے۔ یہاں پہنچ کر ابراہیم اُس کو اپنے گھر

لے گئے اور کھانے سے فارغ ہو کر اُس مرد ازدی سے کہا اے بھائی تو نے مختار سے جو بات کہی تھی اُس کا امکان نہیں وہ لشکر میں نہیں جاسکتے میں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ مرد ازدی نے کہا بہتر ہے آپ ہی چلئے۔ ابراہیم نے ازدیوں کا سالباس پہنا اور اُس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ عامر کے لشکر کے قریب پہنچ کر اعرابی نے اُن سے کہا آپ یہیں ٹھہریں میں عامر کو آپ کے پاس بلا لاتا ہوں۔ اسی اثناء میں عامر کے لشکر کے طلائیہ کی ایک جماعت اُن کے پاس آگئی اور پوچھا تم کون لوگ ہو۔ ازدی اُن کے پاس گیا اور کہا میں تمہارے رفیقوں میں سے ہوں مجھ کو عامر نے قاصد بنا کر بھیجا تھا۔ اُن لوگوں نے اس کو پہچان لیا اور پوچھا کہ یہ دوسرا شخص کون ہے اُس نے کہا میرا چچا زاد بھائی ہے۔ طلائیہ کے لوگوں نے کہا ہم کو امیر کا حکم ہے کہ کسی اجنبی کو دیکھو تو میرے پاس لاؤ۔ لہذا ہم اس کو ضرور عامر کے پاس لے جائیں گے۔ الغرض دونوں کو عامر کے سامنے پیش کیا۔ عامر نے ابراہیم کو پہچان لیا اور کہا اے پسر مالک اب تو میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جاسکتا یہ مرد ازدی تھے کو میرے پاس قتل کرانے لایا ہے۔ ابراہیم نے کہا میں تجھے قتل کرنے آیا ہوں اور خدا نے چاہا تو میں ہی تجھے قتل کروں گا۔ عامر نے کہا کہ قبل اس کے کہ تیری یہ آرزو پوری ہو میں تجھ کو ہی ختم کئے دیتا ہوں یہ کہہ کر جلاّد کو حکم دیا کہ ان دونوں کے سر اڑا دے۔ اُسی وقت عامر کا ایک ہم نشین آگیا اور اُس نے جلاّد سے چلا کر کہا ٹھہر جا۔ میں عامر سے اُس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ عامر نے بھی جلاّد کو روک دیا۔ اُس شخص نے کہا اے سردار ابراہیم ایک شجاع دیہادر شخص ہے اور عراق دشام میں مشہور ہے، اگر اس وقت شلب میں آپ اس کو قتل کر دیں گے تو کسی کو یقین نہ آئے گا کہ آپ نے ابراہیم کو قتل کیا ہے۔ لہذا آج اس کو حراست میں رکھئے اور کل صبح کو تمام لشکر کے سامنے قتل کیجئے گا۔ مختار کو معلوم ہو گا تو اُس کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ پھر اُس پر آسانی سے فتح حاصل ہو جائے گی۔ عامر نے اُس کی رائے پسند کی پھر ایک شخص کو جس کے ماتحت ہزار سوار تھے، طلب کر کے ابراہیم اور مرد ازدی کو سپرد کیا۔ اور تاکید کی کہ بہت نگرانی کے ساتھ حراست

میں رکھنا۔

وہ شخص دونوں کو اپنے خیمہ میں لایا اور زنجیروں میں جکڑ دیا اور ہزار جوانوں کو پہرے پر لگا دیا جب نصف شب گزری تو بقدرتِ خدا سب پر نیند غالب آگئی اور سب سو گئے صرف ایک شخص جاگ رہا تھا اُس نے ابراہیم کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اُس کے دل میں ابراہیم کی محبت پیدا ہو گئی اور اُس نے اگر کہا اے بھائی آج سے پہلے میں تم کو بہت دشمن رکھتا تھا لیکن اس وقت تمہاری طرف سے دل میں ایک لگاؤ پیدا ہو گیا ہے اور تمہارے ایسے خدا پرست کی مدد کرنا سعادت سمجھتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تمہیں رہا کر دوں لیکن دوسرے پاسانوں سے اندیشہ ہے ابراہیم نے کہا تم میری زنجیروں کو کھول دو۔ یقین ہے کہ تمہارا یہ فعل تمہارے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ کیونکہ خداوندِ عالم غفور رحیم ہے۔ اُس محافظ نے زمین سے مینیں نکال دیں اور اُن کے بدن سے زنجیریں علیحدہ کر دیں اور اُن کو ہتھیار دے کر کہا جلد یہاں سے نکل جاؤ تاکہ میں نے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر سوچی ہے عمل میں لاؤں۔ ابراہیم نے اپنے ساتھی ازدی کا ہاتھ پکڑا اور اُس محافظ کو دعا دیتے ہوئے دشمن کے لشکر سے نکل گئے۔

ادھر اُس محافظ نے جب سمجھ لیا کہ وہ دُور نکل گئے ہوں گے تو شور و غل مچانے لگا کہ قیدی خدا جانے کیسے بھاگ گئے یہ شور سن کر دوسرے محافظ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور ادھر ادھر اُن کی تلاش میں دوڑنے لگے۔ عامر کو جب معلوم ہوا تو خود سوار ہو کر حاجب کے پاس آیا اور پوچھا کہ وہ لوگ کس طرح فرار ہو گئے۔ اُس نے کہا اُن کو نہایت سختی کے ساتھ زنجیروں میں کس دیا گیا تھا رات بھر وہ دونوں روتے رہے۔ میں اُن کی آوازیں برابر سُنتا رہا ہوں۔ دفعتاً رونے اور کراہنے کی آوازیں بند ہو گئیں تو میں اپنے مقام سے اُٹھ کر ان کو دیکھنے کے لئے آیا کہ یہ دونوں کیوں خاموش ہو گئے۔ جب میں اُس مقام پر پہنچا تو اُن کو نہ پایا اُسی وقت میں نے شور مچا دیا۔ اے امیر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا وہ دوست جس نے تجھے رائے دی تھی کہ شب میں ابراہیم کو نہ قتل کرو۔ اُسی نے کسی ترکیب سے اُن کو رہا کر دیا۔ عامر کو یقین آ گیا

اور اُس نے اپنے اُس دوست کو بلا بھیجا۔ اور کہا تُو نے دوستی کے پردے میں دشمنی کی یہ لڑی دی کہ ابراہیم کو شب کے وقت موت قتل کرو اور سازش کر کے اُس کو رہا کر دیا۔ اُس شخص نے قسم کھائی اور ہر چند اپنی صفائی پیش کی مگر عامر نے ایک نہ سنی اور جلا د کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دے۔ اس کے بعد وہ خود سوار ہو کر ابراہیم کی تلاش میں چل کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لشکر کے لوگ بھی ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

حضرت ابراہیم اور ازدی کو ذہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ انہوں نے سمجھا کہ عامر کا لشکر ہماری گرفتاری کے لئے آ رہا ہے۔ ازدی نے کہا سامنے کے اس جنگل میں چھپ جانا چاہیئے۔ ابراہیم نے فرمایا سیدھے راستہ پر چلو۔ تاکہ صاف راستہ ہونے کی وجہ سے بھاگنا بھی ممکن ہو لیکن ازدی نے جنگل ہی میں پناہ لینا مناسب سمجھا اور کہا میں تو جنگل ہی میں جاتا ہوں اور وہ چلا گیا۔ جناب ابراہیم راہ راست پر روانہ ہو گئے اب گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں قریب معلوم ہونے لگیں تو جناب ابراہیم نے بھاگنا شروع کیا۔ اور صبح ہونے تک بھاگتے رہے۔ صبح ہو گئی تو آپ ایک گھنے درخت پر چڑھ گئے اور اُس کے پتوں میں چھپ کر عامر کے لشکر کو دیکھنے لگے۔ وہ سب اُس درخت کے نیچے سے بار بار گزر کر ادھر ادھر بھاگتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور گرمی کی شدت سے عامر کے لشکر والے مھوک اور پیاس سے نڈھال ہو کر ایک طرف چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد اُسی درخت کے سایہ میں ایک سوار پناہ کے لئے آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ شدتِ عطش سے بدحواس تھا۔

حضرت ابراہیم نے درخت ہی پر سے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی کوئی اور دشمن دُور تک نظر نہ آیا انہوں نے عامر کو پہچان لیا اور آہستہ آہستہ درخت سے اترے اور حبت کر کے عامر کی گردن پکڑ لی اور اُسے زمین پر ٹپک دیا۔ اُس نے پوچھا ”تو کون ہے؟“ ابراہیم نے فرمایا اولوہون تو مجھے اب نہیں پہچانتا میں ابراہیم بن مالک اُشر ہوں تجھے یاد نہیں کہ کل شنب میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کرنے آیا ہوں تو تو ہنس رہا تھا۔ پھر اُس کو ذبح کر ڈالا۔ اُس کا سر لے کر

اُس کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے اور کوہِ روانہ ہو گئے۔

مرد ازدی کے ہمراہ جناب ابراہیم کی روانگی کے بعد کسی مقصد کے لئے جناب مختار تیس ہزار سوار لے کر چہرہ کوجا رہے تھے کہ دیکھا ایک شخص نہایت تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے سارے لشکر کی نگاہیں اُس کی طرف مڑ گئیں دیکھا کہ جناب ابراہیم چلے آ رہے ہیں اور اُن کے ہاتھ میں ایک سر ہے۔ جناب ابراہیم نے یا ثارات الحسین کا نعرہ لگایا اور عامر بن ربیعہ کا سر مختار کے سامنے ڈال دیا۔ جناب مختار گھوڑے سے اتر پڑے اور حضرت ابراہیم کو گلے لگایا شیعیاں علی اُن کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔

پھر حضرت مختار نے اُن سے پوری سرگذشت دریافت کی جناب ابراہیم نے بالتفصیل تمام حالات بیان کئے۔ مختار نے اُس ازدی کا حال دریافت کیا۔ جناب ابراہیم نے کہا وہ رہائی کے بعد تھوڑی دور تک ساتھ رہا پھر ایک جنگل میں پناہ لینے کے لئے چلا گیا۔ اب معلوم نہیں کہ اُس پر کیا گزری۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک سوار آتا ہوا نظر آیا جب غور سے دیکھا تو وہی مرد ازدی تھا وہ تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اُس کے ہاتھ میں اُس جلا کا سر تھا جس کو عامر نے ابراہیم کے قتل کا حکم دیا تھا اور جس نے بیشمار دوستان علی کو قتل کیا تھا۔ اُس کا نام ”سیاف“ تھا۔ ازدی نے وہ سر جناب مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ مختار نے ازدی سے پوچھا کہ تم نے اُس کو کس طرح قتل کیا۔ ازدی نے کہا۔ اے امیر جب میں ابراہیم سے علیحدہ ہو کر جنگل میں روانہ ہوا تو تھوڑی دور دوڑ کر اور تھوڑی دور آہستہ چل کر راستہ طے کر رہا تھا کہ زوال کا وقت آگیا اور گرمی کی شدت سے ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھ گیا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ یہ شخص گھوڑے پر سوار آیا پیاس سے مڑھال تھا اشارہ سے مجھ سے پانی مانگا میں نے پہچان لیا کہ یہ جلا دیسیاف ہے میں نے دوڑ کر اُس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور اُس کا سر کاٹ کر اُسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ پھر جناب ابراہیم اور ازدی نے جناب مختار سے کہا کہ اب

ہم کو اُس دربان کی رہائی کی کوشش کرنی چاہیئے جس نے ہم دونوں کی جان بچائی ہے اور ہماری بیخیریں کھول کر ہم کو رہا کر دیا تھا۔

دربان کی آمد

ابھی یہ ذکر ہو رہا تھا کہ ایک سوار اور آتا ہوا دکھائی دیا اُس کے ہاتھ میں بھی دشمن کا ایک سر تھا۔ اُس نے بھی اگر وہ سر جناب مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ جناب ابراہیم نے اُس کو پہچانا اور اُس سے بے فکر ہوئے۔ پھر جناب مختار کو بتایا کہ یہ وہی دربان ہے جس نے ہم لوگوں کو رہا کیا تھا جس کے لئے ہم کہہ رہے تھے کہ اُس کی رہائی کے لئے عامر کے لشکر پر حملہ کرنا چاہیئے۔ جناب مختار نے اُس کا بڑا احترام کیا اور عطا بخشش سے اُس کو سرفراز فرمایا۔ اور پوچھا کہ تم نے اس ملعون کو کس طرح قتل کیا۔ اُس نے بیان کرنا شروع کیا کہ اے امیر کل رات جب میں نے ابراہیم اور ازدی کو رہا کر دیا تو عامر نے کسی قدر تلاش و جستجو کے بعد مجھے ازدیوں کے سردار کے سپرد کیا کہ اگر ابراہیم کا پتہ چل گیا اور وہ گرفتار ہو گیا تب تو اس کو چھوڑ دوں گا ورنہ ضرور قتل کر دوں گا تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو اور پھر کوئی ایسی نیک حرامی نہ کرے یہ کہہ کر عامر سوار ہو کر چلا گیا۔ صبح ہوئی تو وہاں میں نے لشکر کے ایک متنفذ کو نہ پایا فقط میں اور یہ ازدیوں کا سردار تھے جس کی سپردگی میں عامر مجھے دے گیا تھا۔ میں نے موقع پا کر ایک تلوار اٹھائی اور ایک ہی وار میں اُس کا سر قلم کر دیا۔ اور اُسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

مقتول عامر بن ربیعہ کے لشکر پر مختار کا حملہ

جب جناب ابراہیم، ازدی اور دربان سب جمع ہو گئے تو سب نے مختار سے کہا کہ اے امیر اب عامر کے لشکر پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ اور یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ اُس کے لشکر کا ایک متنفذ بھی زندہ نہ بچنے پائے۔ جناب مختار نے فرمایا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

اس کے بعد جناب مختار نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور خود بھی سلاح جنگ سے آراستہ ہوئے اور تیس ہزار کا لشکر لئے ہوئے عامر کے لشکر گاہ کی طرف چل پڑے۔ اور

اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں عامر کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ لوگ بھی تیار ہو کر مقابلہ پر آ گئے۔ جناب مختار کے لشکر نے یا ثنات الحسین کا فرہ لگایا اور عامر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکر باہم کٹھ گئے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ خون کے دریا بہہ گئے۔ جناب مختار خود اور جناب ابراہیم۔ عبد اللہ کامل۔ احمد بن شعیط اور یزید بن انس سب اپنی تلواروں کے جوہر دکھا رہے تھے۔ عامر کا ستر ہزار کا لشکر ان بہادروں کے حملہ کی تاب نہ لایا اور پچیس ہزار دشمنان اسلام قتل ہو گئے باقی بھاگ کر جنگوں میں جا چھپے اور زخموں سے چور ہونے کے سبب وہیں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ صرف چار ہزار اشخاص زخمی و شق واپس پہنچے۔ جناب مختار بے شمار سردار بے حساب مال غنیمت لئے ہوئے کوفہ واپس گئے۔ کوفہ پہنچ کر مال غنیمت اپنے لشکر والوں پر تقسیم کر دیا اور خصوصیت سے اُس مرد اذی کو مال مال کر دیا۔ (بحوالہ روضۃ المجاہدین و نور الابصار وغیرہ)

مختار اور ابراہیم کی سیاست

عامر بن ربیعہ کی مہم سے فرصت پا کر مختار نے ارادہ کیا کہ کوفہ میں مقیم قاتلان حسین کو قتل و برباد کریں۔ اسی عرصہ میں خبر ملی کہ عبد الملک بن مروان نے ایک بہت بڑی فوج عبید اللہ بن زیاد کی سرکردگی میں موصل کی طرف اس غرض سے بھیجی ہے کہ مختار پر حملہ کرے، مگر مختار چاہتے تھے کہ قاتلان امام سے انتقام لیں جو کوفہ میں مقیم ہیں اور ان کی قوت روز بروز بڑھتی جاتی ہے ابراہیم کو جب مختار کے اس ارادہ اور نیت سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے اتفاق نہ کیا اور کہا اے امیر آپ ان لوگوں پر ہرگز ہاتھ نہ ڈالئے کیونکہ جن لوگوں سے ہم سید الشہدا کا انتقام لینا چاہتے ہیں وہ سب کوفہ کے سربراہ اور وہ اور ذی اثر لوگ ہیں اگر ابھی ان پر کچھ بھی دباؤ ڈالا گیا تو یہ اندیشہ ہے کہ اکبر الکی وہ لوگ آپ سے بگڑ کر لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہماری تمام محنت ضائع ہو جائے گی۔ تب مختار نے پوچھا پھر کیا کرنا چاہیئے۔ ابراہیم نے کہا کہ سر دست میری یہ رائے ہے کہ قاتلان حسین کو علیحدہ علیحدہ بلا کر بظاہر ان کی خاطر داری کیجئے اور ان کے حسب مراتب

خلعت و انعام عطا کر کے اُن کو یقین دلائے کہ جو کچھ اب تک ہم نے کیا ہے اور اہل شام سے جو جنگ و پیکار کی ہے اُس سے میری غرض صرف حصول اقتدار و سلطنت تھی۔ طلب خونِ حسینؑ کا تو ایک بہانا تھا۔ آپ لوگ خوب یہ اطمینان کر لیں کہ اگر مجھے ایک روٹی بھی میسر آئے گی تو بغیر آپ لوگوں کو کھلائے ہوئے نہیں کھاؤں گا۔ اس طرح وہ لوگ آپ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور آپ کے خلاف کوشش کرنے سے باز رہیں گے۔ پھر جب ہم کو پورے طور سے قوت حاصل ہو جائے گی تو ایک ایک کر کے ہم اُن کا صفایا کر دیں گے۔

مختار کو ابراہیم کی یہ رائے پسند آئی اور اُسی وقت محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمن کو جو کوفہ میں موجود تھا بلا بھیجا۔ وہ آیا تو اُس کی بڑی خاطر و مدارات کی اور نہایت بیش قیمت خلعت عطا کیا۔ پھر ابراہیم نے کہا کہ محمد بن اشعث سے زیادہ اس وقت کوئی صاحب اثر نہیں جو نہایت چالاک اور مدبر اور بنی فاطمہ کا حد درجہ دشمن ہے اس وقت وہ موصل وغیرہ پر حکمران ہے۔ اور چار ہزار مردانِ جنگ آزمودہ اُس کے ماتحت ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنی طرف سے نامہ لکھتے جس میں اُس کی قابلیت و لیاقت کی تعریف تحریر ہو اور یہ لکھنے کہ میں تمک مدائن وغیرہ تم کو سپرد کر دوں گا لہذا تم یہاں چلے آؤ۔

مختار نے محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمن کو اُسی وقت بلایا اور اُس سے بہت مہربانی سے پیش آئے اور کہا میرا یہ خط اپنے باپ کے پاس لے جاؤ اور اُس کو مفصل طور پر آگاہ کرو کہ میں نے فوج شام پر فتح پائی اور تمام ولایت عراق پر میرا قبضہ ہو گیا ہے۔ تمہارے حصّہ کا ایک لاکھ دینار امانت رکھا ہوا ہے۔ جب تم یہاں آؤ گے تو یہ رقم تم کو دیدی جائے گی اور مدائن کی حکمرانی بھی سپرد کی جائے گی۔ الغرض عبدالرحمن مختار کا یہ خط لے کر موصل روانہ ہو گیا۔ موصل پہنچ کر عبدالرحمن باپ کی خدمت میں پہنچا وہ اُس وقت ایک طلائی کُرسی پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ عبدالرحمن نے دستوں کے مطابق فرش بساط کو بوسہ دیا۔ محمد بن اشعث نے قریب بلا کر پوچھا کہ تو میری بغیر اجازت کے کوفہ سے کس لئے آیا۔ عبدالرحمن نے کہا میں اس وقت مختار کا ایلچی بن کر آیا ہوں۔ محمد بن

اشعث یہ سن کر بہت غضبناک ہوا اور بولا کہ مختار کی بھی یہ ہستی ہے کہ تجھ جیسے شخص کو قاصد بنائے
 عبدالرحمن نے کہا مختار اب وہ مختار نہیں رہا بلکہ اب وہ تمام صوبہ عراق کا مالک ہے بصرہ میں مصعب
 بن زبیر کی حکومت برائے نام رہ گئی ہے۔ مختار نے مصر و شام کی فوجوں کو ایسی شکست دی ہے
 کہ اب وہ فنا کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس حواری میں اب کوئی مختار کا مد مقابل اور
 ہمسر نہیں محمد بن اشعث نے کہا یا میں یہ تو جانتا ہوں کہ مختار ایک عالی حوصلہ اور مدبر آدمی
 ہے۔ پھر عبدالرحمن نے مختار کا خط اس کو دیا۔ محمد اشعث نے خط پڑھ کر عبدالرحمن سے کہا تو
 ابھی نا تجربہ کار ہے یا در کھ دشمن جانی کسی حال میں اپنا دوست اور ہی خواہ نہیں ہو سکتا۔ اگر
 مختار مشرق میں اور میں مغرب میں ہوں تب بھی محمد بن اشعث کے دل میں بنی فاطمہ کی عداوت و
 دشمنی کے سبب مختار سے اتحاد و اتفاق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بنی فاطمہ کا جان و دل سے ہی خواہ
 اور دوست ہے۔ درحقیقت وہ اس حیلہ سے بھر پر قابو حاصل کرنا چاہتا ہے عبدالرحمن نے
 اپنے باپ کی یہ تقریر سن کر کہا۔ اسے پدر شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ مختار نے امام حسینؑ کے
 قاتلوں پر بڑی مہربانی اور توجہ کی ہے اور ان کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہے درحقیقت مختار
 نے خون حسینؑ کا بہانا کر کے حکومت حاصل کرنا چاہا تھا اس میں وہ کامیاب ہو گئے مجھے یہ
 اندیشہ ہے کہ اگر آپ ان کے پاس نہ جائیں گے تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ محمد بن اشعث نے
 بیٹے کا یہ کلام سن کر اپنے مشیر عبداللہ ازدی کو بلایا اور مشورہ کیا اس نے کہا عبداللہ بن زیاد کو
 تجھ سے سخت عداوت ہے اس لئے تو اس کے پاس جا نہیں سکتا اور خراسان کے لوگ بھی تیرے
 دشمن ہیں لہذا مجھے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ تو کوفہ میں مختار کے پاس چلا جا اور اس سے سخت
 عہد و پیمان کر اور صوبہ مدائن اور اس کے مضافات کی حکومت اس سے لے کر مصلحت ہو جائے
 نے کہا اگرچہ میں مختار اور ابراہیم سے مطمئن نہیں ہوں مگر مختار کے پاس جاتا ہوں۔

محمد اشعث نے کوفہ کے ارادہ سے سلمان سفر درست کیا اور اپنے چار ہزار سپاہیوں کو لے
 کر کوفہ روانہ ہونے لگا تو موصل کے تیس ہزار لوگ متحد ہو کر اس کے پاس آئے اور کہا تو نے

ہم سے جو خراج وصول کیا ہے ہم کو واپس دے کیونکہ جو شخص تیری جگہ پر آئے گا اور ہم سے خراج طلب کرے گا تو ہم کو دوبارہ دینا پڑے گا محمد بن اشعث نے کہا کہ میں ابھی تم سے ایک سال کا خراج اور وصول کروں گا۔ جب اہل موصل نے یہ سنا تو وہ خزانہ جو اُس نے بیت المال سے نکال نکال کر اُنہوں پر بار کیا تھا ٹوٹنے کی کوشش کی اور اُس پر لعنت کرنے لگے۔ اُس نے اپنے چار ہزار سپاہیوں کو اُن پر حملہ کا حکم دے دیا۔ آخر کار سخت لڑائی ہوئی اور محمد اشعث کے چار سوا آدمی مارے گئے اہل موصل نے اُس کا تمام خزانہ مال و اسباب ٹوٹ لیا محمد اشعث بھاگ کر مختار کے پاس پہنچا مختار نے اُس کا بظاہر بہت احترام کیا اور اپنے پاس کرسی پر بٹھایا۔ محمد اشعث نے کہا اے امیر خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تجھے اس ملک پر حکمراں کیا اور مسلمانوں کی عزت و وقعت تیری نگاہ میں جاگزیں کی۔ مختار نے کہا جو کچھ میرے دل میں ہے اُس سے خدائے عزوجل بخوبی آگاہ ہے۔ اتنی گفتگو کے بعد محمد بن اشعث اپنے مکان میں واپس گیا۔

اُس کے جانے کے بعد ابراہیم نے مختار سے کہا کہ میری رائے میں اب زید بن انس کو موصل کی حکمرانی کے لئے بھیج دینا چاہیے۔ کیونکہ وہ نہایت زاہد اور دلیر آدمی ہیں۔ مختار نے کہا میں زید سے ایک ضروری اور اہم کام لینے والا ہوں اس لئے اُن کو نہیں بھیجنا چاہتا بلکہ کسی دشمن کو بھیجنا چاہتا ہوں اگر اُس نے صوبہ موصل پر قبضہ کر لیا تو میرا دلی مقصد حاصل ہو گیا اور اگر مارا گیا تو میں سمجھوں گا کہ میرا ایک دشمن کم ہوا۔ ابراہیم نے بھی مختار کی اس رائے کو پسند کیا۔

امیر مختار کے لشکر کی حصین بن نمیر اور ربیعہ بن مخارق سے جنگ

مختار نے عبدالرحمن بن اسعد الہمدانی کو بلا کر اس کو خلعت دیا اور کہا میں نے تم کو موصل کا حکمران مقرر کیا پھر ہزار جوان اُس کے ساتھ کئے اور موصل کی روانگی کا حکم دیا کہ وہاں جا کر اپنا قبضہ اور تسلط کرے۔ جب عبدالرحمن موصل پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے خلوص دل اُس کی

لے صاحب مختار آل محمد نے زید بن انس لکھا ہے۔ مؤلف

اطاعت قبول کی۔ ابھی سترہ روز اُس کو وہاں قیام میں گذرے تھے کہ اُس کی خبر عبید اللہ بن زیاد کو پہنچی کہ مختار کا عامل مع فوج کے موصل پہنچ گیا ہے اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی محبت و دوستی کی ترغیب دے رہا ہے اور اُن سے دشمنی کی ممانعت کرتا ہے۔ اُس نے حصین بن غیر دشمن اہلیت کو دو ہزار سوار دے کر موصل کو روانہ کیا اور کہا تو جاکر موصل پر قبضہ کر لے۔ اور مختار کے عامل کو قتل کر دے۔

جب عبدالرحمن کو اُس کے آنے کی خبر ملی تو اُس نے موصل سے تکریت میں مع فوج کے آ کر قیام کیا اور مختار کو حصین بن غیر کے یلغار کی اطلاع دی اور لکھا کہ میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس فوج کم ہے میرا قیام موصل میں دشوار تھا اس لئے تکریت چلا آیا ہوں۔ لہذا کچھ فوج میری مدد کو بھیجئے تاکہ میں موصل پر دوبارہ قبضہ کر لوں۔

مختار نے یہ خط پڑھ کر زید بن انس کو بلایا اور کہا میں تم کو موصل کا حکمران مقرر کرتا ہوں اور چھ ہزار آزمودہ کار سپاہی اُن کی ماتحتی میں دے کر حکم دیا کہ حصین بن غیر عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے وہاں آیا ہوا ہے اُس سے جنگ کر کے موصل پر قبضہ کر لو اور ایک نہایت دلیر سردار رقا بن غارب کو اُن کے ہمراہ کیا۔ زید بن انس نے کہا مجھے حکومت و امارت کی تمنا نہیں ہے بلکہ میں یہ کام محض خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ مختار نے اُن کو دُعا ئے خیر دی اور موصل کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک خط عبدالرحمن کو لکھا کہ تیرا خط بلا میں نے حصین بن غیر کے مقابلہ کے لئے زید بن انس کو روانہ کیا ہے۔ تجھ کو یہ اختیار ہے کہ خود اُن کی رفاقت میں رہ کر جنگ کر یا وہ ہزار سوار جو میں نے تیری ماتحتی میں دیئے ہیں اُن کو زید بن انس کے سپرد کر کے میرے پاس واپس چلا آ۔

زید کو فہ سے روانہ ہونے لگے تو مختار و ابراہیم نے شہر کے ناکے تک اُن کی مشایعت کی اور عمائدین شہر بھی مشایعت کے واسطے آبادی کے باہر تک آئے۔ زید کو تمام لوگ بہت عزیز رکھتے تھے کیونکہ وہ نہایت عبادت گزار اور بڑے سخی اور جواد تھے۔ لوگوں کو اُن کی

ذات سے بہت فائدے پہنچتے رہتے تھے۔ اس لئے اُن کو رخصت کرتے وقت بے اختیار رونے لگتے زید کو فہ سے روانہ ہو کر مقام ساباط تک پہنچے تھے کہ علیل ہو گئے۔ سرداران فوج اُن کو لے کر عسکر یہ پہنچے یہاں اُن کی تپ میں اور اضافہ ہو گیا۔ لشکر نے یہاں تین روز قیام کیا جو تھے روز زید نے سرداران فوج کو اپنے پاس بلایا اور اُن سے کہا کہ :-

زید کا خواب

کل رات میں نے ایک خواب دیکھا سب نے پوچھا وہ کیا ہے۔ جواب دیا کہ گویا میں ہیشت میں بیٹھا ہوں اور جناب سرور کائنات کو دیکھ رہا ہوں جناب امیر اُن کی داہنی جانب اور جناب امام حسین اُن کے بائیں طرف ہیں اور حضرت جعفر طیار، حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ، جناب مسلم بن عقیل اور سارے اہلبیت اُن کے گرد پیش جمع ہیں۔ میں آنحضرتؐ کے آگے گیا اور اُن کو سلام کیا۔ سب لوگوں نے جواب سلام دے کر میرا حال پوچھا پھر جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے زید تو نے نہیں دیکھا کہ ہماری آل و اولاد کے ساتھ اُمت کے گمراہوں نے کیا کیا۔ خدائی قسم میں قیامت میں اُن کا دشمن ہوں گا اور تیرا اور اُن لوگوں کا شیخ ہوں گا جو تیری مانند ہوں گے۔“ یہ خواب سُن کر حاضرین رونے لگے اور دشمنوں سے لڑنے اور اُن سے انتقام لینے کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

زید کا دوسرا خواب

اس کے بعد زید مع فوج عسکر یہ سے ساباط پہنچے۔ وہاں اُن کی علالت میں اور اضافہ ہو گیا۔ وہاں انہوں نے پھر خواب دیکھا کہ ”میرے سر پر ماہتاب تمام ستاروں کے ساتھ ایسا دھبہ ہے۔ اور جب میں مقام خدیشہ پہنچا تو وہ چاند بالکل سیاہ ہو گیا اور سارے بدستور قائم رہے۔“ انہوں نے

لے مؤلف مختار آل محمد نے اس مقام کا نام حیدریہ تحریر فرمایا ہے اور حیدریہ مکہ سے قریب ہے جہاں جناب رسولؐ اور کفار مکہ کے درمیان صلح ہوئی تھی اور لشکر رسولؐ کی طرف روانہ ہوا ہے جو لعیناً حیدریہ سے دور ہے اُسی کے نواح میں کسی مقام کا نام خدیشہ ہو گا لہذا حیدریہ قرآن سے صحیح معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کے بعد ہی مؤلف موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد لشکر ابن انس سلمہ مکہ ریت روانہ ہوا، جس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے لشکر بجائے حیدریہ کے ساغر میں قہم تھا۔ لہذا اس مقام کا نام خدیشہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اپنے ہمراہیوں کو بلا کر اپنا خواب بیان کیا اور کہا اس کی تعبیر میں نے یہ لی ہے کہ وہ چاند میں ہوں اور ستارے تم لوگ ہو۔ چاند کا سیاہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا اور تم لوگ سلامت رہو گے۔ اہل لشکر یہ تعبیر سن کر بہت روئے۔ اور بولے کہ انشاء اللہ انجام بخیر ہوگا اور آپ بھی سلامت و خوش و خرم رہیں گے۔

پھر زید وہاں سے روانہ ہو کر مکہ گریٹ پہنچے وہاں عبدالرحمن نے مع فوج کے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا زید نے یہاں سے بھی کوچ کیا اور پھر منزل خدیشہ پر پہنچے۔ یہاں ان کا مرض اور بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ نماز کے واسطے بھی کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ ادھر عبید اللہ بن زیاد کو جاسوسوں نے خبر دی کہ زید بن انس ایک لشکر جرار کے ساتھ مختار کی طرف سے موصل پر قبضہ کرنے جا رہے ہیں۔ ابن زیاد نے اُس سے مقابلہ کے لئے ایک شامی سردار ربیعہ کی ماتحتی میں چار ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ حصین ابن غیر سے پہلے موصل پہنچ جائے۔ اور حصین ابن غیر کو ایک خط لکھا کہ میں نے ربیعہ بن عمار کو تمہارا افسر مقرر کیا ہے اُس کی اطاعت کرنا اور اُس کے مشورہ سے جنگ کرنا۔ الغرض جب ربیعہ موصل میں داخل ہوا تو اُس کے پاس بیس ہزار فوج فراہم ہو گئی۔ وہ موصل سے یہ فوج لئے ہوئے خدیشہ کو روانہ ہوا اور دماں سے دو فرسخ کے فاصلے پر پہنچ کر قیام کیا اور ایک سفیر زید کے پاس بھیجا۔ سفیر نے زید کو ربیعہ کا یہ پیغام دیا کہ ”اے زید تم عراق کو چھوڑ کر یہاں کیوں آئے ہو اگر موصل پر قبضہ کرنا چاہتے ہو تو یہ طمع اپنے دل سے نکال دو اور اپنی فوج کو لے کر کوفہ واپس جاؤ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ زید نے جواب میں کہلایا کہ اوشقی میں ملک مال کی طمع میں یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ تم شیاطین کے وجود سے مروتے زمین کو پاک کرنے آیا ہوں۔ اپنی نے کہا کہ تم طلب خونِ حسین کی غرض سے یہاں آئے ہو تو ہمارے لشکر میں قاتلانِ حسین میں سے کوئی نہیں ہے بلکہ وہ سب خود عراق اور کوفہ میں موجود ہیں۔ زید نے کہا عبید اللہ بن زیاد سے بڑھ کر اور کون شخص ہوگا وہ تو تمام قاتلان

امام کا سردار ہے اور حصین بن نمیر بھی موجود ہے۔ اُن سب سے انتقام لینا واجب ہے۔ یہ سُن کر اپنی واپس ہو گیا اور ربیعہ سے مفصل گفتگو بیان کی ربیعہ نے کہا اب بغیر لڑائی کے چارہ نہیں۔

دوسرے روز دونوں لشکر مقابلہ کے لئے صف آراء ہوئے۔ زید کی طرف سے پہلے ورقاء بن غارب میدان میں آئے زید بھی باوجود اپنی علالت کے چند سپاہیوں کی مدد سے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ یہ دیکھ کر ورقاء واپس آئے اور زید کو کہہ سُن کر اُن کی آرامگاہ پر پہنچایا اور خود اُس کی جگہ صف لشکر میں کھڑا ہو گیا۔ پھر دشمن کے لشکر پر نہایت جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی طرفین کے بشمار آدمی مارے گئے زوال کے وقت جنگ مغلوبہ موقوف ہوئی اور ایک ایک شخص میدان میں نکل کر مبارز طلب کرنے لگا۔ ورقاء نے حملہ کرنا چاہا مگر ایک شخص عبداللہ حمزہ نے آکر کہا آپ ابھی رُک جائیے۔ کسی اور کو میدان میں بھیجئے۔ ورقاء نے کہا میں مال و زر کی طمع میں یا حصول حکومت کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ میرا مطلب اس جنگ سے صرف ایصالِ ثواب ہے عبداللہ نے کہا خدا آپ کے ارادہ میں برکت دے اور اجر عنایت فرمائے۔

الغرض ورقاء میدانِ جنگ میں آئے اور نہایت جوش کے ساتھ یہ رجز پڑھا۔ "اے شامیو تم میں جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ آگاہ ہو جائے کہ میں ورقاء بن غارب علی بن ابی طالب کا غلام اور اُن کے دشمنوں کا دشمن ہوں تم لوگوں میں کون ہے جو میرے مقابلہ کو آئے۔ یہ سُن کر ایک شامی جوان مقابلہ کے لئے نکلا۔ ورقاء نے اُس کا نام و نسب دریافت کیا۔ اُس نے کہا میرا نام عمر بن مُسلم ہے۔ ورقاء نے کہا تو ہی یحییٰ بن عبداللہ جعفری اور عبداللہ زید کا قاتل ہے؟ اُس نے کہا ہاں اب تجھ کو بھی قتل کروں گا۔ یہ سُن کر ورقاء نے اُس پر غضبناک ہو کر حملہ کیا اور ایک ایسا نیزہ اُس کی کمر پر مارا کہ وہ پار ہو گیا اور سخت تکان کھا کر گھوڑے سے گرا اور واصلِ جہنم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ورقاء کے لشکر والوں نے تکبیر

بلند کی۔ ورقاء نے دوسرا مبارز طلب کیا ایک شخص قیس بن عمر اُس کے مقابلہ پر آیا یہ شخص بھی نہایت آزمودہ کار اور بہادر تھا۔ اُس نے اپنا نام ونسب بتایا تو ورقاء نے کہا ہاں تو معاویہ کے منشی کا بیٹا ہے صفین کی جنگ میں تیرے ہاتھ سے امیر المومنین کے سات رُفقا مارے گئے تھے اور حضرت علیؑ نے تیری گردن پر ایک گھونسا مارا تھا کہ تیری گردن ٹوٹ گئی تھی۔ اُس نے قرار کیا پھر ورقاء نے اُس پر حملہ کیا۔ کچھ دیر تک اُن میں نیزہ بازی ہوتی رہی آخر ورقاء نے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اُس کا بازو کوٹ کر دُور جا پڑا اور دُوسرے وار میں دُو ٹکڑے کر دیا۔ ورقاء کے غلام نے اُس کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا۔ پھر صفِ دشمن سے تیسرا سوار حارث مقابلہ پر آیا۔ یہ شخص ورقاء کا شناسا تھا۔ ایک مرتبہ معاویہ نے اس کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا تھا تو وہ شخص ورقاء کے مکان میں فروکش ہوا تھا۔ ورقاء نے اُس کو پہچان کر کہا تجھ پر میرا حق ملک ہے اُس نے کہا درست ہے مگر اُس زمانہ میں تجھ پر لعنت کرنا واجب نہ تھا اور اب واجب ہو گیا کیونکہ تو علیؑ کا دوست ہے۔ ورقاء نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو اور ایک ایسی تلوار ماری کہ دُو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔

اس کے بعد ورقاء نے مبارز طلب کیا تو ربیعہ بن عمار ق خود شکر کے باہر نکلا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ورقاء بن غائب ہے۔ اُس نے کہا میں تو سمجھا تھا کہ یہ مالک اشتر کا فرزند ہے لوگوں نے کہا اُن کا حال نہ پوچھئے وہ تو دشمنوں کے لئے ایک بلائے بے درماں ہے۔ اُس کا نام نہ لیجئے۔ ربیعہ نے عبد اللہ بن صمد کو بلا کر حکم دیا کہ مع اپنی فوج کے ورقاء سے مقابلہ کر۔ عبد اللہ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ورقاء پر حملہ کیا جو ایک ہزار جنگ آزماسوار تھے۔ ورقاء نے بھی شیر غضبناک کی طرح حملہ کیا اور دم کے دم میں کشتوں کے پستے لگا دیئے اور وہ بہادری اور دلیری ظاہر کی کہ دوست و دشمن کی زبانوں پر مدح و ثنا جاری تھی۔ اسی اثناء میں دشمنوں کی ایک جمعیت نے ہر طرف سے ورقاء کو گھیر لیا۔ اور سب کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ورقاء کو قتل کر دیں۔ ادھر ورقاء کے لشکر کے ایک سردار شعر ابن

علی شمر نے دُور سے یہ حال دیکھا اُس دلیرنے اپنے ایک ہزار ہمراہیوں کے ساتھ عبداللہ کے لشکر پر حملہ کیا آخر دشمن بھاگ گئے۔ اس حملہ میں اہل شام کے ایک سٹوسٹر آدمی مارے گئے۔ شام کے وقت لڑائی موقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس گئے۔

اہل شام کے دلوں پر مختار کے لشکر کی مہبت طاری ہو چکی تھی سب کے دلوں پر خوف و حراس چھایا ہوا تھا دوسرے روز ربیعہ نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ یہاں سے بہتر ہے کہ اب واپس چلے جاؤ کیونکہ میں نے عبید اللہ ابن زیاد سے ملک طلب کی ہے اور وہ ایک لشکر جرّار ہمارے پاس بھیج رہا ہے۔ جس وقت یہ قاصد مختار کے لشکر میں پہنچا تو زید بن انس کی حالت بہت نازک تھی۔ اُس نے کہا میں ربیعہ کا قاصد ہوں کس کو اُس کا پیغام پہنچاؤں، درقائن نے کہا کیا کہنا چاہتا ہے مجھ سے بیان کر۔ قاصد نے ربیعہ کا پیغام پہنچایا وراقانے کہا جا کر کہہ دے کہ ہم لوگ موت سے مُطلق نہیں ڈرتے۔ ہم میں سے جب تک ایک آدمی بھی زندہ ہے میدان جنگ سے مُنہ نہ پھیرے گا اور تم سے جنگ کرے گا۔

دوسرے روز صبح ہی دونوں لشکر صف آراء ہوئے اور ایک شخص لشکر شام سے میدان میں آکر مبارز طلب ہوا اُس کے مقابلہ پر اشعر بن علی اشعر نہایت دلیری کے ساتھ پہنچے اور شامی ملعون سے نام دریافت کیا اُس نے بتایا کہ میں عمر بن زید ابن قاسم بن قیس ہندی ہوں۔ اشعر نے کہا او دشمن خدا و رسول تیرے باپ نے نہرواں میں جناب امیر سے مقابلہ کیا اور جہنم واصل ہوا تھا۔ شامی نے پیش دستی کر کے اشعر پر ایک ضرب لگائی تھی کہ اُس کی تلوار ٹوٹ گئی اشعر نے فوراً تلوار کا وہ ہاتھ اُس کے سر پر مارا کہ ناف تک دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ ربیعہ نے یہ دیکھ کر عبداللہ نامی ایک پہلوان اور بہادر شخص کو اشعر کے مقابلہ پر بھیجا جو دشمن آل رسول تھا اشعر نے نہایت دلیری سے اُس پر حملہ کیا۔ دونوں میں دیر تک رد و بدل ہوتی رہی۔ آخر اشعر نے تلوار کا وہ تلاء ہوا ہاتھ مارا کہ وہ بھی دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ اس نمایاں فتح پر لشکر مختار میں خوشی کے شادیاں لگے اور شامیوں کو سخت صدمہ ہوا اور

اُن کی ہمت پست ہو گئی ربیعہ نے سمجھا کہ اگر مختار کے لشکر نے اب حملہ کر دیا تو شامی بھاگ کھڑے ہوں گے۔ لہذا خود سوار ہو کر مقابلہ کو چلا اور اپنی فوج کی ہمت بڑھائی۔ اُس نے میدان جنگ میں پہنچ کر اپنا مقابل طلب کیا۔ ورقانے اُس کو پہچان لیا اور خود اُس کے مقابلہ پر آئے۔ ربیعہ نے کہا اے شخص تو مجھ کو پہچانتا بھی ہے کہ کون ہوں۔ ورقانے کہا میں خوب پہچانتا ہوں تو خدا و رسول کا دشمن ہے یہ سن کر اُس کو بہت غصہ آیا اور ورقانہ پر حملہ آور ہوا۔ جانبین سے حملے ہو رہے تھے اور دونوں طرف سے فنون جنگ کا اظہار اور حسرتی و چالاکی دکھائی جا رہی تھی ربیعہ نے ایک نیزہ ورقانہ کی کمر پر مارا مگر وہ کارگر نہ ہوا تو دوسرا وار کرنا چاہتا ہی تھا کہ ورقانے ایک ایسا وار نیزہ کا اُس کی ناف پر کیا جو اُس کی پشت سے پار نکل گیا اور وہ ایک چیخ مار کر گھوڑے سے گر پڑا ورقانے غلام نے فوراً گھوڑے سے اتر کر اُس کا سر کاٹ لیا ورقانے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا اور لٹکارا کہ دشمن کے ایک متنفذ کو زندہ نہ چھوڑو یہ کہہ کر خود لشکر دشمن پر حملہ کیا ساتھ ہی اُس کے لشکر نے بھی حملہ کیا اور شامیوں کو قتل کرنا شروع کیا آخر شامیوں کے پاؤں اکھڑ گئے سپاہ ورقانے اُن کا تعاقب کیا اور آٹھ ہزار سے زیادہ دشمنوں کو قتل کیا اور بارہ سو سے زیادہ افراد گرفتار کر لئے اور اُن امیروں کو اپنے ساتھ لے کر واپس آئے اور اُن کے متعلق تحقیق کرنا شروع کیا اُن میں سے جو لوگ جمل و صفین اور کربلا کی لڑائیوں میں شریک ثابت ہوئے اُن سب کو قتل کر دیا بقیہ اشخاص کو چھوڑ دیا اور اس نمایاں فتح پر خدا کا شکر ادا کیا۔ شام کو سردار لشکر زید بن انس کا انتقال ہو گیا۔ ورقانہ اور تمام اہل لشکر کو بہت صدمہ ہوا اور سب بہت روئے۔ ورقانے کہا اے برادر خدا تجھ کو اجر کامل عطا فرمائے۔ تو نے ہمیشہ اہلیت رسول سے وفاداری کی۔ پھر اُن کو غسل و کفن دے کر اُسی جگہ دفن کر دیا۔ اُسی روز رئیس موصل کا خط پہنچا کہ مجھے آپ کی فتح کا حال معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی مگر عبید اللہ بن زیاد ایک لاکھ آزمودہ کار سپاہی ہمراہ لئے ہوئے موصل پہنچ گیا آپ جنگ کے لئے مستعد رہیں۔ ورقانہ اپنے ہمراہیوں کے مشورہ کے بموجب کوفہ واپس پہنچے۔

جناب ابراہیم کی ابن زیاد سے مقابلہ کے لئے روانگی اور کوفہ میں قاتلان
 امام حسینؑ کی جناب مختار سے بغاوت اور حضرت ابراہیم کی اثنائے راہ سے واپسی
 علماء و مؤرخین کا بیان ہے کہ درقہ کی شاندار کامیابی کے ساتھ واپسی پر حضرت مختار کو معلوم
 ہوا کہ عبید اللہ بن زیاد ایک لشکر جرات لئے ہوئے کوفہ کی تسخیر کے لئے آ رہا ہے جناب مختار نے
 اُسی وقت جناب ابراہیم کو بلا کر یہ حال بیان کیا اور کہا ایسے حال میں ہم کو غافل نہ رہنا چاہیئے
 لہذا اسے براہِ رزم ایک بڑا لشکر لے کر اُس کی سرکوبی کو روانہ ہو اور ہم سب کو اُس کے شر سے
 نجات دلاؤ۔ ابراہیم نے کہا مجھے اُس سے مقابلہ کے لئے جانے میں مطلق عذر نہیں لیکن اندیشہ ہے
 کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس وقت میں یہاں سے چلا جاؤں تو قاتلان امام حسینؑ آپ پر خروج کر
 دیں اور آپ مصیبت میں پھنس جائیں۔ لہذا مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ تمام عاملین و
 سرداران کوفہ کو بلا کر اُن کی تالیفِ قلب کی گفتگو کیجئے اور اُن سے اُن کے غلام و ملازمین چند
 روز کے لئے عاریتہً اپنی امداد کے لئے مانگ لیں۔ جناب مختار نے اس رائے کو پسند کیا اور سرداران
 کوفہ کو طلب کر کے اُن کے سامنے ایک تقریر کی کہ اے بزرگان کوفہ میں عنقریب ابراہیم کو ابن زیاد
 کے مقابلہ کے لئے روانہ کرنے والا ہوں اور چونکہ تمام اہل شام میرے دشمن ہیں۔ اس لئے نیز ایک
 معقول فوج کے یہاں میرا قیام دشوار ہے اور میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری ذات سے آپ
 لوگوں کو کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے میں آپ لوگوں سے اتنی مدد چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ابراہیم کی
 واپسی تک اپنے غلام اور ملازم عاریتہً مجھے دیدیں۔ یہ سُن کر اُن لوگوں نے کہا ہمیں امیر کے
 ارشاد کی تعمیل میں کوئی عذر نہیں۔

الغرض دس غلام اور ملازم عمر سعد نے دیئے۔ عدی طائی نے دس غلام اور آٹھ ملازم دیئے
 اسحاق بن اسعد نے دس غلام اور دس ملازم سلاح جنگ سے آراستہ بھیج دیئے۔ اسی طرح اکثر
 رئیسان کوفہ نے اپنے اپنے غلام اور ملازم جناب مختار کے پاس پہنچا دیئے اُن سب کی تعداد پانچ سو

ہو گئی۔ جناب مختار نے ہر ایک کو بیش بہا خلعت عنایت کئے اور زر نقد دے کر ان کی تالیف قلوب کر دی۔

اس کے بعد جناب ابراہیم سے فرمایا کہ اب موصل کی روانگی کا انتظام کریں۔ جناب ابراہیم نے اعلان کر دیا کہ لشکر کے لوگ مقام غیلہ میں جمع ہوں۔ اور خود وہاں جا کر قیام کیا۔ اور لشکر کے لوگ جوق در جوق وہاں جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ چند روز میں پورا لشکر جمع ہو گیا تو ابراہیم اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے۔ جناب مختار ان کو پہنچانے اور رخصت کرنے کے لئے دو فرسخ تک ان کے ساتھ گئے۔ وہاں سے رخصت ہو کر کوفہ واپس آئے اور جناب ابراہیم موصل کی طرف روانہ ہوئے۔

جناب ابراہیم کی روانگی کے بعد کوفہ کی حالت

جناب ابراہیم کے روانہ ہوتے ہی کوفہ کے اشرار نے بغاوت کی ٹھان لی اور قاتلان امام حسینؑ جو اکثر کوفہ میں پھپھے بیٹھے تھے ریسان کوفہ سے اکڑ کر مل گئے اور سب نے مختار کی بیعت توڑ دی اور تمام قبائل بحیلہ، ازد اور کندہ متحد ہو گئے اور کوفہ کے عمائدین ان کو لے کر کوشش کرنے لگے کہ جناب مختار کو قتل کر دیں۔

اس معاملہ میں شیدائے ابن ربیع پیش پیش تھا۔ وہ عمر بن سعد کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں ایسے ہی موقع کے انتظار میں تھا کہ ابراہیم کہیں دور مہم پر چلے جائیں اور مختار اکیلے رہ جائیں تو ہم ان کو حکومت اور قاتلان امام حسینؑ سے بدلہ لینے کا مزہ چکھائیں۔ اس وقت اس کو ہمارے غلاموں اور ملازموں پر بھروسہ اور اعتماد ہے۔ اس صورت میں ہم اس کو گرفتار بھی کر لیں تو کوئی دشوار امر

۱۔ مختار نامہ میں تحریر ہے کہ جناب مختار نے حضرت علیؑ کی ایک کرسی اس سفر میں حضرت ابراہیم کے ساتھ برکت کی غرض سے بھیجی تھی جو انہوں نے تحت کوفہ پر متمکن ہوتے ہی ایک قصاب ہزار درم دے کر حاصل کی تھی۔ اس کرسی کا نام لوگوں نے تابوت سکیئر رکھ دیا تھا۔ صاحب مختار آل محمد نے کرسی کا تذکرہ شروع ہی میں کیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مختار نے جنگ ابن زیاد کے موقع پر ابراہیم کے ہمراہ بھی اس کرسی کو بھیجا تھا۔

(بحوالہ تاریخ طبری والوافدا - ۱۲ مؤلف)

نہیں۔ لیکن اگر ابراہیم نے ابن زیاد کو شکست دیدی اور اُس کو قتل کر دیا اور وہ مظفر و منصور موصل سے واپس آگئے تو یاد رکھو کہ کوفہ میں جس قدر قاتلان امام حسینؑ ہیں مختار ضرور بالضرور ان کو ایک ایک کر کے قتل کر دے گا۔ عمر سعد نے کہا بیشک تو سچ کہتا ہے لہذا ضرور اس سے نجات کی کوئی تدبیر کرنی چاہیئے۔ یہ مشورہ کر کے اُس نے تمام قاتلان امام علیہ السلام کو اپنے گھر میں بلایا کر جمع کیا۔ جن میں عمرو بن حجاج - حکیم بن طفیل - بشیر بن بشر - عثمان بن خالد - وہب بن کعب - خلی بن یزید اصبحی - سنان بن انس اور شمر بن ذی الجوشن وغیرہ سمیٹے شامل تھے۔ عمر سعد نے تقریر کر دی کہ:-

”دوستو! مختار ہم پر حکومت کر رہا ہے اور وہ ہم سب کا دشمن جانی ہے۔ آج کل اُس نے ابراہیم کو تمام لشکر کے ساتھ ابن زیاد سے مقابلہ کو موصل بھیج دیا ہے۔ اس وقت وہ کوفہ میں تنہا ہے اور جس قدر آدمی اُس کے ساتھ ہیں وہ ہمارے ہی غلام اور ملازم ہیں جن پر اُس نے اعتماد و بھروسہ کر رکھا ہے۔ اس وقت مختار کو قتل کر دینے کا موقع بہت اچھا ہے۔ اگر ابراہیم موصل سے واپس آگیا تو پھر ہم میں سے کسی کی خیر نہیں۔“

یہ سن کر سب ہر اسلحہ ہونے اور سوچنے لگے اسی اثناء میں شیش بن ولعی نے کہا کہ ہم سب کو محمد بن اشعث کے پاس چل کر اس سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور سب یہاں سے ابن اشعث کے مکان پر پہنچے ۛ

محمد بن اشعث کا اُن کی رائے سے متفق نہ ہونا

محمد بن اشعث نے اُن کو خوش آمدید کہا اور پوچھا آپ لوگوں کے آنے کا کیا سبب ہے۔ ان لوگوں نے اپنا مدعا بیان کیا اور کہا آپ اس مہم میں ہماری قیادت کیجئے تو مختار کو نہایت آسانی سے قتل کر کے اس کی طرف سے مطمئن ہو سکتے ہیں۔ محمد بن اشعث نے کہا کہ مختار ایک ہوشیار اور بہادر آدمی ہیں تم اُن کو مغلوب نہ کر سکو گے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم یہ فتنہ برپا نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ مختار کے دشمنوں میں عبداللہ بن زبیر - مصعب بن زبیر اور عبد الملک جیسے صاحبان اقتدار لوگ ہیں لہذا مختار کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ طاقتیں جب ان کے درپے ہو جائیں گی تو

سلطنت و حکومت تو ایک طرف مختار کو اپنی جان بچانا دشوار ہوگا۔ تم خواہ مخواہ درمیان میں آ کر اپنے کو برباد کرنا چاہتے ہو۔

یہ سن کر سب لوگ اُس کے پاس سے چلے آئے۔ لیکن دوسرے روز پھر عمرو بن سعد کے مکان پر جمع ہوئے اور مختار کے خلاف مشورہ کرنے لگے۔ ابن سعد نے کہا کہ اگر تم اس وقت اُن پر حملہ کر دو تو وہ خود سلطنت چھوڑ کر شہر کو فہما رہے ہمارے حوالے کر دیں گے۔ اس کی آزمائش یوں ہو سکتی ہے کہ پہلے اُن کے پاس پیغام بھیجو کہ اہل کو فہما آپ کی حکومت نہیں چاہتے۔ اگر وہ سختی سے جواب دیں تو سمجھ لو کہ وہ اپنے مقام پر مضبوط و مستحکم ہیں اور اگر نرمی سے جواب دیں تو سمجھ لو کہ وہ کمزور اور خوفزدہ ہیں۔ اُس وقت ہم اُن پر ایک گھڑی میں غالب ہو کر اُن کو قتل کر دیں گے۔

شیث ابن ربیع نے کہا اس پیغامبری کی خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ اور وہ مختار کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا مجھے اشراف کو فہما نے بھیجا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کی حکومت نہیں چاہتے آپ شہر کو فہما ہمارے حوالے کر دیجئے۔ اور خانہ نشین ہو جائیے ورنہ ہم آپ پر خروج کر کے آپ کو قتل کر دیں گے۔

جناب مختار نے فرمایا کہ تم جاکر اُن لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس طرح عدل و انصاف کر رہا ہوں کہ جناب امیر حضرت علیؓ کے بعد اب تک کو فہما میں ایسا انصاف نہیں کیا گیا۔ تم نے میری طرف سے کونسا ظلم دیکھا جو مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہو۔ شیث نے کہا وہ کہتے ہیں کہ تمہارے پیچھے ہماری نماز صبح نہیں کیونکہ تم نے عبد اللہ بن زبیر امام برحق پر خروج کیا ہے اور ہمارے علموں اور ملازموں کو ہم سے زبردستی لے لیا ہے۔ جناب مختار نے فرمایا۔ یہ اُن کا قول کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ میں نے اُن کے علموں کو نہ زبردستی لیا ہے اور نہ یہ ارادہ ہے کہ واپس نہ کروں گا بلکہ جب ہماری فوج ابن زیاد کی ہم سے فارغ ہو کر آجائے گی تو سب کو واپس کر دوں گا۔

شیث بن ربیع نے حضرت مختار کا جواب اپنے رفقاء سے جاکر بیان کیا۔ اُن لوگوں نے

حضرت مختار کے جواب کو کمزوری پر محمول کیا اور فیصلہ کیا کہ ہم کو خروج کر کے مختار کو قتل کر دیں چاہیئے۔ لیکن اُن کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص عبدالرحمن اسدی نامی نے کہا کہ تمہارا یہ فیصلہ غلط ہے تم مختار کو مغلوب نہیں کر سکتے کیونکہ وہ نہایت خوش تدبیر اور شجاع آدمی ہیں۔ اُن کے ساتھ اب بھی کافی معین و مددگار موجود ہیں۔ تم اس ارادہ سے باز آؤ اور اپنے کو ہلاک مت کرو۔ مگر اُن لوگوں نے نہ مانا اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عمرو بن سعد کو جب یقین ہو گیا کہ مختار کمزور ہیں تو اُس نے پھر محمد بن اشعث کے پاس جا کر اُس کو مختار کی مخالفت پر آمادہ کیا اور کہا کہ مختار اس وقت ہر طرح کمزور ہیں اور ہم اُن سے مقابلہ کر کے اُن پر غالب آجائیں گے۔ اب آپ تیار ہو جائیں اور ہماری قیادت کریں۔ آخر محمد بن اشعث بھی آمادہ ہو گیا اور حملہ کا پروگرام تیار کر لیا۔ لیکن شیش بن ربیع نے کہا کہ جلدی نہ کرنا چاہیئے اور یہاں تک انتظار کرنا چاہیئے کہ ابراہیم کافی دُور نکل جائیں۔

جب جناب ابراہیم کی روانگی کو دُور وز گزر گئے تو تیسرے روز محمد بن اشعث نے کوفہ کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی مختار کی مدد کو نہ آ سکے۔ اور سخت پہرہ بٹھا دیا اور آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا۔ اور خود سوار ہو کر محلہ صباح میں پہنچا۔ وہاں اُس کے ہم خیالوں نے اُسے ہر طرف سے آکر گھیر لیا اور اُس کی مدد و حمایت کا یقین دلانے لگے۔

ادھر جناب مختار نے اس کے ارادہ سے مطلع ہو کر جناب ابراہیم کو ایک خط لکھا جس میں کوفہ کے حالات تفصیل سے تحریر کئے اور لکھا کہ میرا یہ خط پڑھ کر بلا تاخیر میرے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔ اور اس خط کو اپنے غلام فتح نامی کو دے کر ایک تیز رفتار ناقہ پر سوار کر کے نہایت خفیہ طور سے روانہ کر دیا کہ کسی کو مُطلق خبر نہ ہوئی۔

جناب ابراہیم نے مختار سے رخصت ہو کر منزلیں طے کرتے ہوئے مقام "حمام العین" میں پہنچ کر قیام کیا وہاں سے دُوسرے روز روانہ ہو کر مدائن کے مقام ساباط میں مقیم ہوئے۔ یہیں جناب مختار کا قاصد خط لئے ہوئے بوقتِ شام پہنچا۔ حضرت ابراہیم نے خط دیکھتے ہی اپنے لشکر کو

کوفہ کی طرف واپسی کا حکم دیدیا اور نہایت تیزی سے منزلیں طے کرنے لگے۔ رات کو ایک مقام پر قیام کیا تاکہ لشکر کچھ آرام کو لے تھوڑی دیر دم لینے کے بعد پھر چل کھڑے ہوئے اور ساری رات چلتے رہے۔ صبح کو ایک مقام پر ٹھہر کر نماز ادا کی پھر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ عصر کے وقت کوفہ پہنچ گئے۔

حضرت ابراہیم کے کوفہ پہنچنے سے پہلے جناب مختار نے کوفہ کے لوگوں کے خاموشی اور غلاموں کو طلب کیا جن کو عاریتہ اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ان سے فرمایا کہ تمہارے مالکوں نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے تم لوگوں کو ان سے زبردستی حاصل کیا ہے۔ حالانکہ تم کو بھی خوب معلوم ہے کہ میں نے تم کو اس وقت تک کے لئے عاریتہ لیا ہے جب تک ابراہیم واپس نہ آجائیں۔ ان غلاموں نے کہا آپ بالکل صحیح و درست فرماتے ہیں۔ جناب مختار نے کہا۔ تمہارے مالک چاہتے ہیں کہ ابراہیم کے آنے سے پہلے تم کو واپس لے لیں۔ لہذا اگر تم لوگ جانا چاہتے ہو تو خوشی سے جاسکتے ہو۔ انہوں نے کہا اے امیر یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ ایسے کریم و عادل کو چھوڑ کر ان بخیلوں اور کمینوں کے پاس جا کر رہیں۔ ہم نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک زندہ ہیں آپ کی خدمت میں رہیں گے اور جنگ ہوگی تو آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے یہاں تک کہ آپ کے قدموں پر اپنے کوفہ کر دیں۔ حضرت مختار نے یہ سن کر ان کی تعریف کی اور دعائیں دیں۔

اسی اثناء میں ایک شخص نے آکر کہا کہ اے امیر کوفہ کی حالت خراب ہو گئی۔ تمام قاتلان حسین اس وقت محلہ صباح میں جمع ہیں اور آپ پر کوئی دم میں حملہ کیا چاہتے ہیں۔ جناب مختار نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں حسبن اللہ و نعم الوکیل (خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے) ان لوگوں نے کہا کہ مناسب اور مصلحت یہ ہے کہ ابراہیم کے آنے تک ہم اپنے تئیں قلعہ میں محفوظ رکھیں۔ جناب مختار نے فرمایا ہر سال ہونے کی کوئی وجہ نہیں تم لوگ اطمینان رکھو ہم کو ان لوگوں سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ محمد اشعث نے اپنے ہمراہیوں کو لے کر مختار کی رہائش گاہ کو

گھیر لیا مُختار نے اپنے رفقا سے کہا تم لوگ بھی ہتھیار لگا کر نکلو اور اُن سے مقابلہ کرو چنانچہ ان لوگوں نے اُن باغیوں کا مقابلہ کیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ محمد بن اشعث کے بہت سے آدمی مارے گئے تو اُس نے اُن لوگوں کو بلالیا جو ناکہ بندی پر تعینات تھے اس طرح راستے کھل گئے اور مختار کے دوستوں کو بھی مختار کی مدد کے لئے جانے کا راستہ مل گیا۔ اب لڑائی بہت شدت کی ہونے لگی یہاں تک کہ صبح سے شام ہو گئی ادھر جناب ابراہیم چار سو ہمارا ہیں کو لے کر اپنے لشکر سے آگے زیادہ تیز اور غلبت کے ساتھ کُوفہ جا رہے تھے جب کُوفہ کا دو فرسخ فاصلہ رہ گیا تو ایک لشکر کو ہمراہ مہتمم پایا جن کا سردار یزید نامی ایک شخص تھا ان لوگوں نے حضرت ابراہیم کو آتے دیکھا تو بڑھ کر پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ جناب ابراہیم نے یہی سوال اُن سے کیا کہ تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں پھرے ہو۔ انہوں نے کہا ہم محمد اشعث کی فوج کے سپاہی ہیں اور اس لئے یہاں پھرے ہیں کہ کسی کو مختار کی مدد کو نہ جانے دیں۔ جناب ابراہیم نے یہ سُن کر فرمایا اچھا تو سُن لو میں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں اور مختار کی مدد کرنے آیا ہوں۔ یزید نے آگے بڑھ کر کہا اسے ابراہیم میں یزید ہیں۔ تم جانتے اور پہچانتے ہو اور میں تم کو جانتا ہوں۔ میں تم سے اذراہ ہمدردی کہتا ہوں کہ مختار پر تمام اہل کُوفہ نے حملہ کر دیا اور اب وہ گرفتار ہو کر محلہ صباح میں لائے گئے ہیں اور عنقریب عبرتناک صورت سے قتل کر دیئے جائیں گے۔ لہذا تم اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ جناب ابراہیم نے فرمایا۔ او دشمنِ خدا و رسول۔ خدا تجھ پر لعنت کرے اب تو میں تیرا قتل واجب سمجھتا ہوں پھر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ان پر حملہ کرو اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو چنانچہ رفقاء نے ابراہیم نے اکبار کی حملہ کر کے اُن ملعونوں کی کثیر تعداد واصل کر دی۔ جناب ابراہیم نے یزید بن حارث مذکور کو اپنا شکار بنایا اور کہا او ملعون تو نے جو مجھے مختار کی گرفتاری کی خبر دی ہے اُس کا عوض لیتا جا یہ کہہ کر تلوار کا وہ تلاء ہوا ہاتھ مارا کہ وہ ملعون تا بہ زین دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ اُس کے فی النار ہوتے ہی اُس کے لشکر کے پیر اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے جناب ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں کو

حکم دیا کہ اُن کا تعاقب کرو اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ مجاہدوں نے اُن کی کثیر تعداد واصل جہنم کی۔

اس کے بعد جناب ابراہیمؑ اپنے لشکر کے کوفہ میں داخل ہوئے۔ وہ اس وقت پہنچے جبکہ محمد بن اشعث کی فوج کے دل بڑھے ہوئے تھے اور وہ بڑھ بڑھ کے حملے کر رہے تھے اور مختار کی فوج میں شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ اور جناب مختار نہایت دلیری کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے۔ رات ہو چکی تھی ماہتاب کی روشنی پھیل رہی تھی کہ مختار کے کانوں میں طبل کی آواز آئی جناب مختار نے پلٹ کے دیکھا تو ابراہیمؑ کے لشکر کے علم نظر آئے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور اپنے لشکر کو جناب ابراہیمؑ کے آنے کی خوشخبری دی جس کو سُن کر ان کے لشکر میں از سر نو طاقت پیدا ہو گئی۔ جناب ابراہیمؑ جب حضرت مختار کے پاس پہنچے۔ وہ گھوڑے سے اترے اور جناب ابراہیمؑ سے بغلیگر ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے یزید بن عمارؓ کا واقعہ بیان کیا۔ جس کو سُن کر جناب مختار بہت مسرور ہوئے۔

جناب ابراہیمؑ کا معرکہ قتال

اس کے بعد جناب مختار کے حکم سے جناب ابراہیمؑ کے لئے ایک تازہ دم اعلیٰ درجہ کا گھوڑا لایا گیا کیونکہ مکان سفر کے سبب سے ابراہیمؑ کا گھوڑا بہت تھک گیا تھا۔ الغرض ابراہیمؑ اس گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں پہنچے اور مبارز طلب کیا۔ ان کے مقابلہ پر عبدالرحمن بن قیس ہمدانی میدان میں آیا۔ ابراہیمؑ نے کہا او ولد الزنا تیری بھی یہ ہستی ہے کہ میرے مقابلہ پر آئے عبدالرحمن نے کہا اے ابراہیمؑ تم کو شرم نہیں آتی کہ مجھے ولد الزنا کہہ رہے ہو۔ جناب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں تیرے باپ پر طعنہ زنی نہیں کرتا ہوں کیونکہ وہ تو حضرت علیؑ علیہ السلام کے دوستوں میں تھا اور جنگ صفین میں معاویہ بن ابی سفیان سے لڑا تھا۔ بلکہ طعنہ زنی تیری ماں پر کی جا رہی ہے کہ تجھ جیسے دشمن آلِ محمدؐ کو جانا۔ اور اپنی عصمت محفوظ نہ رکھنے کی وجہ سے حرام اولاد پیدا کی ہے محبتِ شہِ مردانِ مجوز پدر سے کہ دستِ غیر گرفت است پائے مادر

یہ کہہ کر اُس پر حملہ کیا اور چاہتے تھے کہ اُس پر وار کریں کہ اُس نے العجاک کی کہ اے ابراہیم تم کو جناب امیر کی قسم مجھے قتل نہ کرو جناب امیر کا نام گرامی سنا تو تلوار روک لی اور فرمایا جائیں نے تجھے اس نام کے صدقہ میں پھوڑ دیا اب میرے سامنے مت آنا۔ عبد الرحمن وہاں سے سیدھے اپنے گھر گیا اور پھر کہیں لڑائی کے لئے نہ نکلا اب ابراہیم نے دوسرا مبارز طلب کیا تو ایک شخص جنید ابن قیس (یا ظہیر بن قیس) مقابلہ پر آیا ابراہیم نے اُس کو پہچان کر کہا او بے دین لعنت خدا ہو تجھ پر کیا سبب ہوا کہ تو راہِ حق سے پھر گیا اور دشمنانِ دین کا ساتھ دے رہا ہے اُس نے کہا ان لوگوں نے مجھے بہت سارے مال دیا ہے ابراہیم نے اُس پر حملہ کیا اور ایک ایسی تلوار ماری کہ اُس کا ہاتھ شانے سے جدا ہو گیا۔ پھر اُس کو قتل کر دیا۔ محمد بن اشعث نے ایک تیسرے شخص کو ابراہیم سے مقابلہ کا حکم دیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے میدانِ کربلا میں حضرت علی اکبرؑ کو زخمی کیا تھا اُس نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میں نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے ابراہیم سے نہ لڑنے کی قسم کھائی ہے اس کے بعد محمد بن اشعث نے حکم بن طفیل کو ابراہیم سے مقابلہ کا حکم دیا اُس نے بھی انکار کیا اور کہا کوئی اور ہوتا تو میں اُس سے جنگ ضرور کرتا مگر میں نے مدتوں ابراہیم کا نمک کھایا ہے اُس سے لڑنے نہیں جاؤں گا۔ محمد بن اشعث نے آخر ظہیر بن لوط سے کہا تو جا کر ابراہیم سے نبرد آزما ہو اُس نے کہا کہ تو خود کیوں نہیں جاتا کیونکہ تجھ کو دعوائے امارت ہے۔ آخر خود محمد بن اشعث گھوڑے پر سوار ہو کر ابراہیم کے مقابل آیا یہ شخص بڑا قوی ہیکل اور نہایت شجاع تھا۔ ابراہیم نے اُس کو پہچان لیا اور فرمایا او ملعون کیا مرد ایسا ہی عہد و پیمان کرتے ہیں جیسا کہ تُو نے مختار سے کیا تھا کہ کبھی آپ سے دشمنی نہ کروں گا۔ محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ ہاں میں نے یہ سب عہد و اقرار کیا تھا لیکن اب جو کر رہا ہوں اُس کا کفارہ دیدوں گا یعنی معاذ اللہ حضرت علیؑ پر لعن کروں گا۔ یہ سنتے ہی جناب ابراہیم کو غیظ آگیا اور نہایت جوش میں اُس کے شانے پر وار کیا۔ وہ چلا کر ابراہیم کے مقابلہ سے بھاگا۔ ابراہیم نے اُس کا تعاقب کیا جناب مختار نے یہ دیکھ کر اپنے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ یہ

سُنتے ہی مجاہدین نے نہایت جوش و خروش سے حملہ کیا اور لشکر دشمن کے پیر اکھر گئے۔ اور وہ بھاگ بھاگ کر گلی کو پھول میں پھپھنے لگے۔ محمد بن اشعث اور اُس کا بیٹا بھی بھاگا۔ مختار اُن کا تعاقب کرتے رہے اور جو سامنے آتا اُس کو قتل کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ محمد بن اشعث کے تین سواستخاص قتل ہوئے۔ اور بہت سے بھاگ گئے۔

ان بھاگنے والوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ربیعہ اور مضر کے قبیلہ کے لوگ مقام کناسہ میں جا کر ٹھہرے اور اہل یمن بمقام جہانۃ السبع مقیم ہوئے۔ حضرت مختار نے جناب ابراہیم کو ربیعہ اور مضر کے قبیلہ والوں سے جنگ کے لئے کناسہ بھیج دیا اس خیال سے کہ اہل یمن ابراہیم کے اہل قبیلہ ہیں ممکن ہے ابراہیم کو اُن پر رحم آجائے۔ چنانچہ جناب ابراہیم کناسہ کی طرف اور مختار خود جہانۃ السبع کی طرف لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔

جناب مختار کے ساتھ ان دو جرنیل احمر بن شمیمٹ اور عبداللہ کامل بھی تھے جناب مختار نے ایک مقام پر قیام کیا اور ان دونوں بہادروں کو لشکر دے کر دشمنوں سے جنگ کے لئے آگے بھیج دیا۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شدید جنگ کی۔ لیکن اہل یمن کی مدد کے لئے ایک بڑا لشکر آگیا اس سبب سے یہ دونوں پلٹ کر جناب مختار کے پاس آ گئے۔ آپ نے اُن کو تیار کر کے دوبارہ روانہ کیا اور ان کی کمک کے لئے عبداللہ بن قراۃ الخثعمی کو چار سو سوار دے کر عبداللہ کامل اور احمر بن شمیمٹ کے پاس بھیج دیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر عبداللہ کامل شہید ہو گئے ہوں تو تم اُن کی جگہ سالار لشکر ہو کر جنگ کرنا۔ ورنہ تم تین سو سواروں کو اُن کے حوالے کر دینا اور ایک سو سواروں کو لے کر جہانۃ السبع آ جانا۔ الغرض وہ عبداللہ کامل کے پاس پہنچے اور انہیں مصروف جنگ دیکھ کر تین سو سواروں کو اُن کے ہمراہ کر دیا اور ایک سو سواروں کو لئے ہوئے جہانۃ پہنچ گئے۔ جناب مختار نے مالک بن عمر البندی کو جو بڑے بہادر تھے مع چار سو سواروں کے احمر بن شمیمٹ کے پاس بھیج دیا اور ان سب نے مل کر ایسی تیغ زنی کی کہ دشمنوں کے تمام متنفّس قتل کر دیئے۔

جناب ابراہیم کی معرکہ آرائی

جناب ابراہیم حضرت مختار کے مشورہ سے کنا سہ پہنچے سب سے پہلے شیدائ بن ربیع اور اُس کے گروہ سے مدبھیڑ ہوئی جناب ابراہیم نے اُن کو ہنانش کی کہ اگر تم لوگ توبہ کر لو اور واپس چلے آؤ تو تم لوگ امان میں ہو ورنہ سب قتل کر دیئے جاؤ گے مگر اُن لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ آخر کچھ دیر لڑنے کے بعد سب بھاگ گئے۔ اس جنگ میں اُن کے بیشتر آدمی قتل ہو گئے۔ حضرت ابراہیم نے جناب مختار کو اپنی کامیابی کی خوشخبری بھیجی۔ جناب مختار نے احمد بن شعیط اور عبداللہ کامل کو بھی یہ خوشخبری دی جس کو سُن کر اُن میں جوش نبرد آزمائی اور بڑھ گیا اور انہوں نے نہایت جوش و خروش سے دشمنوں پر حملہ کیا اور سب کو بھگا دیا اور اُن کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔

اہل یمن سے جنگ کے لئے رفاعہ بن شداد نے پیش قدمی کی اور نہایت بہادری سے لڑے اور دشمنوں کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا مگر بالآخر خود بھی درجہ شہادت پر فائز ہو گئے ان کے بعد حمید بن مسلم میدان میں آئے اور سخت لڑائی کی آخر دشمنوں کے سیراکھڑ گئے اور انہیں بھی نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ الغرض ان لڑائیوں میں پانچ سو افراد گرفتار ہوئے۔ ان سیروں کو مختار نے اپنے سامنے طلب کیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو ان میں قاتلانِ امام حسین کتنے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اُن کی تعداد دو سو ہے۔ حضرت مختار کے حکم سے وہ سب قتل کر دیئے گئے اور باقی تین سو چھوڑ دیئے گئے۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ اس جنگ میں کوڑہ کا کوئی ایسا گھرنہ تھا جس میں سے کوئی نہ کوئی قتل نہ ہوا ہو صرف تلوار سے ایک ہزار سات سو افراد قتل ہوئے لیکن مورخ حسام اللواظ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں مقتولین کا شمار نہیں کیا جاسکا۔ وہ بچد و بے حساب تھے۔

اس کے بعد جناب مختار دارالامارہ میں تشریف لائے اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اب مجاہدین ہر طرف سے دوڑ دوڑ کے آپ کے پاس جمع ہو رہے تھے۔ آپ کے

حکم سے دارالامارہ کے سامنے ایک طویل رایت نصب کیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ جو اس جھنڈے تلے آجائے گا اُس کو امان ہے اس اعلان کے بعد بیشمار اشخاص اُس رایت کے نیچے جمع ہو گئے۔ مگر قاتلانِ امام مظلوم میں سے کوئی نہ آیا اس خیال سے کہ مختار قاتلان میں سے کسی کو نہ بخشیں گے۔

اس کے بعد جناب مختار نے کوذ کی ناکہ بندی کا حکم دیا اور عبد اللہ کامل کو بلا کر تاکید کی کہ آج رات آہام کی نہیں ہے بلکہ شہر کی اس طرح ناکہ بندی کرو کہ قاتلانِ حسین علیہ السلام میں سے ایک متنفس بھی باہر نہ جانے پائے۔

عبد اللہ کامل نے خاص خاص لوگوں کو ناکہ بندی کی خدمت پر تعینات کیا اور فارغ ہو کر جناب مختار کے پاس آئے آپ نے فرمایا کہ اب سب سے ضروری کام یہ ہے کہ قاتلانِ حسین کی فہرست تیار کرو۔ اور اُس میں یہ لحاظ رکھنا کہ جو لوگ حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنے میں شریک تھے۔ اور جن لوگوں نے اُن کا پیراہن اُتارا ہے اور جن ملعونوں نے آپ کے جسدِ مطہر کو پامال کیا ہے اور جن لوگوں نے حضرت علی اکبرؑ کو شہید کیا اُن میں سے کسی کا نام ہرگز چھوٹنے نہ پائے (بحوالہ تاریخ طبری) عبد اللہ کامل نے پوری فہرست تیار کی جن میں ہزاروں اشخاص کے نام تھے اُن میں سے اکثر کی سرگزشت درج کی جاتی ہے :-

محمد اشعث کوذ کی ناکہ بندی سے پہلے ہی یہ ملعون بھاگ کر قادسیہ کے ایک قریہ میں روپوش ہو گیا جناب مختار کو اطلاع ہو گئی آپ نے حکم دیا کہ اُس کو گرفتار کر کے قتل کر دو اور اُس کا سر میرے سامنے پیش کرو۔ اس کام کے لئے ایک دستہ مجاہدین کا روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر اُس کے قصر کا محاصرہ کر لیا اور ایک راستہ سے فوج اندر داخل ہو گئی۔ جب اُس کو اپنے محصور ہونے کا علم ہوا تو وہ عورت کا لباس پہن کر قصر کے ایک چور دروازے سے باہر نکلا اور گدھے پر سوار ہو کر بصرہ چلا گیا۔ لوگوں نے اُس کا تمام سامان لوٹ لیا اور اُس قصر میں آگ لگا دی۔ پھر حکم جناب مختار وہ مکان جناب حجر بن عدی کنذی کے لئے تعمیر کرادیا جسے

عبداللہ بن زیاد نے منہدم کر دیا تھا۔

دارالامارہ میں قیام کے بعد دوسرے روز اشرف و بزرگان کوفہ عبید بن عمر شاکری کی قیادت میں جناب مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو اس فتح و ظفر کی مبارک باد دی۔ عبید شاکری نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے طفیل میں آپ کو فتح عنایت فرمائی اور دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا جناب مختار نے اُن کو دعائیں دیں ان کے بعد کوفہ کے مشائخ و عمائدین شہر و معرّزین حاضر خدمت ہوئے امیر مختار نے عبداللہ کامل کے توسط سے اُن سے دریافت کیا کہ تم نے ابن اشعث کا ساتھ کیوں دیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے غلطی ہوئی اور آئندہ کبھی آپ کے مخالف کا ساتھ نہ دیں گے ہم معافی کے خواستگار ہیں۔ جناب مختار نے کہائیں ان میں اُن لوگوں کو معاف کر دوں گا جو واقعہ کربلا میں شریک نہیں تھے اور جو لوگ شریک تھے اُن کو ہرگز معاف نہ کر دوں گا اور ضرور بالضرور تلوار کا مزہ چکھاؤں گا۔

کوفہ میں قاتلانِ حسینؑ کا قتل عام

عبداللہ بن اسید جہنی اور مالک بن بشیر بدائی کا قتل

اسی اثنا میں ابو عمرہ اور حاجب جناب مختار کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور خبر دی کہ عبداللہ بن اسید جہنی اور مالک بن بشیر بدائی گرفتار کر لئے گئے۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ اُن دونوں کو آج قید خانہ میں قید رکھا جائے۔ چنانچہ وہ دونوں قید کر دیئے گئے۔

دوسرے روز پہلے عبداللہ بن اسید پیش کیا گیا۔ جناب مختار نے کہا او دشمنِ دین تو نے امام حسینؑ پر کیوں تلوار اٹھائی تھی۔ اُس نے کہائیں ملازم تھا۔ میں نے اپنی خوشی سے ایسا نہیں کیا مجھے جو حکم دیا گیا میں نے اُس کی تعمیل کی۔ مختار نے کہا تو نے اہل حرم کے خیموں میں کیوں آگ لگائی تھی اُس نے وہی جواب دیا کہ میں حکم سے مجبور تھا۔ پھر حضرت مختار نے بلوچھا

کیا تو نے امام حسینؑ کی کلاہ نہیں لوٹی تھی۔ اُس نے کہا ضرور لوٹی تھی۔ یہ سن کر امیر مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ پھر اس کے بعد اُس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس کے دست دیا قطع کر کے چھوڑ دیا اور وہ تڑپ تڑپ کر خود مر گیا۔

اس کے بعد مالک بن بشیر پیش کیا گیا۔ جناب مختار نے اُس سے پوچھا بتا تو نے امام حسینؑ کے ساتھ کیا کیا تھا۔ تو نے اُس بزرگ کو قتل کیا جس پر نمازیں درود بھیجنا فرض کیا گیا تھا۔ اُس نے کہا میں یہ فعل بخوشی عمل میں نہیں لایا مجھے حکم دیا گیا میں نے اُس کی تعمیل کی آپ نے فرمایا تو نے اُن کو بھوکا پیاسا قتل کر دیا اور تجھے رحم نہ آیا۔ اسی اثناء میں جناب مختار کے غلام ”خیر“ نے کہا اے امیر اسے میرے سپرد فرما دیجئے۔ جناب مختار نے یہ سمجھا کہ یہ اُس کا پڑوسی ہے شاید اس پر اُس کو رحم آگیا ہو۔ پوچھا تو کیا کرے گا اُس نے کہا میں اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا چاہتا ہوں جناب مختار نے فرمایا۔ لیجائیں اس کو تیرے حوالے کیا۔ خیر اس کو بازارِ کوفہ میں لایا اور برسرِ عام اُس کی گردن اڑادی۔ ابواسحاق اسفرائینی کا بیان ہے کہ اُس نے کر بلا میں امام حسینؑ کی تلوار لوٹی تھی۔ (مختار آلِ محمد)

نافع بن مالک کا قتل

جناب مختار ابھی دربار ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک کارکن نے اگر خوشخبری سنائی کہ نافع بن مالک گرفتار کر کے لایا جا رہا ہے۔ جناب مختار نے کہا کہ واللہ مجھے اس کی بڑی فکر تھی یہ ملعون نہرِ فرات پر متعین تھا اور کسی کو امام حسینؑ اور اُن کے بچوں کے لئے پانی لے جانے نہ دیتا تھا۔ اور جناب عباسؑ جب مشکِ میکئہ بھر کر لے جا رہے تھے تو اسی کے حکم سے اُس پر تیروں کی بارش ہوئی تھی اور مشک چھدی تھی۔ اور جناب عباسؑ زخمی ہوئے تھے۔ پھر حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔

ایک ضعیفہ کا تین قاتلان امام کا پتہ دینا | دوسرے روز جناب مختار نے عبداللہ کامل

کو تو اس شہر کو بلا کر حکم دیا کہ شہر کا گشت کر کے پتہ لگاؤ کہ قاتلانِ امام میں سے کوئی باہر تو نہیں بھاگ گیا اور یہ بھی معلوم کرو کہ جن لوگوں کو ناکہ بندی پر تم نے مقرر کیا ہے وہ صحیح طور سے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔ یہ سن کر عبداللہ کامل شہر میں گشت کرنے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک ضعیفہ نظر آئی جو گرتے پڑتے راستہ طے کر رہی تھی عبداللہ کامل نے ایک غلام سے کہا کہ اس ضعیفہ کا ہاتھ پکڑ کے سیدھے راستہ پر لگا دے۔ چنانچہ اس غلام نے اُس کو راستہ پر لگا دیا۔ ضعیفہ نے غلام سے پوچھا تم کون ہو۔ غلام نے کہا میں امیر مختار کا غلام ہوں۔ تب ضعیفہ بولی کہ مجھے اپنے امیر کے پاس لے چلو ایک ضروری بات کہنا چاہتی ہوں۔ غلام اُس کو عبداللہ کامل کے پاس لایا۔ عبداللہ نے پوچھا اسے ضعیفہ کیا کہنا چاہتی ہے اُس نے کہا تین اشخاص قاتلانِ امام حسینؑ میں سے میرے گھر میں پوشیدہ ہیں اور ان میں سے ایک شخص نے سواشر فیاں دی ہیں تاکہ میں اُن کے لئے سامانِ سفر تیار کر دوں۔ اُن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ میں شیعانِ امیر المومنین سے ہوں۔ عبداللہ کامل اُس کو لے کر مختار کی خدمت میں آئے۔ اُس نے سارا واقعہ بیان کیا جناب مختار یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اس عورت کو دس ہزار دینار اور بنا بر تحقیق پانچ سو درم دیئے جانے کا حکم دیا اور ابو عمرہ حاجب سے فرمایا کہ پچاس سواروں کو لے کر اس عورت کے گھر جاؤ اور اُس کے گھر میں جو لوگ چھپے ہوئے ہیں اُن کو گرفتار کر لاؤ۔ چنانچہ ابو عمرہ اُسی وقت روانہ ہو گیا اور جاکر ضعیفہ کے گھر کو گھیر لیا اور اندر داخل ہو کر وہاں سے حارث بن بشیر۔ قاسم بن جارد اور حارث بن نوفل کو گرفتار کیا۔ ابو عمرہ نے اُن کی مشکیں کس لیں اور امیر مختار کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔

حارث بن بشیر ملعون کا قتل

حضرت مختار نے اس ملعون کو دیکھ کر فرمایا کہ اوشقی تجھ میں کون سی بُرائی نہیں ہے شرمِ بخوی زنا کاری۔ قمار بازی وغیرہ تیرے خاص مشغلے ہیں۔ اور سب سے زیادہ بُرائی یہ کہ تو نے فرزند رسولؐ کے قتل میں شرکت کی۔ اور خدا و رسولؐ کو غضبناک کیا اس کے بعد جناب مختار کے حکم سے

اُس کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور اُس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ پھر اُس کو قتل کر دیا گیا۔

حارث بن نوفل کا قتل

اس کے بعد حارث بن نوفل پیش کیا گیا۔ جناب مختار کی آنکھیں اُس کو دیکھتے ہی پرہم ہو گئیں اور فرمایا یہ وہ ملعون ہے جس نے رسول خدا کی نواسی جناب زینب سلام اللہ علیہا کے چہرہ اقدس پر تازیانہ مارا تھا۔ یہ کہہ کر جناب مختار بے اختیار رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ اس کو ہزار تازیانے لگائے جائیں۔ چنانچہ وہ تازیانوں کے صدمے سے واصل جہنم ہو گیا۔

قاسم بن جبار و دکی رہائی

اس کے بعد قاسم بن جبار و دپیش کیا گیا اُس نے قسم کھا کر کہا کہ اے امیر میں جنگ کر بلا میں شریک نہیں ہوا تھا۔ مختار نے کہا اگر دو شیعہ تیری صفائی میں گواہی دیدیں تو میں یقیناً تجھ کو رہا کر دوں گا۔ اس غرض کے لئے دو شیعیان امیر المومنین میں سے حاضر ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ یہ معرکہ کر بلا میں شریک نہیں ہوا تھا بلکہ اپنے تئیں بیمار ڈال لیا تھا۔ اور اس بہانہ سے گوشہ نشین رہا۔ جناب مختار نے یہ سُن کر اُس کو رہا کر دیا۔

خولی کا قتل

عبد اللہ کامل اس ملعون کی تلاش و جستجو میں گھوم رہے تھے کہ ایک شخص نے اُن کو کہا کہ وہ ملعون اس وقت اپنے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ یہ سُننے ہی عبد اللہ کامل نے اُس ملعون کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور اندر داخل ہو کر تمام گھر کی تلاشی لی مگر وہ نہ ملا۔ اُس کی دو بیویاں تھیں ایک کوفہ کی رہنے والی اور ایک شام کی۔ زن شامیہ دشمن خاندان نبوت تھی۔ عبد اللہ کامل نے شامی عورت سے پوچھا تیرا شوہر کہاں ہے اُس نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے ایک مہینہ سے اُس کی اطلاع نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ عبد اللہ کامل نے اُس کی دوسری زوجہ سے پوچھا جو کوفہ کی رہنے والی اور دوست دار اہلبیت تھی اُس نے منہ سے تو کہا مجھے خبر نہیں لیکن ہاتھ سے تہہ خانہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ عبد اللہ کامل کے ہمراہی تہہ خانے میں گھس پڑے اور وہاں سے اُس ملعون کو

یکڑ کر باہر لائے۔ تب اُس زن کو قید نے کہا کہ یہ شامی عورت میرے شوہر سے بھی زیادہ دشمنِ اہلبیت علیہم السلام ہے اُس کو بھی گرفتار کرلو۔ خولی نے جب سمجھ لیا کہ اب کوئی صورت نجات کی بند نہ تو کہنے لگا مجھ سے دس ہزار دینار لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ عبد اللہ کامل نے کہا اے خداوندِ کوئی تیری گرفتاری کے لئے دس ہزار دینار مانگتا تو میں دے کر تجھ کو گرفتار کر لیتا۔ تو مجھے دینار کی لالچ دیتا ہے اُس نے کہا مجھ پر رحم کرو عبد اللہ کامل نے کہا اے مردود کیا تو نے فرزندِ رسول پر رحم کیا تھا؟ ارے اولعین تو نے اُن کا سر نیزہ بند کر کے شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرایا اُن کے اہلبیت کو بازاروں میں سر برہنہ کرایا۔ تو نے فرزندِ رسول کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اُس کا عوض یہی ہے کہ تجھ پر مطلق رحم نہ کیا جائے۔

الغرض عبد اللہ اُس کو اور اُس کی دونوں بیویوں کو لے کر دارالامارہ میں آئے اور جنابِ مختار کے سامنے پیش کیا۔ مختار نے خولی کے بارے میں حکم دیا کہ آج اس کی ٹشکیں کس کے حوالات میں قید کر دو۔ اور اُس کی دونوں بیویوں کو اپنے سامنے بلا کر زنِ مومنہ سے کہا کہ اس زنِ شامیہ کا حال بیان کرے۔ اُس نے کہائیں اہلبیت رسالت پر دل و جان سے فدا ہوں اور اُن کے دشمنوں سے بیزار ہوں اور یہ شامیہ بڑی ملعونہ اور دشمنِ اہلبیت ہے جس وقت خولی ملعونہ امام حسینؑ کا سراقدس لے کر گھر آیا تھا میں اُس وقت کسی کام سے ایک ہمایہ کے یہاں گئی ہوئی تھی جس وقت میں واپس آئی یہ زنِ شامیہ ناجیتی گاتی پاؤں پٹکتی ہوئی میرے قریب آئی اور ہنس کر کہنے لگی کہ میں تجھے ایسی خبر دیتی ہوں جس سے تیرے دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔

سُنا! امیر عبید اللہ بن زیاد کے حکم سے ابوتراب کے بیٹے حسینؑ کا سر کاٹا گیا اور اُن کے بچے اور عورتیں سر برہنہ رسیوں میں بندھی ہوئی کوڈ لائی گئی ہیں۔ اور وہ سر میرے گھر میں لایا گیا ہے اور وہ طشت میں زیرِ تخت رکھا ہوا ہے۔ یہ سن کر میں غم سے بیواں ہو گئی اور اس سے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے۔ فرزندِ رسولؐ پر ظلم کیا جائے اور تو خوشی کے شادیاں بجاتے۔ پھر میں نے سر مبارکِ امام کو تخت سے نکالا اور فریاد و ماتم کرنے لگی اور یہ عورت ہنستی اور میرا

زاق اڑا رہی تھی۔ میں نے کہا خدا تجھ پر کسی بندہ کو مسلط کرے کہ وہ تیری زبان قطع کرے۔

سُننا تھا کہ جناب مختار بھی رونے لگے اور ساتھ ہی اہل دربار پر بھی گریہ طاری ہوا اس کے بعد جناب مختار نے اُس زن شامیہ سے پوچھا کہ تیرا کیا اعتقاد ہے اُس نے کہا میں بزید کو امیر المومنین جانتی ہوں اور اُس پر یہ مسلط اعتقاد ہے۔ یہ سُن کر جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کی زبان قطع کر لی جائے اور اس کے جوڑ بند جُدا کر دیے جائیں۔ اور اس کو آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر جناب مختار نے اُس زن مومنہ کو پانچ ہزار دینار مرغ عطا کئے۔ آپ کے غلام خیر نے بھی پانچ سو درم دیئے اسی طرح اور اہل دربار نے بطور انعام اُس کو درہم دینار دیئے اور اُسے اُس کے گھر واپس پہنچا دیا گیا۔

۱۰۔ پیشی

دوسرے روز جناب مختار کے سامنے دربار میں خولی ملعون پیش کیا گیا حضرت مختار نے اُس سے دریافت کیا کہ تو مسلمان ہے یا کافر؟ اُس نے کہا میں بیشک مسلمان ہوں آپ نے فرمایا تو کیسا مسلمان ہے۔ اسلام میں فرزندِ رسول کو بے جرم و خطا قتل کرنا کب جائز ہے؟ اور ان کے اہل حرم اور بچوں کو سر برہنہ اونٹوں پر شہر بہ شہر پھراتا اور پیغمبرِ خدا کو ان کے قرا بتدار دل کے بلے میں اذیت دینا کب روا ہے۔ کیا یہ مظالم نہیں کئے۔ خولی نے کہا اے امیر اس واقعہ میں تمہا میں ہی نہ تھا۔ مجھ جیسے بیشمار مسلمان تھے آپ نے فرمایا او ملعون نہ تو مسلمان ہے نہ وہ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں جو واقعہ کربلا میں شریک تھے پھر آپ نے فرمایا کہ اے ملعون بتا تو نے کربلا میں کیا کیا ظلم کئے اُس نے بیان کرنا شروع کیا :-

”جب کربلا میں اہلبیت کے خیموں میں آگ لگائی گئی اور سیدائیاں بھاگ بھاگ محفوظ خیموں میں پہنچیں تو میں نے سکیۃ بنت الحسین کے قریب پہنچ کر ان کے کانوں کے گوشوارے لینا چاہے انہوں نے انکار کیا تو میں نے وہ گوشوارے لے لے کر پیچھے لے لئے جس سے ان کے کان زخمی ہو گئے اُس وقت انہوں نے کہا خدا تیرے لئے عذاب ہے“

قطع کرے اور تجھے دوزخ سے پہلے دُنیا ہی میں اُگ سے جلائے۔ پھر یسٰی بن الحسین کی طرف بڑھا وہ شدتِ تپ سے غش میں پڑے ہوئے تھے۔ یسٰی نے اُن کے نیچے سے چرمی بستر کھینچ لیا۔ پھر جنابِ زینبؓ کی چادر اور گوشوارے اُتار لئے۔ اُس وقت اُنہوں نے بھی کہا کہ خُدا تیرے پاؤں قطع کرے اور جہنم کی اُگ سے قبل دُنیا ہی میں تجھ کو اُگ میں جلائے۔“

یہ سن کر جنابِ مختارؓ گریہ ضبط نہ کر سکے اور بہت روئے پھر فرمایا خُدا کی قسم میں اُن صندیقہ کی زبانیں سچ ثابت کر دکھاؤں گا اور حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں قطع کر دیئے جائیں اور اس کو اُگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

بشیر بن ثوط کا قتل

یہ کوفہ کے بڑے صاحبِ اثر و صاحبِ اقتدار قبیلہ کا صحب تھا۔ اس نے جنابِ ام کلثوم کے سر سے چادر پھینچی تھی اور اہلبیتؑ رسولؐ کی شان میں نامنزا الفاظ استعمال کئے تھے خونی کے بعد یہ ملعون پیش کیا گیا جنابِ مختارؓ نے اُس کو بھی قتل کر دیا اور کہا مجھے اس کے قبیلہ سے کوئی خوف و اندیشہ نہیں۔ میں خُدا نے چاہا تو تمام قاتلانِ امامِ مظلوم کے وجود سے زمین کو پاک کر کے دَم لوں گا۔

عمار قاتلِ عبد الرحمن بن عقیل کا قتل

اسی اثناء میں ابو عمرہ نے آکر خوشخبری سُنائی کہ جنابِ عقیل کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن کا قاتل عمار گرفتار کر لیا گیا۔ اس ملعون نے حضرت عبد الرحمن کو قتل کر کے ان کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا تھا اور اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر بصرہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا کہ شعر بن شعر نے اس کو دیکھ لیا اور اُس کے تعاقب میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ وہ ملعون گھوڑے کو مارتا اور ایڑ لگاتا بھگانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن رُنے بھی اُس کا پیچھا نہ چھوڑا اور گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اُس کو جالیا۔ اور اُس کو گھوڑے سے بچ کر گرا دیا اور اس کے ہاتھ رستی سے باندھ دیئے۔ اور اس کو بندھا ہوا

دربار میں داخل کیا۔ اُسی وقت ایک خوبصورت بچہ دربار میں داخل ہوا جس کا نورانی چہرہ مانند ماہتاب چمک رہا تھا۔ جناب مختار نے اُس کو دیکھ کر پوچھا یہ بچہ کون ہے۔ ابو عمر نے کہا یہ عبدالرحمن کا فرزند ہے۔

یہ سنتے ہی جناب مختار تخت سے اتر کے صاحبزادے کے قریب گئے اور اُن کو نہایت احترام سے لاکر تخت پر بٹھایا اور پوچھا صاحبزادے تم کو فکب آئے۔ اور تمہارے آنے کی غرض کیا ہے۔ اُس طفل نے کہا میرا نام قاسم بن عبدالرحمن ہے میرے پدر بزرگوار کو ظالموں نے کربلا میں شہید کر دیا اور جب مخدرات کے اسباب کوٹے گئے تو ہم بھی بے سرو سامان ہو گئے اور اب مدینہ میں نہایت پریشانی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم کو اطلاع ملی کہ خداوند قدیر نے آپ کو کو فکب کا حاکم بنایا ہے تو ہم اپنے ایک چھوٹے بھائی اور مادر گرامی کے ہمراہ کو فکب آگئے ابھی ابھی مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کا قاتل گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا ہے یہ سن کر میں بھی حاضر ہو گیا ہوں۔ یہ سن کر جناب مختار نے فرمایا کہ شاہزادے آپ کے پدر بزرگوار کا قاتل عمار ملعون یہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ آپ جس طرح چاہیں اس سے اپنے والد کا بدلہ لے لیں۔ قاسم بن عبدالرحمن نے ایک چھڑی لے کر اُس کے سینہ پر ماری کہ وہ ملعون اُسی وقت ہلاک ہو گیا۔ مختار کے حکم سے اُس کا سر کاٹ لیا گیا اور جسم آگ میں جلا دیا گیا۔ اس کے بعد مختار نے صاحبزادے کو پانچ ہزار درم دیئے اور اُن کی والدہ اور بھائی کے لئے بھی رقیں بھجوائیں۔ حضرت ابراہیم نے بھی ایک ہزار درم اور قیمتی کپڑے دیئے۔ اور اہل دربار نے بھی حسبِ مقدور اس شاہزادے کی خدمت کی اور وہ شاہزادہ مع اپنی والدہ وغیرہ کے مدینہ واپس چلا گیا۔

عثمان بن خالد اور بشر بن سوط کا قتل

جناب عبدالرحمن کے قاتلوں میں عثمان بن خالد دھمانی اور بشر بن سوط بھی تھے۔ جناب مختار نے عبداللہ کامل کو ایک جماعت کے ہمراہ عثمان کی گرفتاری کے لئے عصر کے وقت بنی دھمان کی مسجد میں بھیجا۔ عبداللہ کامل نے اُن کا محاصرہ کر لیا اور ان لوگوں سے کہا کہ عثمان بن خالد کو

ہمارے حوالے کر دو ورثہ ہم تمہارے چھوٹے بڑے عورت و مرد سب کو قتل کر دیں گے ان لوگوں نے کہا ہم کو اس کا پتہ نہیں مگر ہم تلاش کر کے اُس کو حاضر کریں گے اور ان لوگوں کے ساتھ اس کی تلاش میں نکلے اور جستجو کرتے کرتے جہانہ پہنچے وہاں عثمان بن خالد اور بشر بن سوط دونوں کو موجود پایا ان کا ارادہ تھا کہ بھاگ جائیں مگر لوگوں نے ان دونوں کو پکڑ کر عبداللہ کامل کے حوالے کر دیا۔ عبداللہ کامل نے ان دونوں کو راستہ ہی میں قتل کر دیا اور اگر حضرت مختار کو ان کا حال بتایا جناب مختار نے اُن کو حکم دیا کہ فوراً جا کر اُن دونوں کے جسموں کو جلا دو۔ اور تاکید کی کہ جلانے سے پہلے ہرگز دفن نہ ہونے پائیں۔ عبداللہ کامل نے جا کر اُن کے جسموں کو جلا دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اسی عثمان بن خالد نے عبداللہ اکبر اور عبداللہ اصغر پسران عقیل کو بھی شہید کیا تھا۔

زیاد بن ملک کا قتل

روضۃ المجاہدین کے حوالے سے صاحب مختار آلِ محمد لکھتے ہیں کہ عمار قاتل عبدالرحمن کے قتل کے چند روز بعد ہارون بن مقدم کے فرزند نے عبداللہ کامل سے آکر کہا کہ میں دوست دار اہلبیت ہوں، لیکن میرا باپ اُن کا دشمن ہے۔ اُس نے چار قاتلانِ حسینؑ کو گھر میں چھپا رکھا ہے اور یہ سب ایک سرداب میں زمین کے نیچے چھپے ہوئے ہیں یہ کہہ کر ہارون واپس چلا گیا۔ عبداللہ کامل نے ابو عمرہ کو ایک دستہ لشکر کے ہمراہ اُس کے مکان پر بھیجا۔ اُن کو دیکھ کر ہارون مخبر ایک جگہ زمین پر کھڑا ہو گیا ان لوگوں نے اُس کے اس اشارہ سے سمجھ لیا کہ سرداب اسی مقام پر ہے۔ اور وہاں کھودنا شروع کیا آخر سرداب ظاہر ہوا اور وہاں زیاد، عبید، اکبر اور یزید مل گئے۔ وہ لوگ ان چاروں کو گرفتار کر کے جناب مختار کے پاس لائے۔ زیاد بن ملک نے کربلا میں جناب حمزہ کے غلام کو شہید کیا تھا۔ جناب مختار کے حکم سے وہ قتل کر دیا گیا۔

یزید بن ضمیر کا قتل

پھر حضرت مختار کے سامنے اس ملعون کو پیش کیا گیا۔ اس ملعون نے جناب حبیب بن مظاہر کو

قتل کیا تھا اس کے ساتھ قتل میں بدیل بن حریم بھی شریک تھا۔ حضرت مختار کے حکم سے اُس کی بھی گردن ماری گئی اور وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔

اکبر بن جمران کا قتل

اس ملعون نے حضرت امام حسینؑ کے صحابی جناب عابس بن شیبہ شاکری کو شہید کیا تھا حضرت مختار کے حکم سے اُس کی بھی گردن ماری گئی۔

عبید بن اسود کا قتل

یہ ملعون بھی انہی چاروں میں سے تھا جن کی مجبوری پسر مارون بن مقدم نے کی تھی۔ جناب مختار کے حکم سے یہ بھی قتل کیا گیا۔

مرہ بن منذر عبدی کا قتل

اُن چاروں کے قتل کے بعد شعر بن ابی شعریہ عبد اللہ کامل اس ملعون کی تلاش میں نکلے معلوم ہوا کہ وہ اپنے مکان میں پوشیدہ ہے۔ یہ اُس کے مکان پر پہنچے اور اُس کا گھر گھیر لیا۔ وہ ملعون بھی تجربہ کار اور جنگ آزمودہ تھا ایک طویل نیزہ لے کر نکلا اور ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ پر آیا۔ عبد اللہ کامل کے ساتھیوں نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس نے اپنے نیزہ سے عبد اللہ بن ناحیہ شامی کو شہید کر دیا یہ دیکھ کر عبد اللہ کامل اُس کی طرف بڑھے اور تنوار کا ایک وار کیا اُس نے اپنے بائیں ہاتھ پر روکا۔ ہاتھ زخمی ہوا اور وہ گرفتار کر لیا گیا۔ اور لوگ اس کو حضرت مختار کی خدمت میں لائے۔ جناب مختار نے اُس سے پوچھا کہ تو ہی نے کربلا میں جناب علی اکبرؑ کو شہید کیا تھا اُس نے کہا کہ اُن کے قتل میں تنہا میں ہی تو نہ تھا بلکہ ایک ہزار اشخاص کو شال تھے جناب مختار نے کہا اے ملعون اگر ایک ہزار آدمی شریک نہ ہوتے تو کیا تنہا تجھ جیسا آدمی اُن کو قتل کر سکتا تھا۔ پھر حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں اور زبان قطع کی جائے پھر اُس کی آنکھ نکال لی جائے۔ اس کے بعد اُس کے دونوں لب کاٹ لئے جائیں پھر قتل کیا جائے۔ چنانچہ اس ذلت و خواری کے ساتھ وہ ملعون واصل جہنم کیا گیا۔ اُس کے بعد اُس کی لاش جلادی گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا اور آخر عمر تک مشغول رہا اور آخر اسی عذاب کے ساتھ واصل جہنم ہوا۔

زید بن اُقاد کا قتل

یہ وہ شفیق ہے جس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو کربلا میں شہید کیا تھا۔ جب اس ملعون نے اُس پر تیر پھینکا تو اُس نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا اور وہ تیر لگا تو ہاتھ پیشانی سے پیوست ہو گیا پھر اُس نے اور کئی تیر مار کر اُس کو شہید کر دیا۔

عبداللہ کامل نے جاکر اُس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ملعون تلوار لئے ہوئے نکلا۔ عبداللہ کے ساتھیوں نے نیزہ اور تلوار سے حملہ کرنا چاہا تو عبداللہ نے کہا نہیں اس پر صرف تیر چلاؤ اور پتھر برساؤ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر وہ ملعون گھوڑے سے زمین پر گرنا اور عبداللہ کامل اُس کو گرفتار کر کے جناب مختار کے پاس لائے۔ حضرت مختار نے اُس سے پوچھا کہ تو نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو کس طرح شہید کیا تھا اُس نے بیان کیا کہ میں نے اُن کی آنکھ پر نشانہ لگا کر ایک تیر ایسا مارا کہ وہ پشت سر کی طرف جا نکلا۔ اُنہوں نے پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے وہ ہاتھ اُن کی پیشانی سے پیوست ہو گیا تھا۔ پھر اور تیروں کے وار سے اُن کو شہید کیا۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کی آنکھ پر تیر مارے جائیں اور تیروں ہی کے وار سے اس کو واصل جہنم کیا جائے۔ چنانچہ اُس کی آنکھ پر ایسا تیر مارا گیا کہ وہ پشت سر سے باہر نکل گیا پھر اور تیر لگائے گئے جب وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا تو آگ میں جلا دیا گیا۔

عمر بن حجاج کا قتل

اس ملعون نے ہنر فرات پر اس لئے پہرہ لگایا تھا کہ پانی امام حسینؑ اور اُن کے بچوں تک نہ پہنچنے پائے۔ پھر جب سب پیاسے شہید ہو گئے اور وقت عصر آیا تو سب سے پہلے اسی نے امام حسینؑ کے جسم اقدس پر تلوار کا وار کیا تھا۔

یہ ملعون حضرت مختار کے خوف سے بصرہ کی جانب بھاگ کر جا رہا تھا راستہ میں اُس کو خیال

ہوا کہ اُس ملعون کا شمار قاتلانِ امام حسین علیہ السلام کی فہرست میں بہت نمایاں ہے اگر بصرہ گیا تو لوگ ملامت کریں گے لہذا کسی اور طرف بھاگ جانا چاہیئے یہ سوچ کر وہ شراف کی طرف چلا۔ وہاں پہنچا تو وہاں کے باشندوں نے اُس کو وہاں ٹھہرنے نہ دیا اور کہا کہ تو یہاں سے چلا جا کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ تیری وجہ سے مختار کا لشکر یہاں ہم لوگوں پر حملہ آور نہ ہو۔ وہ ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔ اُس کے جانے کے بعد لوگوں نے آپس میں ندامت ظاہر کی کہ ایک مہمان کو اس طرح نکالنا مناسب نہ تھا۔ غرض اُن کی ایک جماعت نے اُس کو واپس لانے کے لئے اُس کا تعاقب کیا۔ عمرو بن حجاج نے اُن کو آتے دیکھا تو سمجھا کہ مختار کے آدمی آگئے وہ تیز بھاگنے لگا یہاں تک کہ وہ مقام "بیسنہ" میں پہنچا اور اب وہ بہت پیاسا تھا۔ وہ اپنے ہمراہیوں سمیت پیاس سے بچال ہو گیا تھا۔ ایک روایت کی بناء پر مختار کے اصحاب وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ ملعون شدتِ عطش سے بیہوش ہو کر گر گیا تھا۔ ان لوگوں نے اُسی مقام پر اُس کو قتل کر دیا اور اُس کا سر جنابِ مختار کی خدمت میں لے گئے۔

حکیم بن طفیل سنسبی کا قتل

عمرو بن حجاج کے قتل کے بعد چند روز تک کوئی نہ گرفتار ہوا نہ قتل کیا گیا تو ایک روز حضرت مختار نے اپنے عاملوں کو جمع کر کے کہا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے ہتھیہ کر لیا ہے کہ قاتلانِ حسینؑ میں سے کسی کو روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑوں گا اور جب تک اُن کا خاتمہ نہ ہو جائے میں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ بروایتِ روضۃ المجاہدین فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قاتلانِ حسینؑ میں بڑے بڑے سربراہ اور وہ اشخاص ابھی تک باقی ہیں اور اب تک تم نے اُن کو قتل نہیں کیا۔

یہ سن کر ابو عمرہ نے کھڑے ہو کر کہا حضور کا فرمانا بجا و درست ہے لیکن ہم کیا کریں کہ بہت سے ذمہ دارانِ قتلِ حسینؑ ایسے بھی موجود ہیں جن کی سرپرستی بڑے بڑے لوگ کر رہے ہیں۔ جنابِ مختار نے فرمایا میں اس معاملہ میں کسی کی سرپرستی نہیں مانتا۔ ابو عمرہ نے کہا۔ اور لوگوں کی سرپرستی جانے دیجئے حضرت عباسؑ علمدارِ امام حسینؑ کا قاتل حکیم بن طفیل کی حفاظتِ عدی بن حاتم

کر رہے ہیں کیونکہ حکیم ان کا بہنوئی ہے یہ سن کر جناب مختار نے عبداللہ کامل کو حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ لے کر جاؤ اور حکیم بن طفیل کو گرفتار کر لاؤ عبداللہ کامل اسی وقت روانہ ہو گئے اور جا کر اُس کا گھر گھیر لیا۔ پھر اندر جا کر اُس کی مشکیں باندھ لیں اُس کی عورتوں اور کینزوں نے روننا چلا نا شروع کیا اور عدی بن حاتم کو جا کر اطلاع دی۔ وہ فوراً آئے اور عبداللہ کامل سے کہا کہ اسے مجھے دے دو انہوں نے جواب دیا کہ میں امیر مختار کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتا اور کیونکہ ایسا کر سکتا ہوں، جبکہ میرے امیر نے قسم کھائی ہے کہ روئے زمین پر قاتلانِ حسین میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے اور یہ ملعون حضرت عباسؑ کا قاتل ہے۔ عدی بن حاتم نے کہا تم میری بات نہیں مانتے میں امیر مختار سے تمہاری شکایت کروں گا۔ عبداللہ نے کہا جو چاہے کیجیے مگر میں اس ملعون کو نہیں چھوڑوں گا عدی بن حاتم مایوس ہو کر جناب مختار کے پاس پہنچے۔ جناب مختار نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنے پہلو میں جگہ دی۔ عدی نے آٹھ آدمیوں کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے کھڑے دیکھا دریافت کیا تو جناب مختار نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو محمد بن اشعث کے ساتھ موکر مجھ سے لڑے تھے۔ لیکن میں نے یہ طے کیا ہے جو شخص مجھ سے لڑا ہوگا اُسے تو میں چھوڑ بھی دیتا ہوں لیکن جو شخص معرکہ کربلا میں موجود رہا ہوگا اُس کو نہیں چھوڑتا اور نہ اُس کے بارے میں کسی کی سفارش سُننا اور مانتا ہوں۔ عدی نے کہا مگر ایک شخص کی سفارش تو سُننا ہی پڑے گی اور وہ حکیم بن طفیل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس کا گناہ مجھے بخش دیجئے اور اُس کے قتل سے درگزر کیجئے۔ جناب مختار نے فرمایا آپ صحابی رسول ہیں آپ کو شرم نہیں آتی ہے کہ آپ جناب عباسؑ کے قاتل کی سفارش کرتے ہیں۔ عدی نے کہا یہ سب سمجھتا ہوں مگر سفارش کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ اے امیر پھر میں درخواست کرتا ہوں کہ اُس کا گناہ میرے حق میں بخش دیجئے۔ یہ سن کر جناب مختار نے سر جھکا لیا اور فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ نہ یہ گوارا ہے کہ آپ کی بات رد کروں اور نہ قاتل حضرت عباسؑ کو چھوڑ دینا گوارا ہے بلکہ آپ کی خاطر بہر حال منظور ہے اور سردست میں اُس کو چھوڑ دے دیتا ہوں مگر اس شرط پر کہ وہ کوفہ میں نہ دکھائی دے عدی نے کہا انشاء اللہ وہ کوفہ سے باہر چلا جائیگا۔ اسی اثناء میں عبداللہ کامل داخل دربار

ہوئے۔

جب عدی بن حاتم عبداللہ کا تل سے کبیدہ خاطر ہو کر جناب مختار کے پاس روانہ ہوئے تو عبداللہ کے ہمراہیوں نے یہ خیال کر کے کہیں امیر مختار عدی کی خاطر سے اس کو چھوڑ نہ دیں تو اُسے راستہ ہی میں قتل کر دیا۔ بحوالہ اصدق الاخبار، عدی بن حاتم کے چلے جانے کے بعد عبداللہ کامل کے ساتھیوں نے اُن سے کہا کہ امیر مختار عدی بن حاتم کو بہت زیادہ مانتے ہیں کیا عجب اُن کی سفارش اہل ملعون کے حق میں قبول کر لیں تو اس کے قتل میں پھر بہت تاخیر ہو جائے گی۔ لہذا اس کو پہیں قتل کر دینا چاہیئے کیونکہ اس نے جناب عباس علیہ السلام جیسی عظیم ہستی کو قتل کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا میں تمہاری لائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ الغرض وہ لوگ حکیم بن طفیل کے پاس آکر کہنے لگے اے ملعون تو نے حضرت عباس کو قتل کیا اور اُن کے کپڑے اُتارے۔ ہم تیرے کپڑے تیری زندگی ہی میں اُتاریں گے۔ اور تو نے امام حسینؑ پر تیر چلایا ہے ہم تجھے تیروں سے پھلنی کریں گے۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے اُس کے کپڑے اُتار لئے اور تیروں سے اُس کا جسم ساہی کے مانند بنا دیا۔ بالآخر وہ واصل جہنم ہو گیا اُس کے بعد اُس کا سر کاٹ لیا۔ الغرض عبداللہ کامل نے دربار میں حاضر ہو کر جناب مختار سے عرض کی کہ اے امیر ہم حکیم بن طفیل کو لئے ہوئے آرہے تھے لیکن عام لوگوں نے اُس پر حملہ کر دیا اور ہم سے چھین کر اُس کو قتل کر دیا۔

یہ سن کر عدی بن حاتم نے پوچھا کیا تم لوگوں نے حکیم بن طفیل کو قتل کر دیا عبداللہ نے کہا میں نے نہیں بلکہ عوام نے قتل کیا ہے۔ جناب مختار تو یہ سن کر مسرور ہوئے اور عدی سے کہنے لگے اے شیخ یہ شخص قاتلانِ امام حسینؑ میں سے تھا اُس کے قتل پر آپ کو غمگین نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن عدی بن حاتم نہایت غصّہ میں اُٹھے اور دربار سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ خدا مجھے تیرا محتاج نہ کرے پھر دربار سے نکل کر جناب مختار کے حق میں بہت نامناسب باتیں کیں۔ اُس کی باتیں سن کر عبداللہ اور عمرہ جناب مختار کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ اے امیر آپ نے عدی کو جو ڈھیل دے رکھی ہے اُسی کے سبب سے وہ آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ جناب مختار نے فرمایا

اُس کو کہنے دو وہ صحابی رسول ہے اور بوڑھا ہے میں نے جو قصد کر رکھا ہے کہ کسی قاتل امام مظلوم کو نہ چھوڑوں گا نہ اُس کے بارے میں کسی کی سفارش قبول کروں گا اُس میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔

شمر بن الجوشن کا قتل

عدی بن حاتم کی سفارش کے باوجود حکیم بن طفیل نہ بچ سکا تو کوڈہ میں رہنے والے قاتلان حسین نہایت خوفزدہ ہوئے جنہیں اُمید تھی کہ سعی و سفارش سے ممکن ہے جان بچ جائے۔ یہ لوگ اب مایوس ہونے کی وجہ سے فرار ہونے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ چند اشخاص شمر بن ذی الجوشن، اسحاق ابن اشعث، سنان بن انس، یزید بن انس، یزید بن حارث، مرہ بن عبدالصمد وغیرہ نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا اور کہا جب حکیم بن طفیل، عدی بن حاتم کی سفارش سے جانبر نہ ہو سکا تو ہمارے پیچھے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے لہذا ہم کو یہاں سے فرار ہو کر مصعب بن زبیر کے پاس پہنچ جانا چاہیئے۔ شمر ذی الجوشن نے یہ تجویز پیش کی اور سب نے پسند کی اور طے پایا کہ جلد سے جلد کوڈہ سے روانہ ہو جانا چاہیئے۔ لیکن جب روانگی کا وقت آیا تو سب نے جانے سے انکار کر دیا مگر شمر ذی الجوشن تنہا روانہ ہونے پر آمادہ ہوا اور اُس نے اپنے خالہ زاد بھائی حارث بن قرین کے پاس کسی سے کہلا بھیجا کہ میرے لئے بصرہ تک پہنچانے کے واسطے ایک رہبر بھیج دو۔ اُس نے ایک رہبر ساتھ کر دیا اور شمر اور سنان بن انس اور ان کے ساتھ دوسرے گیارہ کوئی رات کے وقت کوڈہ سے روانہ ہو گئے۔

آدھی رات کے بعد عبداللہ کامل کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً جناب مختار کے پاس آئے اور اُس کے بھاگ جانے کی خبر دی۔ حضرت مختار کے غلام خیر کو اُس کے بھاگ جانے کی اطلاع ہوئی تو اُسی وقت اٹھا رہا انہوں کو ہمراہ لے کر اُس نے شمر کا تعاقب کیا۔ اور راستہ میں شمر تک پہنچ گیا۔ شمر نے اپنے ہمراہیوں سمیت اُس کا مقابلہ کیا۔ کافی دیر تک جنگ ہوئی بالآخر غلام کو شکست ہوئی اور وہ کوڈہ کی جانب فرار ہوا شمر نے تعاقب کیا اور دو شخصوں کو قتل کر دیا۔ خیر واپس

کوفہ آیا اور صبح کو جناب مختار سے رات کی رُو داد بیان کی جناب مختار نے اُس سے کہا تو نے کیوں رات کو اُس کا تعاقب کیا۔ اُس نے عرض کی میں نے سوچا کہ یہ ملعون کوفہ سے نکل کر آپ کے قبضہ سے باہر ہو جائے گا اور قتل سے بچ جائے گا دوسرے یہ کہ میں نے چاہا کہ میں اُس کو قتل کر کے زیادہ ثواب حاصل کروں۔

شمر کوفہ سے بھاگ کر رُو پوش ہو گیا۔ جناب مختار نے قبیلہ مذرج و مراد و ہمدان سے ایک ایک آدمی لے کر اُن کو حکم دیا کہ اُس ملعون کو تلاش کریں بروایتے نور الاجار قبیلہ ہمدان سے سالم بن اعور کو، قبیلہ مراد سے حمید بن مہذب کو اور قبیلہ مذرج سے حسان بن پیمان کو منتخب فرمایا۔ الغرض یہ لوگ اُس کی تلاش میں روانہ ہوئے اور آخر کار پتہ لگا لیا۔ اور جناب مختار کو مطلع فرمایا۔ جناب مختار نے عبداللہ کامل، ابو عمرہ اور حاجب کو حکم دیا کہ جلد روانہ ہوں اور اُس ملعون کو گرفتار کر لائیں۔ یہ لوگ روانہ ہو کر کلپانیہ پہنچے۔ شمر وہاں پہلے سے موجود تھا مگر ان لوگوں کو اطلاع نہ تھی۔ وہ اس گاؤں سے ہوتے ہوئے دو فرسخ آگے نکل گئے۔ شمر نے وہاں کے مؤذن و پیش نماز کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسے دو اشخاص فراہم کر دو جو میرا خط بصرہ لے جانے اور مجھے بصرہ تک پہنچا دینے میں مدد دیں۔ مؤذن اور پیش نماز نے ایسے دو اشخاص مہیا کر دیئے ایک خط لے جانے اور دوسرا رہبری کے لئے۔ شمر نے پانچ دینار پیش نماز و مؤذن کو دے کر رخصت کیا اور نامہ بر کو جو ایک یہودی تھا ایک خط دیا کہ اس کو مصعب بن زبیر کے ہاتھ دینا اور تاکید کر دی کہ راستہ میں ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرنا۔ یہودی اُسی راستہ سے خط لئے ہوئے تیزی سے جا رہا تھا جس مقام پر عبداللہ کامل وغیرہ پانچ سو سواروں کو لئے ہوئے ٹھہرے تھے۔ یہودی بھی اُسی گاؤں میں اپنے ہم قوم کے لوگوں کے پاس ٹھہرا اور اُن سے شمر کی شکایت کر رہا تھا کہ شمر نے اتنی دُور مجھے بھیجا ہے مگر میری اُجرت نہیں دی عبداللہ کے لشکر کا ایک سوار اُسی طرف سے گذر رہا تھا جس کا نام عبدالرحمن بن ابی کنود تھا اُس نے اُس یہودی کی گفتگو سُن لی اور اس کو عبداللہ کامل کے پاس لے گیا۔ عبداللہ اور ابو عمرہ نے اُس سے پوچھا تو کہاں سے آ رہا ہے اُس نے کہا۔ ایک بد صورت ظالم اور دل آزار کے

پاس سے آ رہا ہوں۔ پوچھا کہ اُس کا نام کیا ہے۔ کہا مجھے نام نہیں معلوم وہ پرسوں ہمارے گاؤں میں آیا ہے اور ایک خط دیا ہے کہ مصعب بن زبیر کو پہنچا دوں۔ عبد اللہ کامل نے وہ خط مانگا اُس نے نکال کر دیدیا۔ عبد اللہ نے جب خط پڑھا تو سمجھے کہ یہ اُسی ملعون کا خط ہے جس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ الغرض عبد اللہ اُسی وقت کلیانیہ کے لئے واپس چلے۔ ادھر شمر سے ایک شخص نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا خط پکڑا جائے اور مختار کے اصحاب تجھ پر حملہ کر دیں بہتر ہے کہ آج ہی شب کو ہم لوگ یہاں سے کوچ کر دیں۔ شمر نے کہا مختار سے اس قدر ڈرتے ہو وہ کیا کر سکتا ہے میں تو ابھی تین روز یہاں ٹھہروں گا۔ یہ کہہ کر شمر تو سو گیا۔ بیکار عبد اللہ کامل کا لشکر پہنچ گیا۔ شمر بستر پر لیٹا ہوا راہبر سے بصرہ کا راستہ معلوم کر رہا تھا۔ مُسلم بن عمر کہتا ہے کہ میں بھی شمر کے پاس بیٹھا تھا میرے کانوں میں چھوٹے قسم کے گھوڑوں کے پاؤں کی آواز آنے لگی پھر ایسا معلوم ہوا کہ وہ جنگی گھوڑے ہیں۔ پاؤں کی آواز سن کر میں باہر نکلا۔ میں نے عبد اللہ کامل کا لشکر دیکھا تو فوراً دہقان لباس پہن کر ایک درخت پر چڑھ گیا شمر صرف پانچ ماہ پہنے ہوئے لیٹا تھا اُس کو کسی نے اطلاع دی تو وہ خیمہ سے باہر نکلا اور اُس کی نگاہ لشکر پر پڑی تو فوراً اندر جا کر جلدی جلدی ہتھیار لگائے اسی اثناء میں عبد اللہ کا لشکر وہاں پہنچ گیا اور اُس کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا۔ شمر سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر باہر نکلا۔ پھر وہ اور اُس کے ساتھی عبد اللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی دیر تک نیزے چلتے رہے اور اسی اثناء میں اُس کے ساتھی اُسے چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اب شمر نے تلوار نکال کر جنگ کرنا شروع کی اُس نے ایک نمون کو شہید کر دیا تو عبد اللہ کے لشکر نے اُس پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں سنان بن انس اور شمر ملعون بھی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا اور اُس کے ساتھ حرث بن قریظ بھی گرفتار ہوا یہ لوگ ان کو لے کر کوفہ روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے اور ان لوگوں نے جو استقبال کے لئے آئے تھے ان کو دیکھا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا اور بہت خوش ہوئے کوفہ میں پہنچ کر ان کو قید کر دیا گیا صبح کو جناب مختار کے سامنے پیش کئے گئے۔ جناب مختار نے ان کے قتل کا حکم دیا تو عبد اللہ کامل نے التماس کیا کہ شمر ملعون ان کے حوالے کر دیا جائے۔ وہ ان کے حوالے کر دیا گیا تو انہوں نے زہیوں کے

تیل سے بھرا ہوا ایک بڑا دیگ آگ پر رکھوایا جب تیل کھولنے لگا تو اُس میں اُس ملعون کو ڈال دیا۔ جب وہ نیم مردہ ہو گیا تو اُسے نکال کر اُس کے ناخن اُکھاڑ دیئے پھر اُس کی کھال کھینچ لی اور رگیں کاٹ دیں اور اُس کو زبردستی قطران پلایا جس میں لفظ پڑا ہوا تھا جس سے اُس کی آنتیں کٹ گئیں، پھر اُس کی زبان کھینچ لی گئی جب وہ مرنے کے قریب پہنچا تو اُس کا سر کاٹ کر جامع مسجد کے سامنے لٹکا دیا اور جسم کو آگ میں جلا دیا۔

شمر کے قتل ہونے پر جناب مختار نے سجدہ شکر ادا کیا۔ بروایت نور العین امام حسین علیہ السلام نے بوقت شہادت اُس کو اہلِ بقیع کُتا فرمایا تھا اُس کے جسم پر رکتوں کی طرح بوز اور سُور کی طرح بال تھے ایک روایت میں ہے کہ شمر مرنے کے بعد گتے کی صورت میں مسخ ہو گیا تھا۔

حرث بن قرنی کی پیشی اور رہائی

جب شمر ملعون واصلِ جہنم ہوا تو اُس کے ساتھی حرث بن قرنی کی پیشی ہوئی جب جناب مختار کی نگاہ اُس پر پڑی تو آپ نے فرمایا اے حرث میں تجھے دوستدارِ اہلبیت سمجھتا تھا مگر تو ان حضرات کا دشمن نکلا اُس نے عرض کی اے امیر میں دوستدارِ اہلبیت ہی ہوں جس روز عمرو بن سعد نے کربلا کی روانگی کا حکم دیا تھا میں اپنے گھر میں روپوش ہو گیا تھا اور ہرگز جنگ کربلا میں شریک نہیں ہوا۔ اے امیر کربلا کے مظالم یاد کیے ہیں برابر روتا رہا ہوں اور آج بھی میرا دل رو رہا ہے اور قیامت تک روتا رہے گا۔ جناب مختار نے پوچھا پھر تو شمر کے ہمراہ کیوں گیا تھا کہ گرفتار ہو کر اب میرے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے جواب دیا کہ شمر میرا خالہ زاد بھائی تھا اُس کے اصرار سے میں اُس کے ہمراہ چلا گیا تھا کیونکہ اُس نے مجھے خطرہ تھا کہ قتل کر دے گا۔ حارث کے اس بیان کی تائید تمام اہل دربار نے کی تو جناب مختار کو یقین ہوا اور اُس کو رہا کر دیا۔

سان بن انس کا قتل

یہ ملعون قتلِ امام حسینؑ میں پورے طور سے شریک تھا اور بے انتہا ظلم ڈھائے تھے۔

اُس کا ایک ظلم یہ بھی تھا کہ ایک کمر بند کے لئے حضرت کے دست مبارک کو توڑا تھا۔ یہ پہلے تو جناب مختار کے خوف سے بصرہ بھاگ گیا تھا کچھ دنوں کے بعد وہاں سے قادسیہ چلا گیا۔ جناب مختار کی طرف سے اُس کے لئے جاسوس مقرر تھے انہوں نے اُس کے حدود بصرہ سے نکلنے کی اطلاع جناب مختار کو دی۔ حضرت مختار نے اپنا لشکر بھیجا۔ اُس نے عذیب اور قادسیہ کے درمیان اُس کو گرفتار کیا اور لا کر جناب مختار کی خدمت میں پیش کیا۔ بروایت نور الابصار جب یہ بصرہ بھاگا تھا تو جناب مختار نے اس کا گھر کھودوا ڈالا تھا۔ اب گرفتاری کے بعد جب اُس کی پیشی ہوئی تو جناب مختار نے پوچھا اے ملعون بیان کر تو نے کربلا میں کیا کیا ستم کئے۔ اُس نے کہا ایک اُن میں سے یہ ہے کہ جناب امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر گر چکے تھے تو میں اُن کے قریب پہنچا میں نے چاہا کہ اُن کا کمر بند حاصل کروں جیوں ہی میں نے کمر بند پر ہاتھ رکھا انہوں نے کمر بند پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے اُن کا ہاتھ ہٹا دیا۔ اور کمر بند کھولنے لگا تو پھر انہوں نے ہاتھ رکھ دیا، میں نے پھر ہٹا دیا۔ آخر کار میں نے اُن کا ہاتھ توڑ کر پھینک دیا اور کمر بند نکال لیا۔ یہ سُننا تھا کہ جناب ابراہیمؑ ڈھاریں مار کر رونے لگے اور اُن کے رونے سے دربار میں کُہرام مچ گیا۔

حضرت مختار نے پھر پوچھا اے ملعون تو نے اور کیا کیا ظلم کئے تھے۔ اُس نے کہا میں نے اُن کو شہید کیا اور اس پر خرمبالات کیا کرتا تھا یہ سُن کر جناب مختار نے ایک آہ کی اور بے اختیار رونے لگے کہتے جاتے تھے کہ اے ملعون فرزندِ رسولؐ نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔ جناب ابراہیمؑ نے اُس ملعون کو اپنے قریب بلایا اور اُسے چت لٹا کر پہلے اُس کی دونوں آنکھیں نکلوائیں۔ پھر اُس کے ہاتھوں کے ناخنوں کو اکھڑا دیا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو توڑوا دیا۔ پھر اُس کے دونوں رانوں کے گوشت کٹوا کر نیم برشت اُسے کھلایا۔ انکار کرنے پر نوک نیزہ سے چھیدنا رہے۔ جب وہ مرنے کے قریب پہنچا تو اُس پر پتھر برسوائے۔ آخر میں اُس کو ذبح کر کے آگ میں جلا دیا اور اُس کی خاک ہوا میں اڑا دی۔ بقول امام ابو اسحاق اسفرائینی اس ملعون نے کربلا میں امام حسینؑ کی زرہ اور انگوٹھی لوٹی تھی۔

اسحاق بن اشعث کے لئے سفارش اور اُس کا قتل

اس ملعون نے جب سنان بن انس کی ذلت و خواری کے ساتھ موت کا حال سنا تو اپنے متعلق بہت متفکر ہوا اور اپنے بہنوئی عبداللہ کامل کے گھر نمازِ عشا کے وقت پہنچا۔ اُس کی بہن کی نگاہ جب اُس پر پڑی تو دوڑ کر اُس کے گلے سے لپٹ گئی۔ اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ پھر عبداللہ کامل کے پاس لے گئی۔ عبداللہ نے اُس سے کہا اے اسحاق کہ بلا میں تو نے جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا اُس نے کہا جو کچھ کر چکا وہ تو کر چکا لیکن اب میری جان تمہارے ہاتھ میں ہے تم چاہو تو بچالو چاہے قتل کر ڈالو عبداللہ نے کہا تم یہاں بیٹھو میں جاتا ہوں اور تم کو بچانے کی جس قدر ممکن ہو گا کوشش کرو گا۔ بلاآخر علی الصباح عبداللہ کامل حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں پہنچ کر بڑی لجاجت و انکساری سے عرض کی کہ اے امیر آپ عرصہ سے فرمایا کرتے تھے جو کچھ کہو قبول کر دوں گا۔ اے امیر میں نے آج تک کوئی درخواست نہیں کی آج ایک خواہش پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اسحاق بن اشعث کو مجھے بخش دیجئے جناب مختار نے یہ سُن کر عبداللہ کی طرف نگاہ کی اور اُس کی انگشتی دیکھ کر فرمایا کہ اچھا تمہاری خواہش پر غور کروں گا تم یہ تو بتاؤ کہ یہ انگوٹھی کس نے بنائی ہے بہت بہتر ہے۔ عبداللہ نے انگوٹھی اُتار کر حضرت مختار کو دیدی۔ جناب مختار نے انگشتی دیکھتے ہوئے عبداللہ کامل سے فرمایا کہ بنی کندہ میں چند قاتلانِ امام حسینؑ جمع ہیں اُنہیں گرفتار کر لاؤ عبداللہ فوراً روانہ ہو گئے۔ ادھر عبداللہ گئے ادھر جناب مختار نے اپنے غلام خیر سے فرمایا کہ عبداللہ کی انگشتی لے کر اُس کے گھر جاؤ اور کہو کہ تمہارے شوہر نے انگشتی نشانی کے طور پر بھیجی ہے اور کہا ہے کہ امیر نے تمہارے بھائی کو میرے لئے بخش دیا ہے اور کہا ہے کہ اُس کو بھلا دو تاکہ میں خلعت عطا کروں۔

خیر انگوٹھی لئے ہوئے عبداللہ کامل کے مکان پر پہنچا اور اُس نے اس کی عورت سے جس طرح جناب مختار نے بتایا تھا بیان کیا۔ عبداللہ کی بیوی یہ سُن کر اپنے بھائی کے پاس گئی

اور بولی۔ اے بھائی تجھے مبارک ہو کہ مختار نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ بعد اللہ نے یہ انگوٹھی نشانی کے طور پر بھیجی ہے اور تجھے بلایا ہے تاکہ مختار خلعت عطا کریں۔ اسحاق نے کہا میں مختار سے ڈرتا ہوں مجھے یقین نہیں کہ وہ مجھے بخشے گا۔ یہ سن کر خیر نے کہا اے شیخ اگر امیر کے دل میں تیری طرف سے کچھ بُرائی ہوتی تو تیری گرفتاری کے لئے لشکر بھیجتا۔ بالآخر اسحاق بادل ناخواستہ دارالامارہ کی طرف چلا دارالامارہ پر پہنچ کر خیر نے کہا تم ہمیں بٹھرو میں تمہارے آنے کی اطلاع امیر کو کیوں۔ اسحاق پھر گیا اور خیر نے جناب مختار سے جا کر کہا کہ اسحاق ملعون کو لایا ہوں اُس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ جناب مختار نے فرمایا اُس ملعون کو میرے پاس نہ لاؤ اور بہت جلد قتل کر دو کہ بعد اللہ کامل واپس نہ آنے پائیں یہ سن کر خیر باہر آیا اور اپنی آستین اُلٹی اور اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔ اسحاق نے یہ حال دیکھا تو کہا کیا ارادہ ہے اُس نے کہا تم بیٹھ جاؤ تو میں بتاؤں اسحاق نے کہا میرے قتل کا ارادہ ہے حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ امیر نے مجھے امان دی ہے۔ خیر نے کہا اے ملعون کیا تجھے معلوم نہیں کہ امیر مختار قاتلانِ حسین کو ہرگز امان نہیں دیتے۔ اسحاق نے کہا اے خیر تم امیر مختار سے جا کر کہہ دو کہ میں تیس ہزار درہم بیس اونٹ اور ہزار گوسفند ہدیہ کرنے کو تیار ہوں اور اے خیر اگر تو میرا یہ پیغام امیر تک پہنچا دے گا تو میں ایک ہزار دینار تجھے دوں گا۔ یہ سن کر حاجب نے کہا۔ انتظار کس بات کا ہے امیر کے حکم میں یہ تاخیر کیوں ہے۔ تجھے جو حکم دیا گیا ہے اُس کی تعمیل کر کہ تیری خیر اسی میں ہے۔ یہ ملعون جو کچھ دیتا ہے آخرت میں اس کا قتل اُس سے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ خیر نے یہ سن کر اُس کی گردن پر ایسی تلوار لگا لی کہ اُس کا سر دس قدم کے فاصلہ پر جاگرا۔

اُس لمحے قتل ہوتے ہی بعد اللہ کامل واپس آگئے اور حضرت مختار سے عرض کی کہ بھئی کندہ میں تو کوئی نہیں ملا جناب مختار نے فرمایا کہ تمہیں تو کوئی نہیں ملا مگر مجھے ایک ملعون مل گیا تھا اور میں نے اُسے قتل کر دیا۔ بعد اللہ نے پوچھا وہ کون تھا۔ حضرت مختار نے فرمایا ابھی اُس کا سر منگواتا ہوں اُس کے بعد حکم دیا کہ مقتول کا سر لایا جائے یہ سن کر خیر باہر گیا اور اسحاق کا سر لے آیا۔ بعد اللہ

کامل نے جب اُس ملعون کا سر دیکھا تو خوشی میں بول اُٹھے ”الحمد للہ“ اس ملعون سے میرا بیچھا چھوٹا۔
 اس کے بعد حضرت مختار سے اجازت لے کر اپنے مکان پر آئے اور وہاں پہنچ کر اپنی زوجہ کو طلاق
 دیدی جو اسحاق بن اشعث کی بہن تھی۔ دوسرے روز جناب مختار کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا
 واقعہ بیان کیا۔ جناب مختار سُن کر تخت سے اُٹھے اور عبد اللہ کامل کو سینہ سے لگا کر فرمایا خداوند
 عالم تمہاری اس پر غلو ص خدمت کے عوض جزائے خیر عطا فرمائے۔
 بعض کُتب میں اسحاق بن اشعث کے بھائے قیس بن اشعث تحریر ہے۔ اخبار الطوال میں
 ہے کہ اُس نے قتیفہ امام حسینؑ کو ٹاٹا تھا۔

ابوالخلیق، شاعر ابن زیاد کا قتل

اس کے بعد کسی غرض سے جناب مختار کو فہ سے باہر تشریف لے گئے اور اپنا قائم تمام جناب
 ابراہیم کو مقرر کر گئے تھے۔ حضرت ابراہیم کے سامنے ایک شخص گرفتار ہو کر آیا جس کو ابن زیاد کے
 دربار کا شاعر کہا جاتا تھا۔ وہ بھی قاتلان امام حسینؑ میں سے تھا۔ لیکن ابوالخلیق نے کہا میں ہرگز کربلا
 میں نہ تھا اور نہ میں امام حسینؑ کے قتل میں شریک ہوا تھا۔ البتہ مختار سے برسہا برس کا رشتہ ہوں۔ جناب
 ابراہیم نے فرمایا کہ اگر تو کربلا میں نہ تھا تو تجھے کوئی اذیت نہ پہنچائی جائے گی تو اطمینان رکھ۔ اس کے
 بعد اُس نے حضرت ابراہیم کی مدح میں چند اشعار کہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا تو ابن زیاد کے ساتھ
 کیوں شریک تھا اُس نے کہا پیٹ کے لئے۔ لیکن میرے دل میں اُس کی وقعت نہ تھی۔ میں صرف
 زبان سے اُس کی مدح کرتا تھا اور دل میں اُس پر لعنت کرتا تھا۔ جناب ابراہیم نے اُس کو بیس درم
 دلوادئے اور کہا امیر مختار کے آنے کا انتظار کر وہ واپس آجائیں تو تجھے مالامال کر دیں گے۔ اُس
 نے پھر چند اشعار مدح ابراہیم میں پڑھ کر کہا کہ میرے لئے یہی بہت ہے جو آپ نے عطا فرمائے
 ہیں۔ آپ مجھے رہا فرمادیں تاکہ واپس چلا جاؤں کیونکہ میرے اہل و عیال انتظار میں بیچیں ہوں گے
 حضرت ابراہیم نے فرمایا جناب مختار آتے ہی ہوں گے اس قدر جلدی تجھے کیوں ہے۔ ابوالخلیق نے

پھر کہا مجھے رہا فرما دیجئے۔ جناب ابراہیم نے پھر وہی جواب دیا اُس نے پھر درخواست کی کہ مجھے اب یہاں نہ رکھا جائے بلکہ رہا کر دیا جائے۔ جناب ابراہیم نے فرمایا تیری اس بیقراری اور عجلت سے مجھے شبہ ہوتا ہے آخر یہاں سے جلد جانے کی کوشش کیوں کر رہا ہے۔ اُس نے کہا اے امیر اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے عبد اللہ کامل کی بچوکی ہے۔ اسی سبب سے وہ مجھے گرفتار کر لیا ہے مجھے یقین ہے کہ اگر وہ آگیا تو مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ ابراہیم نے کہا تو فکر نہ کر شعراء کی ایسی غلطیاں ہمیشہ نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اگر تو نے عبد اللہ کامل کی مذمت کی ہے تو اُس کا کوئی خیال نہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تو قاتلانِ امام میں سے ہے تو ہرگز معاف نہ کیا جائے گا۔ تو کل تک انتظار کر اور اس عرصہ میں حضرت علیؑ اور اُن کی اولاد کی مدح میں اشعار کہتا رہ۔ جتنے اشعار ہو جائیں وہ امیر مختار کے سامنے دربار میں سُنانا اور ہم سے بے حساب انعام لینا۔ اس کے بعد کچھری برخواست ہو گئی۔

دوسرے روز جناب ابراہیم نے اُس کو دربار میں طلب فرمایا وہ آیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کل سے اس وقت تک تو نے کتنے اشعار مدح امیر المومنینؑ میں کہے۔ اُس نے کہا اے امیر میں نے بہت کوشش کی مگر اشعار لکھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت ابراہیم نے ہنس کر فرمایا کہ اے ملعون تو یقیناً دشمنِ آلِ رسولؐ ہے اسی سبب سے تیرا ذہن اُن کی مدح میں کام نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں جناب مختار واپس آگئے اُن کے ہمراہ عبد اللہ کامل بھی تھے۔ عبد اللہ نے عبد الحلیق کو دیکھتے ہی کہا یہ وہ ملعون ہے جو ابنِ سعد کے حکم سے شہداءِ حسینیؑ کے نام لکھتا تھا۔ آلِ رسولؐ کو قتلِ فرزندِ رسولؐ کی ترغیب دیتا تھا۔ یہ سن کر وہ ملعون سر بزاو ہو گیا۔ اس کے بعد جناب مختار نے فرمایا اے ابو الحلیق تو اُنِ اِشقیاء کے نام لکھوا دے جو امامِ حسینؑ کے قتل میں شریک تھے۔ اُس نے کہا میں اس شرط پر اُن سب کے نام لکھوا دوں گا جو مجھے یاد ہوں گے اور اس کے عوض مجھے رہا کر دیا جائے جناب مختار نے فرمایا منظور ہے۔ چنانچہ اُس نے قاتلانِ حسینؑ کے بہت سے نام لکھوائے اور دربار سے اُٹھ کر چلا گیا۔ وہ ملعون جو ہنسی بازار میں

پہنچا۔ عبداللہ کامل کے غلام نے بحکم عبداللہ زہر آلود تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت مختار کو جب اُس کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ بہت خوش ہوئے۔

قیس ابن حفص شیبانی کا قتل

اسی اثناء میں جناب مختار کو ایک شخص نے دربار میں آکر یہ خبر دی کہ قیس بن حفص عورتوں کا لباس پہن کر کوفہ سے بھاگا جا رہا ہے۔ وہ چادر اوڑھے ہوئے ہے اور موزہ پہنے ہے ایک گدھے پر سوار چلا جا رہا ہے۔ حضرت مختار نے عبداللہ کامل کو حکم دیا کہ اُسے جلد گرفتار کر کے لاؤ۔ عبداللہ کامل فوراً روانہ ہوئے اور اُس کو اُسی حال سے گرفتار کر کے بازار کی طرف سے لائے۔ اہل بازار اُس پر لعنت کرتے تھے۔ الغرض وہ اسی صورت سے دربار میں لایا گیا اور جناب مختار کے حکم سے اٹا لٹکا کر واصل جہنم کیا گیا۔

حرملہ ابن کاہل اسدی کا قتل

یہ وہ ملعون ہے جس کے مظالم کا اثر اہلبیت اطہار اور امام زین العابدینؑ کے دلوں پر مدت العمر باقی رہا۔ اسی ظالم نے تیر شعبہ سے جناب علی اصغرؑ کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر شہید کیا تھا۔ جناب مختار کو اس کی بہت تلاش و جستجو تھی ایک دن آپ کہیں جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو کسی نے اطلاع دی کہ حرملہ گرفتار ہو گیا۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ وہ جب آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے جلا دوں کو بلوایا اور حکم دیا کہ پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں پھر اُس پر تیر برسائے جائیں۔ اس کے بعد آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور اس طرح وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔

اسی ملعون نے جناب عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ کاٹے تھے اور اُس معصوم کو امام حسینؑ کی آغوش میں تیر سے شہید کیا تھا۔ اور یہی امام حسینؑ کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کر کے کوفہ لے گیا۔

تھا۔ انہی وجوہ کی بناء پر امام زین العابدینؑ کا دل بہت دکھا ہوا تھا۔

روایت منہال

منہال بن عمر کا بیان ہے کہ میں کوفہ سے بغرض حج مکہ معظمہ گیا تھا وہاں امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے مجھ سے حرمہ بن کابل اسدی کا حال پوچھا میں نے کہا وہ کوفہ میں زندہ و سلامت موجود ہے یہ سن کر امام زین العابدینؑ نے ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا اللھم اذق محتر الناس خلوفہ! اُسے آگ کا مزہ چکھا منہال کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کوفہ آیا اور پھر جناب مختار سے ملنے گیا۔ وہ اپنے مکان سے نکل کر ایک طرف جا رہے تھے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ انہوں نے مجھ سے حالات دریافت کئے اور کہا تم نے ہماری حکومت میں شرکت نہیں کی۔ تم کہاں تھے میں نے کہا حج کے لئے گیا تھا۔ غرض اسی طرح باتیں کرتے ہوئے کنا سہ تک پہنچے وہاں حضرت مختار ٹھہر گئے میں نے سمجھا کہ کسی کا انتظار ہے۔ تنے میں مجھے کچھ لوگ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ لوگ جب قریب پہنچے تو بیان کیا حرمہ گرفتار ہو گیا ہے۔ آپ نے فوراً شکر خدا ادا کیا۔ جب اُس کو سامنے لائے تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے تجھ پر قابو عطا فرمایا اے ملعون خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے آل محمدؐ پر بے حد ستم ڈھائے ہیں۔ پھر جلاؤ کو بلو کر حکم دیا کہ اس کے پیر کاٹ دیئے جائیں اور مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کر کے آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ اسی حکم کے مطابق اُس کو واصل جہنم کیا گیا۔ منہال بیان کرتے ہیں کہ یہ حال دیکھ کر میں نے دو مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ جناب مختار نے فرمایا کہ اے منہال تسبیح تو ہر وقت کہنا بہتر ہے لیکن اس وقت تم نے خاص طور سے کس لئے تسبیح کی۔ میں نے عرض کی میں حج کے موقع پر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ حضرت کو اس کی اطلاع ہے کہ آپ خونِ امام حسینؑ کا انتقام لے رہے ہیں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ حرمہ قتل ہوا یا نہیں میں نے کہا ابھی تک تو وہ زندہ ہے تو حضرت نے ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا کہ خداوند اُس کو آگ کا مزہ چکھا۔ میں نے حضرت کی دعا کی قبولیت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی کہ حرمہ نذر آتش کر دیا گیا۔

یہ سنا تھا کہ جناب مختار خوشی سے پھولے نہ سمائے اور کہا اے منہال سچ بتاؤ کیا میرے ام نے ایسا فرمایا تھا میں نے کہا بالکل سچ کہتا ہوں یہ سن کر مختار گھوڑے سے کود پڑے اور زمین پر سجدہ شکر کے لئے پیشانی رکھ دی اور دیر تک سجدہ میں مشغول تھے اس کے بعد سوار ہو کر روانہ ہوئے میرے مکان کے قریب پہنچے تو میں نے درخواست کی کہ غریب خانہ پر تشریف لے چلئے کھانا تناول فرمائیے انہوں نے کہا اے منہال میں کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ میں شکر کے روزے سے ہوں اب اس سے بڑی نعمت میرے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ میرے ام کی دعا میرے ہاتھوں پوری ہوئی۔

جناب مولانا ظہر حسن صاحب کی تحقیق کے مطابق جس وقت جناب مختار کی نظر حرمہ پر پڑی آپ نے ڈانٹ کر فرمایا ادا ملعون خدا تجھ پر لعنت کرے بتاؤ نے کیا کیا تھا۔ اُس نے کہا اے امیر میرے تین تیر ایسے نکلے جن سے میری تیر اندازی کا کمال ظاہر ہو گیا۔ پہلا تیر مشک سکیٹ پر لگا جب کہ علدار حسینی مشک بھر کر خیمہ کی جانب لے جا رہے تھے۔ ابن سعد نے مجھ سے کہا اگر یہ پانی پیاسو تک پہنچ جائے گا تو غضب ہو جائے گا۔ یہ سن کر میں نے ایسا تیر مارا کہ مشک چھد گئی اور سارا پانی بہہ گیا۔ اور دوسرے تیر سے میں نے ششماہی علی اصغر کا گلا چھید دیا تھا۔ اور وہ صغیر سچہ حسین کے ہاتھوں پر ٹرپ کر مر گیا۔ تیسرا تیر میں نے اُس وقت لگایا جبکہ حسین زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر بیٹھے تھے اور وہ تیر حسین کی پیشانی پر لگا جس سے وہ گر پڑے۔ مختار یہ سن کر ضبط نہ کر سکے اور بڑھ کر اپنی تلوار سے اُس ملعون کے دونوں ہاتھ قطع کر دیئے پھر اُس کو آگ میں زندہ جلوا دیا۔

عمر بن صلیح صیداوی کا قتل

جناب مختار کے آدمیوں نے اس کے گھر کا محاصرہ کیا اور اُس کے گھر میں داخل ہو گئے یہ ملعون اپنے مکان کے کوٹھے پر سو رہا تھا اور تلوار اُس کے سر کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اُس کو تلوار سمیت گرفتار کر لیا اور اُس کی مشکیں کس لیں اس نے کہا کہ یہ تلوار کتنی بُری ہے کہ اتنی نزدیک

ہونے کے باوجود کس قدر دُور ثابت ہوئی اور کام نہ آئی۔ الغرض اس کو لے کر دارالامارہ میں آئے رات کا وقت تھا اس لئے اس کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ صبح کو حضرت مختار کے سامنے پیش کیا آپ نے حکم دیا کہ اس کو نیزے سے مار مار کر ہلاک کرو۔ کیونکہ اُس نے بیان کیا تھا کہ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا لیکن اصحاب امام میں سے متعدد لوگوں کو نیزے سے زخمی کیا تھا اسی لئے مختار نے اس کو نیزے سے مار مار کر ہلاک کرنے کا حکم دیا اور وہ اسی طرح واصل جہنم کیا گیا۔

بحوالہ شفاء الصدور شرح زیارت عاشور اس ملعون نے حضرت عبداللہ بن مسلم کو شہید کیا تھا۔ معصوم نے اس پر زیارت میں لعنت بھی فرمائی ہے۔

مالک بن مشیم بدانی کا قتل

یہ شقی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قادیسیہ میں رُپوش تھا۔ حضرت مختار کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر گرفتار کر لیا اور اُس سے پوچھا کہ تو کربلا میں امام حسینؑ سے لڑنے کیوں گیا تھا اور تجھ کو ان کی فریاد پر رحم نہ آیا۔ اُس نے کہا میں جبراً بھیجا گیا تھا خوشی سے نہیں گیا تھا جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ الغرض اُس کو قتل کر کے واصل جہنم کیا گیا۔

حمل بن مالک محاربی کا قتل

یہ ملعون بھی قادیسیہ میں رُپوش تھا اس کو بھی حضرت مختار کے سپاہیوں نے گرفتار کر کے جناب مختار کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اُس کو بھی قتل کر دیا۔

بجدل بن سلیم کلبی کا قتل

اس ملعون نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کے ہاتھ سے انگوٹھی اُتارنے کی کوشش کی تھی۔ انگوٹھی نہ اُتر سکی تو اس نے آپ کی انگلی قطع کر کے انگوٹھی لے لی حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں۔ جلاد نے اُس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر قطع کر دیئے وہ اسی حال میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

وقاد بن مالک کا قتل

اس ملعون نے امام حسینؑ کی خوشبو جو ایک رحل میں تھی لوٹ کر سب میں تقسیم کیا تھا حضرت مختار کے حکم سے اُس کی بھی گردن ماری گئی۔

عمر بن خالد کا قتل

امام حسینؑ کی خوشبو لوٹنے میں یہ ملعون بھی شریک تھا جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کو سارے بازار میں پھرا کر قتل کیا جائے۔ چنانچہ اسی طرح وہ ملعون واصل جہنم ہو گیا۔

عبدالرحمن بجلی کا قتل

یہ بھی سید الشہداء کی خوشبو لوٹنے میں شریک تھا اس کو بھی جناب مختار نے بازاروں میں پھرا کر قتل کرا دیا۔

عبداللہ بن قیس خولانی کا قتل

اس نے بھی امام مظلوم کی خوشبو لوٹنے میں شرکت کی تھی جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کو بھی بازاروں میں پھرا کر رسوا کیا جائے پھر قتل کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اسماعیل بن خارجہ فرازی کا قتل

اس ملعون نے جناب مسلم بن عقیل کے قتل میں شرکت کی تھی۔ جناب مختار نے اس کے متعلق فرمایا تھا کہ آسمان، روشنی اور تاریکی کے خالق کی قسم! آسمان سے سیاہ و سرخ خالص آگ عنقریب نازل ہوگی اور اسماء کے گھر کو اُس کے ظلم کے عوض جلا کر خاک کر دے گی۔ یہ ملعون مختار کے خوف سے اپنا گھر اور تمام سامان چھوڑ کر جنگل میں چلا گیا تھا۔ جناب مختار نے اُس کے اور اُس کے اعزا کے مکانات جلوا دیئے۔

یہ ملعون امام حسینؑ کی پامالی میں شریک تھا۔ بروایت ابو مخنف ایک دن جناب مختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ بیشتر قاتلانِ امام مظلوم تو قتل ہو چکے ہیں کچھ جو باقی ہیں انشاء اللہ

وہ بھی جلد اپنے کيفر کو دار کو پہنچ جائیں گے مگر تین اشخاص میری نگاہوں میں زیادہ کھٹکتے رہتے ہیں جو ابھی تک زندہ و محفوظ ہیں اور وہ اسماء بن خارجہ - قاضی شریح اور محمد بن اشعث - یہ تینوں امام حسینؑ اور ان کے رفقاء کے قتل میں ابن زیاد کا دایاں ہاتھ بنے ہوئے تھے۔ اب جس قدر جلد ممکن ہو ان کی تلاش کر کے ان کو گرفتار کرنا چاہیئے۔ اس کام کے لئے جابر بن اشعث اور صعصعہ بن لیث کو بلوایئے۔ جناب ابراہیم نے ان کو حاضر کیا۔ حضرت مختار نے ان دونوں دوستانہ اہلیت علیہم السلام کو ان کی تلاش پر مامور کیا۔ ان لوگوں نے پورے انہماک سے ان اشتیاق کی تلاش شروع کی۔ قریوں - دیہاتوں اور جنگلوں میں گھومتے رہے۔ ہر تنگ و تاریک مقام کو دیکھا۔ آخر پتہ چلا کہ یہ تینوں قریہ بنی اُمیہ میں پوشیدہ ہیں۔ یہ دونوں مجاہد اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے وہاں پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ ایک سرداب میں رُپوش ہیں۔ سرداب پر آئے تو اس کا دروازہ اس قدر چھوٹا تھا کہ ایک آدمی کے سوا ایک ساتھ اور لوگ اندر نہ جاسکتے تھے۔ پہلے تو ان لوگوں نے کوشش کی کہ وہ لوگ نکل آئیں جب اس میں کامیاب نہ ہوئے تو ان لوگوں نے سرداب کے دہانے پر آگ روشن کر دی جب اُس کا دھواں اندر پہنچا اور حرارت سے ادیت ہوئی تو ان لوگوں نے پناہ کی درخواست کی آخر وہ لوگ نکلے، ان کی مشکیں کس لی گئیں۔ اور جناب مختار کے سامنے پیش کئے گئے جناب مختار نے اسماء بن خارجہ سے کہا او ملعون تو نے آلِ رسول پر خروج کیا اور ان کے قتل و ینداری میں شریک ہوا۔ پھر حکم دیا کہ اسے باہر لے جا کر تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

محمد بن اشعث بن قیس کا قتل

پھر اس ملعون کو جناب مختار کے سامنے لائے اُس نے بھی کربلا میں بڑے مظالم کئے تھے۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اُس کی ران کا گوشت بھون کر اس کو کھلایا جائے اور جس جس طرح اس کو آزار پہنچایا جاسکے پہنچایا جائے چنانچہ اُس کو طرح طرح کے عذاب سے مغذ کیا گیا۔ بالآخر وہ داخل جہنم ہوا۔

قاضی شریح کا قتل

یہ شخص جس وقت رسی میں جکڑا ہوا دربار میں لایا گیا جناب ابراہیم اور حضرت مختار نے اُس پر تھوکا اور فرمایا خدا تجھ پر لعنت کرے۔ امام حسینؑ کے قتل میں تیری بدکرداری اور غداری کو بڑا دخل ہے۔ تو نے اہلبیت کے خلاف دل و زبان دونوں سے خروج کیا ہے۔ پھر جناب مختار نے اُس کے سر پر گرز کا ایک وار کیا۔ پھر گدی سے اُس کی زبان کھینچ لی۔ پھر قتل کر کے اُس کی لاش آگ میں جلوادی۔

حسین بن تمیم کا قتل

قاضی شریح کے قتل کے بعد ایک شخص نے جو محبت اہلبیت تھا کھڑے ہو کر کہا اے خونِ ناحق کا عوض لینے والے دیندار میں ایک خبر لایا ہوں اگر اجازت ہو تو بیان کروں۔ جناب مختار نے فرمایا ضرور بیان کرو۔ اُس نے کہا میرے لڑکے ”مقبل“ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حسین بن تمیم جو واقعہ کربلا میں شریک تھا اور جس نے امام حسینؑ کے قتل میں پوری کوشش کی تھی کو فذ کے ایک دیہات میں چھپا ہوا ہے اور عنقریب بصرہ جانے والا ہے آپ اپنے آدمیوں کو بھیج کر اُسے گرفتار کرا لیجیے حضرت مختار نے فرمایا اپنے لڑکے کو بلاؤ۔ اُس نے لڑکے کو بلایا۔ حضرت مختار خود اُس کے ساتھ روانہ ہوئے اور اُس دیہات میں پہنچ کر اُسے ڈھونڈ نکالا۔ اور گرفتار کر کے اُس کے ہاتھوں کو کندھوں پر کس دیا۔ اُس ملعون نے کہا میرا کیا قصور ہے مجھے کیوں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ جناب مختار نے فرمایا او ملعون تو نے امام حسینؑ فرزند رسولؐ سے کیا جنگ نہیں کی اور حضرت کے قاصد ”قیس بن مسهر صیداوی“ کو کیا قتل نہیں کیا جو نہایت مرد صالح اور دیندار تھے اور کہتا ہے کہ میری کیا خطا ہے۔ پھر اُس کو دارالامارہ میں لائے اور حکم دیا کہ اُس کے بدنِ نجس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں جلا دیا جائے۔ غرض اس کی تعمیل کی گئی۔

اخفس بن مرشد کا قتل | اس ملعون نے امام حسینؑ کا عمامہ کربلا میں ٹوٹا تھا اور حضرت کی

لاش کی پامالی میں شریک تھا۔ جب حضرت مختار کی نگاہ اُس پر پڑی تو آپ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ اُس کو زمین پر لٹا کر ہاتھ پیروں میں کیلیں بھونک دی جائیں اور اس کے اوپر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی پھر حضرت مختار کے حکم سے اُس کی لاش جلا دی گئی۔

المجرین کعب کا قتل

اس ملعون نے حضرت امام حسینؑ کا پاجامہ لوٹا تھا۔ اُس کا ہاتھ گرمی میں خشک ہو جایا کرتا تھا۔ اور سردی میں اُس سے مواد جاری ہو جاتا تھا۔ جب اس ملعون کی پیشی ہوئی تو اُس نے اور ایک ظلم کا اظہار کیا تھا یعنی جناب زینبؑ کی چادر پھینکی تھی جس کو سن کر سارا دربار رونے لگا۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اُس کی آنکھیں نکال لی جائیں چنانچہ وہ ملعون اسی طرح واصلِ جہنم ہوا۔

اسحاق بن جویریہ کا قتل

اس ملعون نے دریافت پر بیان کیا کہ امام حسینؑ کی لاش اقدس پر گھوڑے دوڑانے میں یہ بھی شریک تھا۔ جناب مختار کے حکم سے اس کو بھی چیت لٹا کر ہاتھ پیروں میں کیلیں بھونک دی گئیں پھر اُس کے اوپر گھوڑے دوڑائے گئے پھر اس کے جسم کو نذر آتش کر دیا گیا۔

رضی بن منتقد عبدی کا قتل

اسحاق کے بعد اس کی پیشی ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہ ملعون بھی پامالی لاش امام مظلوم میں شریک تھا۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کو زندہ ہی پامال کیا جائے۔ چنانچہ اس کو بھی چیت لٹا کر اس کے ہاتھ پیروں میں میخیں بھونک دی گئیں پھر اس پر گھوڑے دوڑائے گئے جب یہ واصلِ جہنم ہو گیا تو اس کی لاش آگ میں جلا دی گئی۔

سالم بن خیشمہ کا قتل

یہ ملعون بھی امام کی لاش پامال کرنے میں شریک تھا چنانچہ اس کو مثل دیگر ملعونوں کے واصلِ جہنم کیا گیا۔ یعنی اس پر اس کی زندگی ہی میں گھوڑے دوڑائے گئے پھر اس کی لاش نذر آتش

کر دی گئی۔

صالح بن وہب جھنی کا قتل

اس ملعون نے پامالی لاش امام مظلوم میں شرکت کی تھی اور اس کی بھی وہی سزا کی گئی جو اور شرکار کی کی گئی۔ یعنی ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک کر اُس پر گھوڑے دوڑائے گئے پھر اس کی لاش جلادی گئی۔

عبد اللہ بن صلحنت کا قتل

اس ملعون کو بعد زجر و توہین بازاروں میں پھرا کر قتل کیا گیا۔
عبد اللہ بن وہب بن اعم ہمدانی کا قتل
اس ملعون کو بھی بازار میں قتل کیا گیا۔

مہاجر بن اوس تمیمی کا قتل

اس ملعون نے حضرت زبیر بن عین کو کربلا میں قتل کیا تھا اور جناب حُر سے گستاخانہ کلام کرتا تھا۔
اُن کو برا بھلا کہتا تھا۔ جناب مختار کے حکم سے اس کی گردن مار دی گئی اور اس کا جسم بھی آگ میں
جلا دیا گیا۔

نوفل بن طفیل کا قتل

اس ملعون نے جناب امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شرم ملعون کی مدد کی تھی جناب مختار کا پہرہ
اُس کو دیکھتے ہی غصہ میں سرخ ہو گیا آپ نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں پھر اس کا
شکم چاک کر کے اُس میں اس کے ہاتھ پاؤں رکھ دیئے جائیں پھر اس کو آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ
اسی طرح اس کو واصل جہنم کیا گیا۔

واخط بن ناعم کا قتل

جناب مختار نے اس ملعون سے پوچھا کہ تُو نے کربلا میں امام مظلوم کے ساتھ کیا کیا تھا اُس نے
کہا ابن سعد نے جس وقت منادی کرائی کہ حسینؑ کی لاش پامال کرنے کے لئے کون کون تیار ہے تو

میں نے بھی اپنا نام پیش کیا تھا اور حضرت کی پامالی میں شریک ہوا تھا۔ جناب مختار نے یہ سن کر حکم دیا کہ اس ملعون کو لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دی جائیں پھر اس پر گھوڑے دوڑائے جائیں یہاں تک کہ اس کا تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے پھر اس کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ غرض حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ ملعون واصلِ جہنم ہوا۔

ہانی بن شہت خضریٰ کا قتل

یہ ملعون گرفتار کر کے لایا گیا تو جناب مختار نے اُس سے پوچھا کہ تُو نے کربلا میں آلِ رسول پر کیا کیا مظالم کئے تھے۔ اُس نے بیان کیا کہ اُس نے عبداللہ بن علی، عبداللہ بن عمر، کلبی اور عبداللہ بن حسن کو قتل کیا تھا اور امام مظلوم کی لاش کی پامالی میں شرکت کی تھی۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ جس قدر اذیت پہنچائی جا سکے پہنچائی جائے اس کے بعد اس کو چت لٹا کر ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک دی جائیں اور اس پر گھوڑے اس قدر دوڑائے جائیں کہ جسم پس جائے اس کے بعد اس کے ذرے اکٹھا کر کے آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ اسی طرح حکم کی تعمیل کی گئی۔

عبدالرحمن بن صلیح کا قتل

جناب مختار کو خبر ملی کہ یہ ملعون ایک مقام پر رُپوش ہے۔ آپ نے عبداللہ کامل اور ابو عمرہ کو بھیج دیا وہ اس کو گرفتار کر کے لائے جناب مختار کے حکم سے اس کو بازاروں میں پھرا کر قتل کرا دیا۔ اصدق الاخبار کے حوالے سے تحریر ہے کہ اسی کے ساتھ حمید بن مسلم کی گرفتاری کے لئے بھی تاکید کی تھی مگر وہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ کشف الغمہ میں ہے کہ یہی حمید بن مسلم راہِ کوثر و شام میں امام حسینؑ کے سر مبارک کو نیزے پر بلند کئے ہوئے تھا۔ یہ واقعہ شکار بھی تھا اور اس سے بہت سے واقعات منسوب ہیں۔

عمر سعد علیہ اللعن کا قتل

جب بہت سے قاتلانِ حسینؑ کی رُوح و جسم نجس سے زمین کو پاک کر لیا تو ایک روز جناب مختار نے

دربار میں کہا کہ آج میں اُس ملعون کے وجود بخش سے زمین کو پاک کر دوں گا جس کے پیر بڑے اور آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں اور ہونٹ موٹے ہیں وہ ایسا شخص ہے جس کے قتل سے مومنین اور فرشتے خوش ہوں گے۔ اُس وقت دربار میں میثم غنمی بھی موجود تھا۔ جناب مختار سے یہ سن کر وہ سمجھ گیا کہ اس کلام سے جناب مختار کی مراد ابن سعد سے ہے۔ اُس نے اپنے لڑکے عربان کے ذریعہ سے عمر سعد کو یہ خبر پہنچا دی۔

عمر سعد کو جناب مختار نے امان دیدی تھی مگر یہ شرط بھی اُس امان نامہ میں لکھ دی تھی کہ وہ نہ اپنے گھر سے نکلے گا اور نہ کوئی نئی بات کا مرتکب ہوگا۔ اور یہ امان عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ کے ذریعہ سے ملی تھی جو حضرت علیؑ کے بھانجے تھے۔

مختصر یہ کہ جب عمر سعد کو مختار کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو باوجود اس تحریری امان نامہ کے اُس نے سوچا کہ اگر مختار ایسا کر ہی گذرے تو میں کیا کر سکوں گا۔ اُس نے کوفہ سے فرار ہونے کا قصد کر لیا اور روانہ ہو کر ”حمام عمر“ تک پہنچا تو وہاں اُس کے ایک غلام نے یاد دلایا کہ مختار کی طرف سے امان نامہ میں تیرے لئے یہ بھی شرط تھی کہ تو نہ اپنے گھر سے نکلے گا اور نہ کوئی نئی بات کرے گا تو اب جبکہ تو کوفہ سے نکل آیا ہے تو اس سے زیادہ نئی بات کیا ہوگی۔ اب اگر مختار کو معلوم ہو گیا کہ تو گھر سے نکل کر فرار ہو رہا تھا تو پھر وہ قتل کئے بغیر نہ چھوڑے گا میری رائے یہ ہے کہ تو جلد سے جلد اس طرح اپنے گھر واپس پہنچ جا کہ کسی کو تیرے اس آنے جانے کی اطلاع نہ ہو۔ یہی رائے اُس راہبر نے بھی دی جس کا نام مالک تھا جس کو چار سو دینار دے کر ابن سعد اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اُس نے کہا آپ نے کوفہ میں اگر مجھ سے اپنی روانگی کا مقصد بتا دیا ہوتا تو میں آپ کو وہیں یہ مشورہ دیتا۔ عمر سعد کوفہ واپس روانہ ہوا اور صبح ہوتے ہوئے اپنے گھر پہنچ گیا۔ جناب مختار کو اُس کے جانے اور واپس آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کرنے کی اب کوئی وجہ باقی نہیں رہی اب میں اُس کے قتل میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کروں گا۔

عمر سعد کو جب مختار کے اس ارادہ کی اطلاع پہنچی وہ گھبرایا ہوا عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ کے

پاس پہنچا۔ اُنہوں نے اُس کو ڈانٹ بتائی اور کہا تو اب میرے پاس کیوں آیا ہے۔ نکل جا یہاں سے وہ مایوس ہو کر گھر پہنچا اور اپنی زوجہ کے قدموں پر گر پڑا جو جناب مختار کی بہن تھیں۔ اور کہنے لگا کہ تمہارے بھائی نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا ہے خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔ وہ بولیں اے ملعون جب سے میرا بھائی کوفہ کا حاکم ہوا ہے میرے گھر نہیں آیا اور نہ میں تیری حرکتوں کی وجہ سے اُسے مبارکباد تک دینے جا سکی نہ اُس کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔ وہ تیری وجہ سے مجھ سے اس قدر ناراض ہے کہ آج تک مجھے یاد بھی نہ کیا۔ اب میں کیونکر اُن کے پاس جا کر تیری سفارش کروں۔ یہ سن کر وہ پھر اُس کے قدموں پر سر رکھ کر بولا کہ خدا کے لئے جس طرح ہو سکے تم جا کر میری سفارش کرو اور میرے بچانے کی کوشش کرو۔ آخر کار وہ چار و ناچار اُن کی خدمت میں روانہ ہوئی۔ جب مختار کے گھر پہنچی اور مختار کی نگاہ اُس پر پڑی تو نہایت غضبناک ہو کر فرمایا کہ میں تجھ سے سخت ناراض ہوں تو بلا اجازت میرے گھر کیوں آئی۔ افسوس ہے کہ تو اب عبیدہ کی بیٹی ہے۔ تیرا شوہر فرزند رسول کو قتل کرے اور تو اپنے شوہر کے ساتھ بخوشی زندگی بسر کرے اور اس کو قتل نہ کرے شاید یہ سمجھتی ہے کہ تو بے شوہر کے رہ جائے گی۔

یہ سن کر اُس نے کہا اے بھائی خدا کی قسم میں نے واقعہ کر بلا کے بعد کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ اُس کو بستر خواب پر قتل کر دوں مگر یہ سوچ کر کہ اگر میں اسے قتل کر دوں گی تو ابن زیاد آپ کو قتل کر دے گا کیونکہ اُس وقت آپ اُس کے قید میں تھے اگر آپ قتل ہو گئے تو بن بھائی کے ہوجاؤں گی اور اب واقعہ کر بلا کا انتقام کون لیتا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ زندہ سلامت موجود ہیں اور قاتلانِ امام سے انتقام لے رہے ہیں۔ یہ سن کر جناب مختار کا غصہ کچھ کم ہوا اور فرمایا کہ جائیں نے تجھے معاف کیا لیکن عمر سعد سے کوئی تعلق نہ رکھ پھر کہا تو میرے پاس ہی رک جا۔ اب واپس جانے کی ضرورت نہیں۔ اُس نے کہا آپ کا ارشاد بسر و چشم منظور ہے۔

پھر حبل جناب مختار دربار میں پہنچے تو عبداللہ کامل، ابو عمرہ اور حاجب کو بلا کر فرمایا کہ اب تمام کام چھوڑ کر عمر بن سعد ملعون کو گرفتار کر لاؤ تاکہ میں تلوار کی نوک سے رے کی حکومت کا پردانہ اُس کے لئے کھ دوں جس کی لالچ میں اُس نے امام حسینؑ اور اُن کے اعزاء و اصحاب کو قتل کیا ہے۔

یہ لوگ اُس کے مکان پر پہنچے وہ ملعون اپنی بیوی کے واپس نہ آنے کی وجہ سے نہایت پریشان تھا اور سوچ رہا تھا کہ کس طرح کوڈ سے نکل جائے اسی اثناء میں جناب مختار کے آدمی پہنچے اور کہا تجھے امیر بلارہے ہیں۔ عبداللہ کامل سے اُس نے کہا کہ جس قدر دولت میرے پاس ہے لے لو اور مجھے مختار کے پاس نہ لے جاؤ اور کبھی طرح مجھے کوڈ سے باہر نکال دو۔ عبداللہ نے کہا تو اُس قدر کیوں گھبراتا ہے اُس نے کہا امیر کا ارادہ میرے حق میں اچھا نہیں ہے۔ عبداللہ نے کہا تجھے ایسا لگتا کیوں ہو رہا ہے۔ اُس نے کہا میں نے اپنی سفارش کے لئے اپنی بیوی کو اُن کے پاس بھیجا تھا انہوں نے اُس کو روک لیا ہے۔ عبداللہ نے کہا ممکن ہے اُس کی سفارش منظور کی ہو اور اسی لئے تجھے بلایا ہو۔ اگر امیر کی نیت تیری طرف سے اچھی نہ ہوتی تو تجھے امان کیوں دیتا۔ عمر سعد چونکہ اپنے غلام کی بات سن چکا تھا اُس کو عبداللہ کے کہنے سے تسکین نہ ہوئی لیکن اب کرتا کیا ساتھ جانا ضروری ہوا۔ آخر وہ اُن کے ہمراہ چلا عبداللہ نے اُس کو دارالامارہ کے باہر روکا اور کہا کہ میں امیر سے داخلہ کی اجازت لے لوں۔ عبداللہ کامل دربار میں پہنچے اور کہا عمر سعد دروازہ پر حاضر ہے اُس کے بارے میں جو حکم ہو عمل میں لایا جائے۔

حضرت مختار نے فرمایا اُس کو میرے سامنے لاؤ۔ جب وہ پیش کیا گیا تو حضرت مختار نے فرمایا او ملعون محض اس دلچ میں کہ تجھے رے کی حکومت ملے گی تو نے دین کو قتل کر دیا تو نے آلِ رسول کا بھرا گھر تباہ کر دیا تجھے کو خدا و رسول کا مطلق خوف نہ ہوا۔ مجھے اپنے اشعار تو سنا جو تو نے رے کی حکومت اور قتل حسین سے متعلق کہے ہیں اُس نے سنانے میں پس و پیش کیا تو فرمایا کہ اگر تو نے وہ اشعار نہ سنائے تو خدا کی قسم میں تجھے دردناک عذاب میں مبتلا کروں گا آخر اُس نے وہ اشعار سنائے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے :-

”خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ میں دو خطرہوں کے متعلق اپنے بارے میں غور و فکر کر رہا ہوں۔ یا تو ملک رے کو چھوڑ دوں جس کی تمنا مجھے بے چین کئے ہوئے ہے یا قتل حسین کا بارگراں اٹھاؤں جانتا ہوں کہ اُن کے قتل سے اُس آگ میں جلتا پڑے گا جس کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا، لیکن ملک رے میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ حسین میرے چچا زاد بھائی ہیں اور حوادث کی کوئی حد نہیں۔“

مجھے اپنی جان کی قسم میں جانتا ہوں کہ حسینؑ کا قتل میرے لئے آتش جہنم کا پیغام ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ میں کتنے ہی عظیم گناہ کیوں نہ کروں رب عرشِ عظیم مجھے معاف کر دے گا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ دنیا کی لذت موجود ہے اور آخرت کے وعدے بعد کے ہیں اور عاقل کا کام یہ ہے کہ ادھار کے وعدے پر نقد کو ترک نہ کرے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیشک اللہ نے جنت و نار کو پیدا کیا ہے اور طرح طرح کے عذاب بڑی دھمکنی تیار کی ہے۔ اگر یہ سچ ہوگا تو میں صدیقی دل سے توبہ کر لوں گا اور اگر یہ سب غلط ہے تو میں سمجھوں گا کہ میں حصولِ دنیا میں بخوبی کامیاب ہو گیا جس کی تمنا ہر ایک کو رہتی ہے اور جس کی زیبائش دائمی ہے۔“

یہ اشعار اُس نے جنابِ مختار غصہ میں تھرا اٹھے اور اُس ملعون کے مُنہ پر تھوک دیا اور فرمایا اے جہنمی اگر تجھ کو جنت و دوزخ کا یقین ہوتا تو فرزندِ رسول کو قتل ہی کیوں کرتا۔ پھر فرمایا کہ اے ملعون یہ بتا کہ جس وقت امام گھوڑے سے زمین پر گرے تھے اُس وقت تجھ سے کیا فرمایا تھا۔ اُس نے کہا ایک مرد ثقفی کے تسلط اور میرے قتل کی خبر دی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اوشقی تو اُس مرد ثقفی کو پہچانتا ہے اُس نے کہا اے امیرِ وہ تو یہی ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے امام حسین علیہ السلام کی پیشین گوئی سچ کر دکھائی اور مجھے تم جیسے ظالموں پر مسلط فرمایا اے ملعون میں آج تجھے اس عذاب سے معذب کروں گا کہ تیری رُوح قیامت تک یاد رکھے گی۔ اس کے بعد اُس کے تمام کپڑے اُتروائے۔ پھر اُس کے سب دانتوں کو اکھڑایا پھر اُس کی ساری انگلیوں کو ہر گرہ سے کاٹا۔ پھر جسم کے گوشت کاٹے۔ پھر آنکھیں نکلوائیں۔ پھر مٹی کا تیل پلایا۔ جب وہ پینے سے انکار کرتا تھا تو اُس کو نیزے سے اذیت دی جاتی تھی۔ آخر میں اُس کو قتل کر کے آگ میں جلادیا۔ بحوالہ اسرار الشہادت وہ قتل کے فوراً بعد بندر کی صورت میں مسخ ہو گیا تھا اور قیامت میں اسی صورت میں محسوس ہوگا۔ لعنتہ اللہ علیہ۔

حفص بن عمر سعد کا قتل

اس کے بعد عمر سعد ملعون کے دولہے کے حاضر دربار کئے گئے ایک حفص دوسرا محمد بن عمر سعد۔

جناب مختار نے حفص سے پوچھا کہ اے ملعون تو نے کربلا میں کیا کیا مظالم کئے تھے۔ اُس نے کہا میں کربلا میں موجود نہ تھا۔ آپ نے فرمایا تو اگر نہیں تھا لیکن اس پر تو فخر کرتا تھا کہ تیرا باپ قاتل امام حسینؑ ہے پھر اُس کے سامنے عمر سعد کا سر رکھا گیا جس کو دیکھ کر وہ بیہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو پھر حضرت مختار نے اُس سے پوچھا کہ جس روز لوگوں نے تیرے باپ کے حکم سے حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک کاٹا تھا اُس وقت بھی تو رویا تھا۔ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تجھے بھی تیرے باپ کے پاس پہنچائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اور اُس کا سر عمر سعد کے سر کے پاس رکھ دیا گیا۔

یہ ملعون کربلا میں موجود تھا اور قلب لشکر میں تھا۔ (بحوالہ تصویر ۱۶)

محمد بن عمر سعد کے ساتھ لطف و مہربانی

حفص کے بعد اس کی پیشی ہوئی۔ جناب مختار نے اُس سے پوچھا کہ ان سروں کو پہچانتے ہو اُس نے کہا ہاں اے امیر یہ میرے باپ اور بھائی کے سر ہیں۔ یہ اپنے کفر کے دار کو پہنچ گئے۔ اُن کی یہی سزا تھی۔ جس وقت ابن زیاد نے میرے باپ کو بلا کر کربلا بھیجے کی خواہش کی تو میں نے اُن کو بہت سنجایا کہ قتل فرزند رسولؐ میں شریک نہ ہوں لیکن نہ میرے باپ نے مانا نہ میرے بھائی نے۔ اے امیر میں اُن دونوں سے دُنيا و آخرت میں بیزار ہوں۔ یہ سُن کر جناب مختار نے اُسے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور واپس کر دیا۔

قاتلان حسینؑ کی ایک جماعت کا قتل

اس کے بعد آپ کو اطلاع ملی کہ قاتلان امام کی ایک جماعت گرفزار کے لائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میرے سامنے حاضر کرو۔ وہ لوگ پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے صالح ترین بندوں کو قتل کر دیا۔ تم نے دین خدا کی حمایت کرنے والوں کو تباہ کر دیا۔ آخر خدا نے تم کو میرے قبضہ میں بھیج دیا۔ اُن لوگوں نے کہا اے امیر ہم پسر زیاد کے حکم سے مجبور ہو کر گئے تھے ہماری اس میں کوئی خطا نہیں ہے

ہمیں معاف کر دیجئے جناب مختار نے فرمایا کہ جب تم نے حسینؑ مظلوم کی جان نہیں بخشی اور ان کو اور ان کے اعزاء و اقربا کو بے جرم و خطا قتل کر دیا تو اب مجھ سے معافی کی امید کیوں رکھتے ہو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کو سر بازار لے جا کر قتل کیا جائے۔ الغرض ان سب کی گردنیں مار دی گئیں۔

چالیس شرکائے قتل حسینؑ کا قتل

ایک شخص نے عبداللہ کامل کے پاس آکر کہا مجھے امیر مختار کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے میں امیر کو ایک اہم خبر دینا چاہتا ہوں۔ اُس کا نام جہیم بن سلیمان تھا۔ عبداللہ کامل نے جناب مختار کی خدمت میں اُس کو پہنچا دیا۔ اُس نے بیان کیا کہ میں نانبائی ہوں اور آلِ محمدؐ کا دوست دار ہوں میرے مکان میں ایک دشمن اہلیت رہتا ہے۔ اُس کی ایک نہایت حسین و جمیل کینزہ ہے جو مجھ سے محبت کرتی ہے۔ وہ عرصہ سے حصولِ مقصد کی کوشش کر رہی ہے لیکن میں نے گناہ سے اپنا دامن داغدار نہیں ہونے دیا۔ آج کل وہ میری دکان سے بہت روٹیاں لے جایا کرتی ہے مجھے شبہ ہوا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ تیرا مالک ان دنوں اتنی روٹیاں کیوں منگاتا رہتا ہے۔ اُس نے حیلے حوالے کر کے ٹالنا چاہا میں نے پوچھا کیا بہت سے ہمان آگئے ہیں اُس نے کہا نہیں میں نے پوچھا پھر یہ روٹیاں کیا ہوتی ہیں۔ وہ کچھ جواب نہ دے سکی۔ آخر میں نے اُس سے کہا کہ اگر تو سچ بچ بتا دے گی تو میں تیرے مالک سے خرید کر اپنے پاس رکھ لوں گا۔ یہ سن کر وہ خوش ہو گئی اور بولی بہت خفیہ بات ہے میں تم کو تو بتائے دیتی ہوں مگر تم کسی سے نہ کہنا۔ میں نے کہا بیان کر دو اور اطمینان رکھو۔ اُس نے کہا میرے مالک کے پاس آج کل چالیس قاتلانِ حسینؑ آئے ہیں اور گھر کے اندرونی حصہ میں پوشیدہ ہیں۔ ان میں سے کوئی باہر نہیں نکلتا وہ لوگ بصرہ بھاگ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وقت و موقع کی تلاش میں ہیں تاکہ بھاگ کر مصعب ابنِ زبیر کے پاس پہنچ جائیں۔ انہی کے لئے یہ روٹیاں لے جایا کرتی ہوں۔

جناب مختار یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور عبداللہ کامل، ابو عمر کیسان، حاجب اور شعر بن شعر کو فوج کا ایک دستہ دے کر ان کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ جہیم بن سلیمان کے ہمراہ چلے اور جا کر

اُس مکان کو گھیر لیا جس میں وہ مقیم تھے۔ ان محصور قاتلانِ امام کو جب معلوم ہوا کہ وہ گھیر لئے گئے ہیں تو انہوں نے گمان کیا کہ صاحبِ خانہ نے مختار سے مخبری کی ہوگی اس شبہ میں اُس کو ان لوگوں نے پہلے ہی قتل کر دیا۔ اس کے بعد عبداللہ کامل وغیرہ گھر میں داخل ہو گئے اور ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے ہوئے مختار کی خدمت میں پہنچے۔ جناب مختار نے اُس کے شکریہ میں چالیس فقرہ دعا و مساکین کو کھانا کھلایا۔

چار سو سے زیادہ قاتلانِ امامِ مظلوم کا قتل

اس کے بعد ایک دوسرا شخص حاضر دربار ہوا اور بیان کیا کہ کوفہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر میرا ایک باغ ہے سات روز سے اُس میں قاتلانِ حسین جمع ہو کر مشورے کیا کرتے ہیں۔ عنقریب وہ بصرہ جانے والے ہیں یہ سنتے ہی جناب مختار نے حضرت ابراہیم - عبداللہ کامل - ابو عمرہ اور حاجب کو حکم دیا کہ اس مرد کے ہمراہ جا کر ان ملعونوں کو قتل کر دیں چنانچہ یہ لوگ ایک ہزار جرار سپاہیوں کو ہمراہ لے کر اس شخص کے ساتھ اُس باغ تک پہنچے اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ملاعین بھی مسلح ہو کر باہر نکلے اور دیر تک شدت کی جنگ ہوتی رہی بالآخر وہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ عبداللہ کامل وغیرہ نے ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے اور انہیں بازاروں میں پھرتے ہوئے حضرت مختار کی خدمت میں لائے۔ جناب مختار بہت خوش و مسرور ہوئے۔ ان ملعونوں کی تعداد چار سو بیس تھی۔

کر بلا میں اہلبیت کا سامان لوٹنے والوں کا قتل

اس کے بعد جناب مختار نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کوفہ میں گشت کر کے قاتلانِ حسین کا پتہ لگائیں۔ یہ لوگ حسبِ الحکم کوفہ کا چکر لگانے لگے۔ آخر ان کو چھ افراد مل گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اہلِ حرم کو کر بلا میں لوٹا تھا۔ جناب مختار نے ان کی کھال کھنچوا کر قتل کر دیا۔

امام مظلوم کے ناقہ کا گوشت کھانے والوں کا قتل

امام حسینؑ کے سامان میں سے شمر ملعون ایک اُونٹ کو ذلایا تھا جس کو خر کر کے اُس کا گوشت تھکے طور پر بہت سے لوگوں کو دیا تھا حضرت مختارؓ نے حکم دیا کہ پتہ لگایا جائے کہ اُس اُونٹ کا گوشت کن کن لوگوں نے کھایا تھا۔ چنانچہ آپ کے آدمیوں نے اُس کا پتہ لگالیا اور اُن آدمیوں کی فہرست جناب مختارؓ کے سامنے پیش کی گئی۔ آپ نے حکم دیا کہ ان گھروں میں جس قدر لوگ رہتے ہیں سب کو قتل کر دیا جائے اور اُن تمام گھروں کو ڈھا دیا جائے۔ چنانچہ بموجب حکم عمل کیا گیا۔

کوفہ سے بھاگ جانے والوں کے مکانات کا انہدام

موضنین کا اتفاق ہے کہ کوفہ میں جتنے بھی قاتلانِ حسینؑ اور شرکائے داقوہ کو بلا تھے حضرت مختارؓ نے اُن سب کو قتل کر دیا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کوفہ سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے اُن میں یہ لوگ بھی تھے۔

- ۱۔ عبداللہ بن عروہ خثعمی۔ اس ملعون نے امام حسینؑ پر بار بار تیر لگائے تھے۔
- ۲۔ عبداللہ بن عقبہ غنوی۔ اس نے جناب ابوبکر بن حسن بن علی علیہم السلام کو قتل کیا تھا۔
- ۳۔ اسماء بن خارجہ فزاری۔ اس ملعون نے حضرت مسلم بن عقیل کے قتل میں شرکت کی تھی۔ جو بعد میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔

- ۴۔ محمد بن اشعث بن قیس۔ اس ملعون نے بیشمار مظالم کئے تھے۔ یہ بھی گرفتار ہو کر قتل ہوا۔
- اُن کے علاوہ بہت سے اشقیاء بھاگ کر مصعب بن زبیر کے پاس پہنچے تھے۔ جناب مختارؓ نے اُن کے مکانات کھدوا ڈلے اور اُن کے سامان لٹوا لئے۔

(بحوالہ کتب سیر فتواریخ وغیرہ)

قتل ابن زیاد کی مہم

حضرت ابراہیم کی ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے روانگی

جناب مختار جب بیشمار قاتلانِ امام مظلوم کو قتل کر چکے تو اپنے سردارانِ لشکر کو بلا کر کہا کہ عراق میں جس قدر قاتلانِ امام مظلوم موجود تھے ان سب کو میں نے فنا کر دیا اور ان کے گھر برباد کر دیئے مگر خبیث بن خنیث ابن زیاد ملعون زندہ و سلامت ہے جب تک وہ موجود رہے گا نہ کھانے کا مزہ ہے نہ پانی کا۔ اس کی زندگی مخلوقِ خدا کی بربادی اور امتِ محمدیہ کی خونریزی اور تباہی کا باعث ہے۔ خدا کے فضل سے میں نے تمام صوبہٴ عراق کو آلِ رسول کے دشمنوں سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے اب یہاں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہیں رہا۔ اب ہم کو متفق و متحد ہو کر اس ملعونِ ابدی کا نام و نشان صفحہٴ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ لہذا ہم کو موصل پر نہایت ہوشیاری اور دلیری سے حملہ کرنا چاہیئے امید ہے کہ خدائے بزرگ و برتر ہم کو اس مہم میں بھی کامیاب فرمائے گا۔

یہ تقریر سن کر جناب ابراہیم نے عرض کی اے امیر میں بعید اللہ بن زیاد کی سرکوبی کے لئے موصل کو روزانہ ہوتا ہوں خدائے رحیم و کریم کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ مجھے اس معرکہ میں فتح عنایت فرمائے گا اور وہ ملعون میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

جناب مختار نے ابراہیم کے اس ارادہ پر تحسین و آفرین کی اور دُعائے خیر دی۔ پھر سامانِ جنگ اور اسبابِ سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ ابراہیم تیس ہزار کالشکر لے کر کوفہ سے نکلے اور تمام نخلہ میں ٹھہرے جناب مختار ابراہیم کے پاس جب تک وہ وہاں ٹھہرے تھے روزانہ صلاح و مشورے کے لئے جاتے رہے اہل کوفہ بھی ابراہیم کو وداع کرنے نخلہ میں جمع ہو گئے تھے۔ جب ابراہیم وہاں سے کوچ کرنے لگے تو تمام اہل شہر نے گریہ و زاری شروع کی اور سب نے خدا وندِ کریم کے حضور میں مخلصِ دل ان کی فتح و کامیابی کی دُعائیں کیں جناب مختار ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے لشکر کا ملاحظہ کر رہے تھے۔ لشکرِ گروہ درگروہ موصل کو جا رہا تھا اور تمام لشکر کے آگے بغرض فتح و نصرت

حضرت امیر المومنین کی کرسی ملے تھی جو ایک اونٹ پر بار تھی جس کا احترام جناب مختار بہت کرتے اور بہت متبرک سمجھتے تھے۔ سب کے پیچھے جناب ابراہیم تھے جب مختار کے قریب پہنچے دونوں ہزار باہم بنگلہ ہوئے اور مختار نے ان کو فتح و فیروزی کی دعائیں دے کر رخصت کیا۔

عبدالملک بن مروان سے جناب مختار کا ابن زیاد حصین بن غیر اور شیش بن ربعی کو حاصل کرنے کا مطالبہ

جناب ابراہیم کی روانگی سے پہلے جناب مختار نے عبدالملک کے پاس ایک خط ابو عمرو کیان کو

لے جناب مختار کو اطلاع ملی کہ ایک کرسی حضرت علی علیہ السلام کی کوفہ میں موجود ہے جس پر وہ حضرت تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ مختار نے تلاش کرایا تو وہ طفیل نامی ایک شخص کے پاس پائی گئی۔ آپ نے اُس کو اس کے عوض کثیر مال و زرے کر دہ کرسی لے لی اور اُس کو حاصل کر کے بہت خوش ہوئے اُس کو چوما آنکھوں سے لگایا یا مسہر رکھا اور بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ نے اُس کے لئے ایک تالوت بنوایا کرسی اُس میں رکھ کر اُسے تنقل کر دیا اور کوفہ کی جامع مسجد میں رکھوا دیا۔ اس کرسی کو جناب مختار نے جنگ ابن زیاد کے موقع پر جناب ابراہیم کے ہمرہ کر دیا۔ (بحوالہ تاریخ طبری و تاریخ ابوالفضل)

اعتراف کرنے والے تو ہر زمانہ میں رہے ہیں جن کو اعتراف کرنے سے غرض ہوتی ہے۔ ان کو دوسروں کے افعال و اعمال میں خرابیاں ہی نظر آتی ہیں لیکن تعجب ہے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے جو ایک خدا رسیدہ اور صاحب المضاف بزرگ تھے اپنی کتاب یزید نامہ میں اس کرسی پر اعتراض کیا اور اس کو بدعت وغیرہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ بزرگوں خصوصاً خاصانِ خدا کی چیزوں کو نہایت متبرک اور قابل احترام سمجھنا فریضہ انسانی ہے۔ آنحضرت کے منبر کا احترام۔ آپ کے عصا و جُبہ و عمامہ وغیرہ کا احترام کون کہہ سکتا ہے کہ بدعت اور باعثِ گناہ ہے۔

منبر ہو یا کرسی فی نفسہ قابل احترام نہیں لیکن جب کسی چیز کی نسبت کسی بلند و بزرگ ہستی کی جانب ہو جاتی ہے تو وہ قابل احترام ہو جاتی ہے۔ حال ہی میں غلافِ کعبہ پاکستان سے مکہ بھیجا گیا تھا۔ حالانکہ ابھی وہ کعبہ تک نہ پہنچا تھا اور نہ اُس سے مس ہی ہوا تھا مگر تمام دُنیا نے پاکستان نے اُس کا احترام کیا اور جہاں جہاں سے وہ غلاف گزرتا وہاں کی زیارت کے لئے مسلمان جمع ہوتے رہے ہیں۔ لہذا اُس کرسی کا احترام کیونکر بدعت اور قابل اعتراض ہو سکتا ہے جس پر حضرت علی علیہ السلام رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ وہ تو آپ کے جسم اقدس سے مس ہوتی رہی ۛ

دے کر دمشق بھیجا تھا جس میں لکھا تھا کہ :-

”خدا نے مجھے دشمنانِ اہلسنت پر مسلط فرمایا ہے تاکہ میں ان کافروں اور ملعونوں کو زندہ نہ چھوڑوں
اسے عبدالملک تیرے پاس قاتلِ حسینؑ میں سے بہت نمایاں تین افراد عبداللہ ابن زیاد، حسین
بن نیر اور شہید بن ربیع جان بچا کر جا پہنچے ہیں اگر تو اطمینان سے دمشق پر حکومت کرنا چاہتا
ہے تو ان تینوں کو ہمارے سپاہی ابو عمرہ اور حاجب کے حوالے کر دے تجھے معلوم ہے کہ
ہماری اور تیری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن اگر تو نے ان ملعونوں کو نہ بھیجا تو واضح رہے کہ ہم
ایسے لشکر سے تجھ پر حملہ کریں گے جس کا ایک مصرعِ عراق میں اور دوسرا شام میں ہوگا۔“

ابو عمرو نے دمشق پہنچ کر عبدالملک کے دربار میں اطلاع کرائی کہ میں امیر مختار کی طرف سے آیا
ہوں مجھے طے کی اجازت دی جائے۔ عبدالملک نے پہلے دربار آراستہ کیا اور اپنے ملازمین سے
کہا کہ مختار کے قاصد کی ذلت و حقارت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھنا۔ پھر ابو عمرو کو دربار میں طلب کیا۔
وہ جس وقت دربار میں پہنچا تو محسوس کر لیا کہ عبدالملک مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے کیونکہ تخت شاہی کے پہلو
میں جو کرسی ہوا کرتی تھی موجود نہ تھی۔ عبدالملک کے قریب پہنچ کر ابو عمرو نے یوں سلام کیا اَلْسَلَامُ
عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اِس کا جواب کسی نے نہ دیا۔ البتہ دربان نے کہا اے شخص تو نے امیر المؤمنین
کو سلام کیوں نہیں کیا۔ ابو عمرو نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور ایک بڑی کرسی کے قریب
گیا جس پر کئی آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور کہا ذرا مجھے بیٹھنے کی جگہ دو میں اپنے خط کا جواب لے
کر فوراً چلا جاؤں گا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا اے ناہنجار کیا یہ کوفہ ہے اور مختار کا دربار
ہے کہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ اے بد بخت تجھے کیا حق ہے کہ شام کے دارالامارہ میں کرسی پر
بیٹھے۔ یہ سن کر ابو عمرو نے عبدالملک سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو دیکھ اور سن رہا ہے کہ تیرے دربار
میں میرے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میرا امیر مومنوں کا امیر ہے اور اس کا
دربار شرفاً کا دربار ہے۔ میں نے یہاں اچھی طرح سمجھ لیا کہ تو فاسقوں کا امیر ہے اور تیرے دربار
میں شرافت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یہ سن کر عبدالملک نے کہا کہ تو اور تیرا امیر کافروں سے بدتر

ہیں۔ ابو عمرو نے جواب دیا اے عبد الملک تجھ پر اور تیرے دارالامارہ پر خدا کی لعنت۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دربار سے جانے لگا تو عبد الملک نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ یہ سن کر ابو عمرو بھی جنگ کے لئے تیار ہو گیا یہ حالات دیکھ کر محمد بن ابی ہریرہ نے کہا جو عبد الملک کا وزیر تھا کہ اے امیر تو رسول کا خلیفہ ہے تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ قاصد کو قتل کرے اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو ساری دنیا میں تیری بدنامی ہوگی یہ سن کر عبد الملک خاموش ہو گیا۔ مختصر یہ کہ ابو عمرو نے کہا تو میرا خط پڑھ اور اس کا جواب دے۔ اس نے خط لے کر پسر ابو ہریرہ کو دیدیا اور کہا کہ دیکھ اس میں کیا لکھا ہے۔ اس نے خط کا مضمون پڑھ کر سنایا تو عبد الملک بہت گرمایا اور کہا ابو عبیدہ سے کہہ دینا کہ ہوش میں آجائے ورنہ حجاج بن یوسف ثقفی کو تجھ پر مسلط کر دوں گا اور یہ بھی کہہ دینا کہ جن لوگوں کو تو نے طلب کیا ہے میں ان کو تیرے حوالے نہیں کر سکتا اور خط کا جواب تلوار سے ڈنگا یہ سن کر ابو عمرو نہایت غصہ میں دربار سے باہر نکل آیا۔

ابو عمرو اور جارد میں جنگ

ابو عمرو جب دربار سے باہر نکلا تو جارد اور طوفان ابن زیاد نے تین ہزار سواروں کے ساتھ جارد کے باپ کا انتقام لینے کے لئے ابو عمرو پر حملہ کر دیا۔ ابو عمرو نے جارد کے گلے پر نیزہ مار کر اس کو ہلاک کر دیا پھر اپنے لشکر کی مدد سے ان تین ہزار سپاہیوں پر حملہ کیا یہاں تک کہ ان کے ایک ہزار جوانوں کو مار گرایا باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ شاہی باغ میں عبد الملک کے ملازمین کافی تعداد میں شراب میں مدہوش پڑے ہیں۔ ابو عمرو نے اس باغ میں جا کر ان سب کو قتل کر ڈالا اور ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے۔ عبد الملک کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوج کا ایک بڑا دستہ ابو عمرو کے تعاقب میں بھیجا لیکن ابو عمرو وہاں سے نکل چکا تھا۔ آخر بخیر و عافیت کوئٹہ پہنچ گیا۔ کوئٹہ پہنچ کر اس نے جناب مختار سے وہاں کی پوری روئداد بیان کی۔ حضرت مختار اور تمام اہل دربار بے حد خوش دمسرد ہوئے اور جناب مختار نے ابو عمرو کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

عبدالملک کو ابو عمرو کے واپس جانے پر قاتلانِ امام حسینؑ کے قتل کی تفصیل معلوم ہوئی اور وہ بہت چراغ پا ہوا۔ عبید اللہ بن زیاد کو بلا کر کہا کہ میرے حکومت و اقتدار کے باوجود اس قدر بنی اُمیہ قتل کر دیئے گئے۔ اسے ابن زیاد لشکر کثیر لے کر کوفہ جا اور مختار اور اس کے ہمراہیوں کا کام تمام کر۔ ابن زیاد نے کہا میں بدل و جان اس خدمت پر آمادہ ہوں۔ چنانچہ ایک لاکھ اور بروایتے تراسی^{۸۳} ہزار کا لشکر لے کر بارادہ کو کوفہ روانہ ہوا۔

ادھر جناب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو جناب ابراہیم کو اس کے مقابلہ کے لئے بروایتے ۲۴ ہزار اور بروایتے پندرہ ہزار و بارہ ہزار و دس ہزار یہاں تک کہ کم سے کم سات ہزار کا لشکر دے کر موصل کو روانہ کیا رخصت کرتے وقت جناب ابراہیم کو گلے لگایا اور دُعائے فسح و نصرت دے کر رخصت کیا۔

قریہ دیہیم کے باشندوں کا قتل

حضرت ابراہیم کو کوفہ سے روانہ ہو کر قریہ دیہیم میں پہنچے۔ یہاں کے لوگ بھی دشمنانِ آلِ محمدؐ میں سے تھے ان کا رئیس صالح بن عمر تھا۔ حضرت ابراہیم کو بتایا گیا کہ یہاں کے لوگ سب کے سب منافق ہیں حضرت ابراہیم نے پہلے ایک جاسوس بھیجا تاکہ معلوم کر لیں کہ وہاں کوئی مومن تو نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مومن ہمارے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ وہ جاسوس روٹی خریدنے کے لئے قریہ میں داخل ہوا۔ وہاں کے سب لوگ ایک قبرستان میں جا کر جمع ہو گئے تھے۔ اس نے ایک شخص سے کہا کہ میں روٹی لینے آیا ہوں کیا یہاں کہیں مجھے روٹیاں مل جائیں گی۔ اس نے جواب دیا کہ مشکل ہے۔ کیونکہ یہاں کے تمام لوگ ابراہیم کے مقابلہ میں ابن زیاد کی کامیابی کی دُعائیں کرنے کے لئے گاؤں سے باہر آگئے ہیں اب قریہ میں کوئی نہیں ہے جو روٹیاں پکائے۔ جاسوس نے جا کر جناب ابراہیم کو پوری حالت سنائی۔ آپ نے ورقاء بن غارب کو حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ لے کر ان پر حملہ کر دو اور ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ ورقہ نے جا کر سب کو قتل کر دیا۔ ان کا سامان لوٹ لیا اور قریہ میں آگ لگا دی۔ اس واقعہ کی اطلاع جناب ابراہیم نے حضرت مختار کو دی۔ وہ بہت

خوش ہوئے اور ابتدائی اس کامیابی سے ہم کی پوری کامیابی کا تصور کیا۔

وہاں سے کوچ کر کے جناب ابراہیم قطع منازل کرتے ہوئے وارد مدائن ہوئے۔ وہاں تین روز مقیم رہ کر وہاں کے باشندوں سے خراج وصول کیا اور اپنے لشکر والوں پر تقسیم کر دیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر نو دن کی مسلسل جدوجہد کے بعد دسویں روز آپ انبار میں وارد ہوئے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کو روکا اور پوچھا تم کون لوگ ہو اور اتنا بڑا لشکر لے کر کس غرض سے آئے ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ لشکر مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کا ہے۔ ہم لوگ کوفہ سے موصل ابن زیاد سے مقابلہ کرنے جا رہے ہیں کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ وہ کوفہ پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ ہم لوگوں نے تہیہ کیا ہے کہ امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اہل قریہ نے یہ سنا تو ان کا خیر مقدم کیا اور درخواست کی دانہ چارہ وغیرہ بلا قیمت ہم سے قبول کریں۔ جناب ابراہیم نے فرمایا کہ ہم اسے سوا اور کوئی امداد نہیں چاہتے کہ ہم کو اپنے قریہ سے گزر جانے دے چنانچہ ان لوگوں نے نہایت خوشی سے اس کی اجازت دیدی اور جناب ابراہیم اُس قریہ سے گزر گئے۔

اس کے بعد وہ لوگ نخل اسود میں پہنچے۔ دو دن قیام کر کے وہاں سے مقام ”جوحا“ پہنچے۔ وہاں ایک شبانہ روز مقیم رہے۔ وہاں سے چل کر مقام ”الوقہ“ وارد ہوئے۔ وہاں تین شبانہ روز قیام کیا۔ پھر وہاں سے ”دیر کبریٰ“ پہنچے پھر اسی روز وہاں سے روانہ ہو کر ”دیر صغریٰ“ کی طرف چلے اور وہاں سے ”حشر شق“ عبور کر کے ”تاشیہ“ وہاں سے چل کر ”وسکرہ“ کی طرف چلے وہاں سے ہوتے ہوئے ”دیر حمام“ میں وارد ہوئے وہاں مختصر قیام کر کے روانہ ہوئے اور ”دیر جالیہ“ پہنچے۔ وہاں سے چل کر ”منصودیہ“ میں وارد ہوئے۔ وہاں سے چل کر ”دیر لطیف و قیس“ میں جا کر ٹھہرے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر ”حصن جعفر“ میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں سے چل کر ”مکمریت“ میں قیام کیا۔

اہل مکمریت نے اپنے مضبوط قلعہ کا پھانگ بند کر لیا اور کہا جب تک ہم کو اس لشکر کا مفصل حال معلوم نہ ہوگا ہم ہرگز ان کو راستہ نہ دیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا ہم لوگ جناب مختار کے لشکر والے ہیں امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینے کا تہیہ کر چکے ہیں اور زیادہ سے زیادہ خدانے

ہم کو کامیاب فرمایا اب ابن زیاد سے بدلہ لینے جارہے ہیں۔

اہل تکریت نے امام حسینؑ کا نام سنا تو ”واحسینا“ کی فریاد بلند کی اور بہت گریہ و زاری کی پھر اس لشکر کو نہایت عزت و احترام سے تکریت میں لائے۔ وہاں کے رؤسا و مشائخ نے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اس کا رٹو اب میں ہم کو شامل کر لیا جائے اور اس سلسلہ میں پچاس ہزار اشرفیاں پیش کیں۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے مالی امداد قبول کرنے سے معذرت کی۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور ستر فرسخ کی راہ طے کرنے کے بعد بمقام ”ککیل“ پہنچے۔ وہاں ایک روز قیام فرمایا پھر وہاں سے چل کر ”بالیط“ وارد ہوئے پھر وہاں موصول ہوئے۔

اہل موصل نے جو ایک بڑے لشکر کو اپنی سرزمین پر دیکھا تو ایک ہزار اور بروایتے بیس ہزار اشخاص تنواریں لئے برآمد ہوئے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور اس طرف کیوں آئے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہم حضرت مختار کے لشکر کے لوگ ہیں اور ”خونِ امامِ مظلوم“ کا عوض لینے پر مامور ہوئے ہیں۔ اور ابن زیاد کو واصل جہنم کرنے آئے ہیں۔

ان لوگوں نے جو بنی۔ امام حسینؑ کا نام سنا اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگے۔ گریبان چاک کیا اور قوسہ و ماتم کے ساتھ گریہ کیا۔ اسی طرح دس روز تک مشغول گریہ و بکا رہے۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے درخواست کی کہ یہاں کے دوران قیام کے مصارف ہم سے قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ کسی سے مالی امداد نہ لیں گے اس لئے معذور ہیں۔ ہاں جو شخص مخلص سے ہمارا ساتھ دینا چاہے دے سکتا ہے۔ اس کے بعد جناب ابراہیمؑ نے اپنے لشکر کو خازن کی طرف کوچ کا حکم دیا کیونکہ ابن زیاد موصل نہیں پہنچا تھا بلکہ خازن میں مقیم تھا۔ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہو کر بمقام ”ارنجا“ وارد ہوئے پھر وہاں سے ”دیر اعلیٰ“ پہنچے۔ وہاں ایک روز قیام کر کے روانہ ہوئے اور ”نصیبین“ سے پانچ فرسخ پہلے عینین وارد ہوئے۔ نصیبین کا حاکم ان دنوں حنظلہ بن عمار ثعلبی تھا۔ وہ کسی کا ماتحت نہ تھا اس کے پاس دس ہزار فوج تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کا خط حنظلہ کے نام | جناب ابراہیمؑ نے یہاں سے حسب ذیل خط حنظلہ کے نام

لکھ کر اپنے ملازم نصیر کے ذریعہ اُس کے پاس بھیجا۔ مضمون یہ تحریر کیا :-

”ابا بعد اے خنظلہ تم کو معلوم ہے کہ بنی امیہ نے امام حسینؑ پر کر بلا میں جو ظلم کیا ہے اُس کی مثال نہیں۔ میں اس وقت اپنی فوج لے کر ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لئے نکلا ہوں میرا مقصد یہ ہے کہ میں امام حسینؑ کے خون کا بدلاؤں گا اور کر بلا میں جو مظالم کئے گئے ہیں اُس کا مزہ اُس کے کرنے والوں کو چکھا دوں۔ اے خنظلہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی نزاع نہیں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی فوج لے کر تمہارے شہر میں ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے دروازہ سے نکل جاؤں۔ اے خنظلہ اگر تم میری درخواست مان لو گے تو اس کا عوض تم کو خدا در سؤل دیں گے۔“

قاصد یہ خط لے کر روانہ ہوا ابھی وہ خنظلہ کے پاس پہنچنے نہ پایا تھا کہ ابن زیاد کا قاصد بھی خط لے ہوئے واپس پہنچ گیا۔ ابن زیاد بھی نصیبین سے پانچ فرسخ دُور شام کے راستے پر ایک لاکھ کا لشکر لے ہوئے مقیم تھا۔ دیبان نے دونوں قاصدوں کی پہنچنے کی اطلاع دی۔ خنظلہ نے دونوں کو طلب کیا اور کہا تم میں امام حسینؑ کے محب ابن مالک بن اشتر کا قاصد کون ہے۔ نصیر نے آگے بڑھ کر کہا میں ہوں۔ خنظلہ نے کہا میرے قریب آؤ وہ قریب گیا تو خنظلہ نے اُس کو اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور اُس سے خط لے کر اُس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا اور ڈھاریں مار کر رونے لگا۔ جب رونے سے افاقہ ہوا تو کہا کہ تمہارے لشکر کے خوراک و رسد کا انتظام میں کروں گا۔ اور ابراہیم کے ساتھ ہو کر ابن زیاد سے جنگ کروں گا۔

اس کے بعد ابن زیاد کے قاصد کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے خط لے کر پڑھا لکھا تھا کہ :-

”میں شیعان علی بن ابی طالب سے لڑنے کے لئے نکلا ہوں۔ جس وقت میرا لشکر جو ایک لاکھ آدمیوں پر مشتمل ہے نصیبین پہنچے تو ان کے قیام و طعام اور چارہ اور پانی کا انتظام کرنا تیرے ذمہ ہے اس میں ذرا بھی کوتاہی نہ ہونے پائے میں یہ ہدایت حاکم شام کی طرف سے تجھے کر رہا ہوں۔ تو حاکم شام کی اطاعت میں اپنے کو گرہ سمجھنا۔“

یہ خط پڑھ کر حنظلہ غصہ سے کانپنے لگا اور خط کو پارہ پارہ کر ڈالا اور حکم دیا کہ ابن زیاد کے قاصد کو قتل کر دو چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اور نصیر قاصد ابراہیم کو خلعت بیش بہا اور تیز رفتار گھوڑا دے کر سرفراز کیا اور کہا تم جا کر ابراہیم سے کہدو کہ میں۔ میرا شکر اور میرا ملک آپ کے لئے وقف ہے اور یہ بھی تمنا ہے کہ آپ کے ساتھ ہو کر حصول انتقام شہدا میں دشمنان دین سے جنگ کروں۔ نصیر نے واپس جا کر جناب ابراہیم سے سارا واقعہ بیان کیا اور حنظلہ کا پیغام زبانی جو اُس نے کہا تھا پہنچایا حضرت ابراہیم بہت خوش ہوئے اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ نصیبین فوراً روانہ ہو جائے۔ الغرض جب یہ لشکر نصیبین کے قریب پہنچا حنظلہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھا۔ ابراہیم اُس سے بتلگئے ہوئے۔ جب شہر کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ بڑے بڑے خیمے نصب ہیں اور تمام بھائی کا سامان موجود اور اس قدر افراط کے ساتھ کہ لاکھوں کے لئے کافی ہو۔ وہاں کے لوگ تمام مرد اور عورتیں سب گریبان چاک گریہ و ماتم میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر گھر سے شور گریہ بلند ہے اور ہر شخص یا لثارات الحسین کا نعرہ لگا رہا ہے۔ جناب ابراہیم نے کہا میں کوئی چیز مفت نہ لوں گا کیونکہ ہم نے پہلے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آدمیوں کی امداد کے سوا کوئی چیز قبول نہ کریں گے۔

ایک شبانہ روز قیام کر کے جناب ابراہیم جب وہاں سے روانہ ہوئے تو حنظلہ بھی اپنے دو لڑکوں، غلاموں اور دس ہزار فوج کے ساتھ انتقام شہدا لینے کے لئے ابراہیم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور یہ تمام لشکر ماردین میں وارد ہوا۔ یہ بھی حنظلہ کے تحت حکومت تھا یہاں کا کو تو ال » وردان « حنظلہ کی طرف سے حکمران تھا۔ اُس نے اس عظیم لشکر کو دیکھ کر اپنے لڑکے کو بھیجا کہ جا کر معلوم کرے کہ یہ کس کا لشکر ہے اور کس غرض سے آیا۔ لڑکا آیا اور ابراہیم کے پاس حنظلہ کو دیکھا تو ادب سے سلام کیا حنظلہ نے اُس کو حکم دیا کہ قلعہ میں واپس جا کر فوراً وردان کو بھیجے۔ اُس لڑکے نے واپس آ کر اپنے والد سے سب کچھ بیان کیا اور کہا آپ کو امیر حنظلہ نے طلب فرمایا ہے۔ وردان یہ سن کر فوراً حنظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر حنظلہ نے کہا ہم لوگ ابن زیاد کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے نکلے ہیں اور اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ وردان نے کہا اے امیر اگر اور تھوڑی دیر پہلے آپ لوگ

آگئے ہوتے تو میں ابن زیاد کو گرفتار کر دیتا۔ حنظلہ نے پوچھا کس طرح؟ دردان نے کہا وہ اپنی اولاد اور غلاموں سمیت میرے پاس آیا تھا اُس کے پاس مال و زر سے لدے ہوئے چالینس اونٹ بھی تھے۔ اور وہ اُن سب کو میرے پاس چھوڑ کر یہاں سے بین فرسخ کے فاصلہ پر بمقام مدینہ مقیم ہے۔

جناب ابراہیم نے پوچھا کتنے افراد ہیں اور کیا کیا مال ہے۔ اُس نے کہا تین بیویاں۔ چار لڑکیاں بڑی اور دو چھوٹی۔ ایک سو بیس غلام اور کینز۔ چار لڑکے ہیں جن میں سب سے بڑا بیس سال کا ہے۔ چالینس اونٹ مال سے بھرے ہوئے اور سو صندوق ہیں جن میں حریر اور دیباچ کے کپڑے ہیں۔

ابن زیاد کے بچوں کا قتل

حضرت ابراہیم نے فرمایا اے دردان اُن سب کو میرے سامنے حاضر کرو۔ چنانچہ وہ سب افراد اور تمام چیزیں حاضر کی گئیں۔ ابراہیم نے ایک آہ کی اور فرمایا ابن زیاد نے کربلا میں کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں۔ جناب عباسؓ۔ عون بن علیؓ۔ یحییٰ بن علیؓ۔ جعفر بن علیؓ اور حضرت علی اکبرؓ وغیرہم اور امام حسینؓ اور اُن کے ننھے ننھے بچوں کو شہید کیا۔ پھر اہل حرم کو لوٹا اُن کو اسیر کر کے شہر بہ شہر بے مقصد و چادر اور بے محل و عماری کے ناقوں پر سوار کر کے پھرایا۔ اسی ابن زیاد کے ظلم سے فاطمہؓ کی کھیتی کربلا میں برباد ہو گئی۔ اے لوگو میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ابن زیاد اور اُس کی اولاد کو روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑوں گا۔ یہ کہہ کر جناب ابراہیم نے ابن زیاد کے بڑے بیٹے کا سترق سے جدا کر دیا پھر اور لوگوں نے ابن زیاد ملعون کے سارے گھرانوں کو کینزوں اور غلاموں سمیت قتل کر ڈالا۔ لعنتہ اللہ علیہم اجمعین۔ اس کے بعد جناب ابراہیم نے ابن زیاد کا سارا مال لشکر والوں پر تقسیم کر دیا۔ اور تین خروار امیر حنظلہ کو اور ایک خروار دردان کو عنایت کیا۔

اس کے بعد امیر حنظلہ نے دردان سے پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے میرے ساتھ رہتے ہو یا جاتے ہو۔ اُس نے کہا میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا آپ سے جدا نہ ہوں گا۔

ابن زیاد کی گرفتاری کے لئے ابراہیم و دردان کی روانگی

پھر دردان نے کہا اے امیر حنظلہ اگر تو چاہے تو میں ابن زیاد کو تیرے ہاتھوں قتل یا گرفتار کر دوں۔ حنظلہ نے پوچھا کس صورت سے؟ اُس نے کہا میں امیر ابراہیم اور اپنے لڑکوں کو ہمراہ لے کر وہاں جاتا ہوں جہاں ابن زیاد ٹھہرا ہوا ہے اُس کے قریب ایک خیمہ نصب کر کے ابن زیاد کو کہلا بھیجوں گا کہ امیر حنظلہ نے ابراہیم کے ہاتھوں پر بیعت کر لی ہے مجھے یہ شبہ ہے کہ کہیں وہ ابراہیم کے ہمراہ اگر تیرے بال بچوں کو قتل و تباہ نہ کر دے۔ اس لئے تو تنہائی میں مجھ سے آکر مل اور اپنے ہمراہ کسی کو نہ لانا کیونکہ مجھے جاسوسوں کا خطرہ ہے۔ پھر وہ جب میرے پاس آئے گا تو اسے قتل کر دیا جائیگا۔ یہ سن کر ابراہیم و حنظلہ نے کہا تیری رائے مناسب ہے۔ تو جلد یہ انتظام کر۔

اس کے بعد جناب ابراہیم اور دردان روانہ ہوئے۔ ابراہیم نے اپنا لباس تبدیل کر کے سیٹ بدل لی تھی اور اُس مقام پر پہنچے جس مقام پر ابن زیاد ایک لاکھ لشکر لئے ہوئے ٹھہرا تھا۔ دردان نے اپنے ایک لڑکے کو جو بڑا ہوشیار، شجاع اور فصیح البیان تھا ابن زیاد کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ اُس سے کہے کہ یہاں سے ایک فرسخ پر میرا باپ ٹھہرا ہے اور آپ کو تنہا بلایا ہے کیونکہ آپ کے بچوں کے بارے میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ وہ لڑکا روانہ ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچا اور ساری گفتگو جس طرح اُس کے باپ نے ہدایت کی تھی بیان کی۔ یہ سن کر ابن زیاد بہت چلتا اور فوراً دردان کے پاس جا پہنچا۔ خیمہ میں داخل ہوا تو ابراہیم تعظیم کے لئے نہ اٹھے اُس نے پوچھا یہ کون ہے کہا میرے عزیز ہیں۔ پھر ابن زیاد سے وہی گفتگو کی جو حنظلہ و ابراہیم کو بتائی تھی۔ ابن زیاد نے کہا تو گھبراہٹیں۔ ابراہیم کے لشکر سے میرے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں کل لشکر لے کر مار دینا آتا ہوں اور ابراہیم و حنظلہ کے لشکر کو پسا کر دوں گا اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ لشکر کی سرداری آیندہ تجھے دوں گا اور تجھے ایسا مالامال کر دوں گا کہ تازہ زندگی تو خوشحال رہے گا اور یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا کہ میں بجائے کل کے آج ہی مار دین روانہ ہو رہا ہوں۔ تو نہر خاندن پر میرا انتظار کر۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔

دردان نے ابراہیم سے کہا اے امیر شکار جنگل میں آکر نکل گیا۔ آپ نے یہ کیا کیا ایسا نادار

موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ ابراہیم نے کہا میری جرات نے گوارا نہ کیا کہ اُس کو دھوکے سے ماروں یہ شیوہ جو فردی نہیں ہے۔ اسے دردان گھراؤ مت ابن زیاد میرے ہی ہاتھ سے قتل ہوگا۔ انشاء اللہ۔ ابن زیاد نے اپنے لشکر میں بھیج کر روانگی کا نفاذہ بجایا اور سب ماردین روانہ ہو گئے۔ جناب ابراہیم و دردان نہر خراز کے پُل کے قریب کھڑے ہوئے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ جب سارا لشکر پُل عبور کر گیا تو ابن زیاد اپنے مقام سے پُل عبور کرنے کے لئے روانہ ہوا اُس کا ایک نہایت عمدہ ناقہ تھا جس پر سونے سے مزین عماری تھی اُس پر دیباچ کے پردے پڑے ہوئے تھے اور اُن میں جواہرات ٹنکے ہوئے تھے۔ اُس ناقہ کے گرد تیس شمعیں بقدر آدم سونے کے طشتوں میں روشن تھیں۔ جن کو رومی غلام لئے ہوئے تھے۔

جناب ابراہیم نے ابن زیاد کو اس شان و شوکت سے آتے ہوئے دیکھ کر منہ پر کپڑا لپیٹ لیا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور ہاتھ میں تلوار سنبھال لی۔ چند خادموں نے اُن سے کہا کہ شارع عام سے ہٹ جاؤ تاکہ امیر کی سواری گزر جائے حضرت ابراہیم نے فرمایا میں تو امیر سے ملنے آیا ہوں اور اس مقام کے علاوہ اُن سے میری ملاقات نہیں ہو سکتی اس لئے میں یہاں کھڑا ہوں۔ خادموں نے زیادہ مزاحمت نہ کی اور جناب ابراہیم وہیں کھڑے رہے۔ جب ابن زیاد قریب پہنچا تو اپنے دو ہائی دینا شروع کی اور کہا میں امیر کے پاس فریاد لایا ہوں۔ یہ آواز سن کر اُس نے عماری سے سر نکالا۔ جناب ابراہیم نے بڑھ کر اُس کی گردن پکڑ لی اور کھینچ کر زمین پر گرا دیا اور آواز ، یا ثنات الحسین بلند کی۔ یہ آواز سننے ہی اُن کا لشکر اُن پہنچا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ صبح تک جنگ ہوتی رہی۔ صبح کو حضرت ابراہیم کو معلوم ہوا کہ جس شخص کو گھسیٹ کر گرفتار کیا تھا وہ ابن زیاد کا غلام حاجب ہے آپ نے اُسے یہ کہہ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ یہ ملعون بھی آلِ محمد کی دشمنی میں اُس سے کم نہ تھا۔ اس نے بھی سینکڑوں حجابان اہلبیت کو قتل کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ابن زیاد بچ گیا۔

ابن زیاد ملعون جب نہر خراز کے پُل کی طرف روانہ ہونے لگا تو کچھ سوچ کر عماری میں

نہیں سوار ہوا بلکہ اپنے غلام حاجب کو بٹاکر اُسے حکم دیا کہ وہ عماری میں سوار ہو جائے چنانچہ حاجب عماری میں بیٹھ گیا۔ جو دیکھتا تھا یہی سمجھتا تھا کہ اس عماری میں ابن زیاد ہے۔

اس کے بعد جناب ابراہیم نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں طرف سے مقابلہ جاری ہو گیا اور جنگ شدت سے ہونے لگی۔ دشمن کے تین ہزار آدمی مارے گئے مگر ابن زیاد ابھی تک زندہ تھا۔

حضرت ابراہیم نے اپنی کارگزاری جناب مختار کو لکھ بھیجی اور تحریر کیا کہ جب تک ابن زیاد کو قتل نہ کر لوں گا کوفہ کا عزم نہ کر دوں گا۔

ابن زیاد کا خط عبد الملک کے نام

شکست کھانے کے بعد ابن زیاد نے عبد الملک کو لکھا کہ یہاں ابراہیم نے آفت ڈھا رکھی ہے میرے تین ہزار بہادروں کو قتل کر دیا جلد سے جلد اور ملک بھیج اسی مقام پر ابن زیاد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس کے بال بچے قتل کر دیئے گئے۔ اسی لئے اُس نے عبد الملک سے مزید امداد طلب کی تاکہ ابراہیم سے پورا پورا بدلہ لے سکے۔

جناب ابراہیم و ابن زیاد کے لشکروں میں گھمسان کی جنگ

چونکہ ابن زیاد کو معلوم ہو چکا تھا کہ اُس کے لڑکے غلام اور کینریں قتل کر دی گئیں اس لئے اُس نے اب ابراہیم اور اُن کے لشکر کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوا اسی دوران میں جناب ابراہیم نے اُس کے سپہ سالار عیمر بن خطاب کو ایک خط لکھا جس میں اپنی قدیم دوستی کا ذکر کرتے ہوئے اُس کو اپنی طرف آکر مل جانے کی دعوت دی تھی۔ عیمر نے وہ خط ابن زیاد کو دکھا دیا۔ ابن زیاد نے مشورہ دیا کہ تم رات کو اُن کے پاس ضرور جاؤ اور اُن کے تمام حالات معلوم کر لو۔ چنانچہ عیمر رات کے وقت ایک ہزار کا لشکر لے کر جناب ابراہیم کے پاس آیا حضرت ابراہیم نے اُس کی بڑی عزت و توقیر کی اور اُس کو زیادہ سے

زیادہ سے زیادہ انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا پھر بطور مشورہ اُس سے دریافت کیا کہ اگر ہم اپنے لشکر کے گرد خندق کھودا دیں تو مناسب ہوگا اُس نے کہا بہت مناسب ہے لیکن تاخیر نہ کیجئے کیونکہ آپ کے پاس ابن زیاد کے لشکر سے بہت کم لشکر ہے اگر آپ جنگ میں تاخیر کریں گے تو آپ کو سخت نقصان ہوگا جناب ابراہیم نے اُس کی رائے پر خوشی کا اظہار کیا پھر غیر نے کہا آپ لوگوں کی جرات و شجاعت کا سکہ ابن زیاد اور اُس کے لشکر کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے بس اب تاخیر نہ کیجئے ورنہ وہ سمجھ لیگا کہ آپ لوگ اُن سے ڈرتے اور دبتے ہیں۔ جناب ابراہیم نے کہا مجھے تم پر پورا بھروسہ ہو گیا ہے غیر نے کہا میں آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ کا لشکر اُن لوگوں پر حملہ کرے تو مجھ سے تعرض نہ کرے میں جنگ کے دوران اپنے دستہ فوج کو لے کر آپ کی طرف آجاؤں گا۔

غیر جناب ابراہیم سے رخصت ہو کر ابن زیاد کے پاس واپس گیا جو کچھ باتیں ابراہیم سے ہوئی تھیں مفصل اُس سے بیان کر دیں وہ بہت خوش ہوا اور دس ہزار دینار اور قیمتی خلعت اُسے انعام دیا۔

ادھر غیر کے جانے کے بعد جناب ابراہیم نہایت خوش و مسرور و رقا کے خیمہ میں گئے۔ اور غیر کی پوری گفتگو اُن سے دوہرائی اور کہا یہ ایک بڑا اہم کام ہو گیا۔ ورقمانے کہا اے امیر جو کچھ ہوا درست ہوا لیکن میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ اُس میں وفاداری مطلق نہیں۔ اُس کے متعلق میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے شیعوں کی مذمت کرتے سنا ہے۔ اور میرے چچا زاد بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے اور یہ خبر موصل میں پہنچی تو میں اُس وقت غیر کے مکان پر تھا۔ خبر شہادت سُننے ہی میں رونے لگا۔ مجھے روتے دیکھ کر وہ ہنسنے لگا۔ میں نے کہا بڑے افسوس کا مقام ہے کہ فرزند رسولؐ شہید کئے جائیں اور تو ہنستے ہو۔ غیر نے کہا انہوں نے تو خواہ مخواہ اپنی جان دی۔ اس قتل پر رونا کیسا اس کے بعد وہ باہر چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد خنداں و شاداں گھر میں داخل ہوا اور کہنے لگا

حسینؑ کا سر امیر یزید کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا پھر امام حسینؑ کی شان میں چند نامسزا الفاظ استعمال کئے یہ سن کر میں اٹھا اور اُس کے مُنہ پر ایک طمانچہ مارا اُس نے بھی اس کا جواب دیا پھر میرے اُس کے درمیان گھونسلوں سے کافی رد و بدل ہوتی رہی اس کے بعد اپنے گھر واپس آ گیا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے کہا مجھے ان باتوں کی اطلاع نہیں تھی۔

عمر کے جانے کے بعد آپ نے اپنے لشکر کی یوں ترتیب فرمائی۔ میمنہ پر سفیان بن یزید بن معقل ازدی کو متعین کیا۔ میسرہ پر علی بن مالک الحشعی کو مقرر فرمایا۔ تمام سواروں پر طفیل بن لقیط کو تعینات کیا اور پیادوں پر مزاحم بن مالک سکونی کو متعین کیا اور اپنے لئے قلب لشکر تجویز فرمایا۔ اس کے بعد مناسب ہند و نصیحت فرمائی اور حکم دیا کہ یکے بعد دیگرے سارا لشکر ایک مقام پر جمع ہو جائے۔

ابن زیاد نے اپنے لشکر کی ترتیب اس طرح کی کہ میمنہ شرجیل بن ذوالکلاع کو سپرد کیا میسرہ ربیعہ بن مخارق کے حوالے کیا۔ قلب میں حسین بن نمیر کو مقرر کیا اور جناح میسرہ پر عبداللہ ابن مسعود فرازی کو مقرر کیا اور خارج میسرہ پر حملہ بن عبداللہ کو متعین کیا۔

ترتیب لشکر کے بعد ہی رات ہو گئی حضرت ابراہیمؑ طلایہ لشکر کے لئے نکلے اور ایک شامی کو ابن زیاد کے لشکر کی طرف جاسوسی کے لئے بھیجا۔ اُس نے اگر اطلاع دی کہ دو سو افراد کا ایک گروہ طلایہ پر ہے اُس کا سردار بکر بن زید ہے۔ یہ شخص اکثر ابن زیاد کے ساتھ شراب پیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے ابن زیاد سے کہا کہ اے امیر تو نے ایسا نیک کام کیا ہے کہ اس کے بعد کتنا ہی گناہ کرے خدا تجھ پر عذاب نہ کرے گا۔ اور وہ تیرا نیک کام قتل حسینؑ ہے۔ جناب ابراہیمؑ کو یہ اقمہ پہلے سے معلوم تھا اور اُس کی طرف سے اُن کے دل میں زبردست آگ بھڑکی ہوئی تھی شامی جاسوس نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت سارا لشکر شراب میں مست زمین پر پڑا ہے۔ یہ سن کر جناب ابراہیمؑ سات سو سواروں کو ہمراہ لے کر اُس مقام پر پہنچے جہاں دو سو افراد شراب میں مدہوش پڑے تھے۔ آپ بکر بن یزید کو پہچانتے تھے اس کے گروہ میں داخل ہو کر آپ نے بکر کو قتل کر دیا او

دوسری جانب سے نکل گئے۔ بکر بن یزید کے قتل ہونے پر آپس میں تلوار چل گئی اور کافی کشت و خون ہوا۔ لطف یہ ہے کہ یہ جنگ دو سو طلائیہ پھرنے والوں سے بڑھ کر اصل لشکر ابن زیاد میں پھیل گئی اور صبح ہوتے ہوئے تقریباً بیس ہزار اشقیاکٹ گئے۔

بہر حال حضرت ابراہیم تمام رات جاگتے رہے کبھی طلائیہ پھرتے تھے کبھی بہادرؤں کی ہمت افزائی فرماتے تھے بھر کو اول وقت نماز جماعت ادا کی اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ پالنے والے ہم ٹیرے نبی کے نواسے کی نصرت کے لئے میدان میں نکلے ہیں خداوند! تو ہماری مدد فرما اس کے بعد صفیں درست کیں اور فرمایا ”بہادر و فتح و ظفر تمہارے قدموں میں ہے ہمت بلند رکھو۔ خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔ کوئی طاقت تم کو شکست نہیں دے سکتی۔“ پھر حکم دیا چلو اور دشمنوں کو کچل دو حکم پاتے ہی مجاہدین حضرت ابراہیم کے ساتھ چل پڑے۔ جب لشکر شام کے قریب پہنچے ایک سوار کو حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا اُس نے واپس آکر بیان کیا کہ ابن زیاد کا لشکر بھی تیار کھڑا ہے اور میدان میں آیا ہی چاہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے اپنے لشکر کے علمداروں کو عزم و استقلال کی ترغیب و تحریص فرمائی اور کہا:-

”اے دین کے مددگارو! اس وقت تمہارے سامنے ابن مرجانہ کا بیٹا ہے۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے رسول کے قرۃ العین حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہلبیت کو تین دن کا جھوکا پایا قتل کر دیا۔ خدا کی قسم ابن مرجانہ نے آل محمدؐ کے ساتھ اُس سے بھی زیادہ ظلم کیا جو فرعون نے بنجا و بنی اسرائیل کے ساتھ کیا تھا۔ مجھے اُمید ہے کہ تمہارے قلوب ان ملعونوں کا خون بہانے سے سکون و ٹھنڈک پائیں گے خدا خوب جانتا ہے کہ تم آل رسولؐ کی حمایت میں ان ملعونوں کی طرف سے سوزش قلب لے کر نکلے ہو۔ اس لئے وہ تمہارا مددگار ہے۔“

جناب انوص اور ضبغان کلی کا مقابلہ

حضرت ابراہیم اپنے بہادرؤں کو سمجھانے اور ان کا دل بڑھانے کے بعد اپنی جگہ پر آکر کھڑے ہو گئے۔ پھر اپنے ایک بہادر سپاہی جناب انوص بن شداد ہمدانی کو میدان میں بھیجا۔ اب

عبدالملک کی طرف سے ابن زیاد کی امداد میں مزید لشکر آگیا تھا اور چار لاکھ کی فوج ہو گئی تھی۔ جناب انھوں نے میدان میں نکل کر دشمن کو لٹکایا۔ ادھر سے ایک شخص بنی کلب میں سے ”اعوف بن ضبعان کلبی“ ان کے مقابلہ پر آیا۔ اور دونوں سواروں نے رجز پڑھنے کے بعد ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ کچھ دیر رد و بدل جاری رہی۔ آخر جناب انھوں نے ایک ایسا وار کیا کہ وہ ملعون زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔

پھر جناب انھوں نے خون سے رنگین اپنی تلوار فضا میں حرکت دے کر آواز دی کہ کوئی تم میں ہے جو میرے مقابلہ کو آئے۔ لشکر مخالف سے کوئی نہ نکلا تو پھر پکار کر فرمایا کہ اے فرزند رسول کے قاتلو! آؤ اور میری تلوار کے جوہر دیکھو۔ یہ سن کر ایک شخص داؤد بن عروہ دمشقی نکلا۔

داؤد دمشقی کا قتل

اُس ملعون نے آتے ہی رجز میں اپنی بہادری کا ذکر کیا جناب انھوں نے بھی اُس کے جواب میں اُس ملعون کو دندان شکن جواب دیا پھر مقابلہ شروع ہوا تھوڑی رد و بدل کے بعد جناب انھوں نے اُس کو بھی داصل جہنم فرمایا اور اپنے لشکر میں واپس آئے۔

حصین بن نمیر کا قتل | اس کے بعد حصین بن نمیر ملعون میدان میں آیا اور بڑے غرور کے ساتھ یہ رجز پڑھا:

یعنی ”اے کوفہ کے بزدلو! اے مختار و ابن اشتر کے شیعو! بے کوئی تم میں کریم الاصل جو اپنی قوم میں فخر کے قابل ہو۔ آئے میرے مقابلہ پر اور تلوار کے جوہر دیکھے“

یہ سن کر فوج ابراہیم سے شریک بن خرم تغلبی برآمد ہوئے اور انہوں نے اُسی کے ردیف و قافیہ میں اُس کے رجز کا جواب دیا کہ :-

”اے بزرگ کریم الاصل یعنی امام حسینؑ کو کربلا میں قتل کرنے والے۔ وہ مدح و ثنا اور فخر کے قابل تھے۔ وہ نبیؐ طاہر کے فرزند تھے۔ وہ علی بن ابی طالب کے دلہند تھے جو بہادر اور ہر معرکہ میں منظور و منصور رہے ہیں۔ آج میرے ہاتھوں وہ ضرب لیتا جا جس سے کسی طرح نجات نہیں مل سکتی“

یہ کہہ کر آپ نے اُس ملعون پر حملہ کر دیا اور دو چار وار کی رد و بدل کے بعد ایک ایسا وار

اُس کے سر پر مارا کہ اُس کا سر جدا ہو گیا اور وہ ملعون ابدی داخل جہنم ہوا۔

اُس کے قتل ہونے سے لشکرِ شام میں اُبتری پیدا ہو گئی۔ جو صلے پست ہو گئے اور خوفِ دہراں اُن کے دلوں پر چھا گیا۔

دوسری روایت کے مطابق جب داؤد دمشقی قتل ہوا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ ایک ایک کر کے مَرت لڑو بلکہ اکبار کی سب کے سب حملہ کر دو۔ یہ حکم پاتے ہی لشکرِ شام جس کی تعداد ایک لاکھ تھی حسینی جان نثاروں پر ٹوٹ پڑا۔ حصین بن غیر نے سمینہ شام سمیت حضرت ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا۔ پہلے تیروں کی بارش ہوئی جس سے حضرت ابراہیم کے بہت سے بہادر زخمی ہو گئے۔ پھر تلوار چلنے لگی۔ آپ کے میسرہ کے سردار جناب علی بن مالک بڑی بہادری سے لڑے لیکن آخر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند جناب قرہ بن علی نے علم سنبھالا اور بڑی دلیری سے جنگ کی آخر مع چند بہادروں کے آپ بھی شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد لشکرِ ابراہیم کے میسرہ میں شکست کے آثار ظاہر ہوئے لیکن فوراً عبداللہ بن درقائے نے علم بلند کیا اور میسرہ کے سپاہیوں سے کہا: "اے خدا کی فوج کے لوگو میری طرف آؤ دیکھو ابراہیم جیسا بہادر تمہارا امیر ہے ہمت بلند رکھو اور میری طرف پلٹ آؤ۔ یہ سن کر بہت سے جاں باز میدانِ قتال میں پھر جمع کئے اتنے میں جناب ابراہیم اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مجاہدو ہم ابن زیاد سے لڑنے آئے ہیں اور وہ حسینؑ مظلوم کا قاتل ہے اُس نے کربلا میں امام اور اُن کے ننھے ننھے بچوں کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا ہے اے بہادرو یہی وہ ملعون ہے جس نے امام کے اہلبیت پر وہ ظلم کیا جو فرعون نے بھی بنی اسرائیل پر نہیں کیا تھا۔ اسی ملعون نے رسول خداؐ کے اہلبیت کو بازاروں میں پھرایا اور درباروں میں اُن کو لے گیا آؤ اور بہادری سے اُس کا مقابلہ کرو۔ میں ابنِ اشتر ہوں اور تمہاری مدد کے لئے موجود ہوں۔

یہ سُننا تھا کہ تمام لشکرِ فوجِ مخالف پر ٹوٹ پڑا اور کھسکان کی لڑائی ہونے لگی یہاں تک کہ شام ہو گئی آخر فوجِ شام کو شکست ہوئی۔ اور آج کا میدانِ مختار کے لشکر کے ہاتھ رہا۔

دوسرے روز حصین ابن غیر نے سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر اپنے لشکر والوں سے کہا۔ آج کی جنگ کا آغاز میں کروں گا اور اسی جنگ کروں گا کہ دُنیا حیران رہ جائے گی۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے تو سب سے پہلے یہی ملعون میدان میں نکلا اور اپنا حسب و نسب بیان کرنے کے بعد مبارز طلب ہوا۔ لشکر ابراہیم سے ایک بزرگ انس اُس کے مقابلہ پر آئے اور تھوڑی دیر مقابلہ کے بعد شہید ہو گئے۔ اُن کے بعد ایک مجاہد اور آیا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جناب در قاء میدان میں آ گئے اور آتے ہی نیزہ سے حملہ کیا اس کے بعد دیر تک نیزوں سے جنگ ہوتی رہی اسی اثناء میں جناب در قاء نے ایک وار کیا جس سے حصین کے ہاتھ سے نیزہ چھوٹ گیا۔ جناب در قاء نے فوراً اُسے پکڑ کر زمین پر پٹنگ دیا اور لشکر ابراہیم کے چند افراد نے دوڑ کر اُسے پکڑ لیا۔ اور اپنے لشکر میں لے کر پلٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر اُس کی مُشکلیں کس دیں۔ اس کے بعد لشکر گاہ میں لے جا کر حضرت ابراہیم کے سامنے پیش کیا۔ ادھر جنگ جاری رہی اور ادھر حصین بن غیر کا فیصلہ شروع ہوا۔ حضرت ابراہیم کے سامنے بیان کیا گیا کہ اسی ملعون نے ہمیشہ پیغمبر جناب علی اکبر کو بر بھی لگائی تھی۔ اسی نے بہت سے اصحاب حسین کو مجروح کیا تھا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اُسے انواع و اقسام کے عذاب کے ساتھ واصل جہنم کرو۔ چنانچہ پہلے اُس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر توڑ دیئے گئے۔ پھر اُسے اوندھا زمین پر لٹا کر شمشیر و خنجر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ابن زیاد کو جب اُس کے مقتول ہونے کی اطلاع ملی تو وہ بہت غلگن ہوا اور کہا میرے لشکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ جنگ جاری تھی۔ حضرت ابراہیم نے اپنے مہتمم لشکر کو ابن زیاد کے میسرۃ لشکر پر حملہ کا حکم دیا۔ جناب ابراہیم کو اُمید موموم تھی کہ شاید حسب وعدہ عمیر بن خطاب ہماری طرف آجائے لیکن اُس نے ابراہیم کے لشکر سے زبردست جنگ شروع کر دی اور اپنی جگہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہا۔ یہ دیکھ کر جناب ابراہیم نے حکم دیا کہ مہتمم میسرہ کی پروا مت کرو اور سب ہل کر حملہ کرو۔ الغرض سب نے ہل کر حملہ کر دیا اور دونوں لشکروں نے عظیم جنگ کی۔ اور سب بڑی جافشانی سے لڑے۔ اس کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے قیام گاہ کو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سب میدان میں آ

پہنچے اور پھر شدت کی جنگ ہونے لگی۔

یزید بن معاویہ کنڈی کا قتل

اس مرتبہ سب سے پہلے جو شخص میدان میں آیا وہ یزید بن معاویہ کنڈی تھا جو شام کا رہنے والا اور سخت دشمن آل رسول تھا۔ اُس نے آتے ہی رجز پڑھا اور اپنی شجاعت پر فخر کرنے لگا اور بولا ہے کوئی ابن مالک اشتر کے لشکر میں جو میرے مقابلہ کو آئے۔ یہ سُن کر ایک شخص جناب ابراہیم کے لشکر سے نکلا اور دونوں میں تاہر جنگ ہوتی رہی آخر وہ شخص شہید ہو گیا۔ اُس نے پھر لشکر ابراہیم کو لٹکا اور دھر سے جعدہ بن قیس میدان میں آئے اور کچھ رد و بدل کے بعد وہ بھی شہید ہو گئے۔ اُن کے بعد پھر ایک سوار برآمد ہوا وہ بھی شہید ہو گیا۔ یہاں تک کہ بارہ مجاہدوں کو اُس نے شہید کر دیا۔ پھر اُس کی مدد کے لئے عبداللہ غنمی پانچ سو سواروں کے ساتھ آگیا۔ یہ دیکھ کر ابراہیم بن اسحاق غنمی اُس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور جنگ ہونے لگی حضرت ابراہیم نے جو دیکھا کہ ایک ابراہیم کے مقابلہ میں بہت سے شامی مصروف جنگ ہیں تو آپ خود میدان میں آئے۔ ابھی دار نہ کرنے پائے تھے کہ ایک شخص نے اطلاع دی کہ ایک لشکر ابن زیاد کی مدد کے لئے آ رہا ہے۔ جناب ابراہیم نے ورقاء کو حکم دیا کہ میمنہ و میسرہ درست کر کے اُس لشکر کو روک دو ورقاء نے ایک چھوٹا سادستہ فوج مرتب کیا۔ سعید بن اسحاق کنڈی کو میمنہ پر اور عبداللہ غنمی کو میسرہ پر مقرر کر کے خود قلب لشکر میں پہنچ کر آگے بڑھے۔ جب اُس لشکر کے علموں پر نگاہ پڑی۔ ورقاء نے کہا یہ گروہ بنی اُمیہ کا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اُن کے نشان کا پتھر براسیہ ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھا۔ ورقاء گھوڑا بڑھا کر اُس کے قریب پہنچے۔ اُس نے پوچھا تم کون ہو اور تمہارا افسر کون ہے۔ ورقاء نے اپنا اور اپنے امیر کا نام بتایا یہ سُنتے ہی اُس نے یا ثارات الحسین کا نعرہ کیا اور کہا میں عبدالرحمن بن جندب ہوں مجھے حضرت مختار نے تمہاری ملک کے لئے بھیجا ہے اور میرے عقب میں ظفر بن حادث ایک بڑا لشکر لے آ رہے ہیں۔ اسی اثناء میں ظفر بھی تین ہزار کا لشکر لے کر آگئے ورقاء اُن سے بغلیگر ہوئے اور سب کو لے کر جناب ابراہیم کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت ابراہیم بھی اُن لوگوں سے بے فکر ہوئے۔ ظفر بن حارث نے جنگ کی اجازت لی۔ ادھر سے پھر یزید بن معاویہ کندی مبارز طلب ہوا۔ ظفر نے لشکر کے ساتھ حملہ کرنا چاہا لیکن پھر یہ کہہ کر رُک گئے کہ ایک کے مقابلہ میں ایک ہی کو جانا چاہیئے۔ اور اُس کے مقابلہ کے لئے جعفر بن حسان کو بھیجا۔ تھوڑی سی رد و بدل کے بعد یہ بھی شہید ہو گئے تو ظفر خود میدان میں آئے۔ یزید نے رجز پڑھا ظفر نے اُس کا جواب دیا۔ پھر اُس نے حملہ کیا ظفر نے روکا۔ اسی طرح کافی دیر جنگ جاری رہی آخر ظفر نے نیزہ کا ایک زبردست وار اُس کے پہلو پر کیا کہ نیزہ پار ہو گیا اور وہ ملعون گھوڑے سے گر کر واصلِ جہنم ہوا۔

حضرت ابراہیم کی فیصلہ کن جنگ اور ابن زیاد کا قتل

اس کے بعد جناب ابراہیم نے حکم دیا کہ بہادر و! اب کیا انتظار ہے اُن اعدائے دین پر ٹوٹ پڑو اور اُن کو تباہ و برباد کر دو۔ خدا کی قسم اگر ہم نے اُن کو شکست دیدی اور ابن زیاد کو قتل کر دیا تو جنت ہماری ہے۔ ہاں اسے دلیر و بڑھو اور اُن کی کثرت کی پروا نہ کرو۔ حق تمہارے ساتھ ہے۔ یہ سن کر ابراہیم کی فوج نہایت جرات و دلیری کے ساتھ فوج دشمن پر ٹوٹ پڑی۔ دونوں طرف سے نیزے اور تلواریں چلنے لگیں۔ اس قدر گرد اُڑی کہ دونوں لشکروں کو ڈھانپ لیا اور تلواروں کی جھنکاروں کے سوانہ کچھ سُنائی دیتا تھا نہ کچھ نظر آتا تھا۔ ہر طرف خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔

اسی درمیان میں جناب ابراہیم نے اپنے عہدار سے فرمایا کہ شام کے لشکر میں ڈوب جا۔ آپ کے دل بڑھانے سے وہ آگے بڑھا۔ جناب ابراہیم بھی شدت کے ساتھ وار کر رہے تھے۔ آپ کی تلوار جدر چلتی تھی صفیں صاف ہو جاتی تھیں جنگ پوری شدت سے جاری تھی کہ نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ مجاہدوں نے اشاروں سے نماز ادا کی اور لڑائی ہوتی رہی۔ آخر دشمنوں کی ہمتیں پست ہو گئیں اور سب سے پہلے عیمر بن خباب نے شکست کھائی۔

جناب ابراہیم کا بیان ہے کہ اٹناٹے جنگ میں میرے مقابلہ پر ایک نہایت دلیر شخص آیا جسے میں نے نہ پہچانا۔ اُس نے کافی دیر تک میرا مقابلہ کیا لیکن خدا کے فضل سے میں نے اُس کے ہاتھ

اور پاؤں قطع کر دیئے پھر اُسے دو ٹکڑے کر دیا۔ یہی غیر تھا۔

الغرض یہ جنگ رات گئے تک جاری رہی۔ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صغین کے بعد یہ پہلی جنگ ہے جس میں بیشمار افراد قتل ہوئے۔ میدان میں خون کا دریا بہہ رہا تھا آخر لشکر شام کے باقی لوگ جان بچا کر بھاگے حضرت ابراہیم کے لشکر نے اُن کا پیچھا کیا اور اُن میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا جناب ابراہیم فرماتے ہیں کہ نماز شام کے بعد میں نے دیکھا کہ نہر خازر کے کنارے سے ایک شخص میرے مقابلہ پر آیا۔ حریر کا غلام باندھے ہوئے ہے سونے کے جوشن سے مزین ہے میں نے اُس پر حملہ کیا اور اُس کو زمین سے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا اور اُس کو مار ڈالا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ابن زیاد تھا کسی نے کہا آپ کو رات کی تاریکی میں کیسے معلوم ہوا کہ وہ ابن زیاد تھا آپ نے فرمایا کہ اُس کے جسم سے مُشک و عنبر کی بو آ رہی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے جب امام حسین کا سر اٹھایا تو اُس سے خون کا ایک قطرہ اُس کے زانو پر گرا جو زانو تو زخم زمین پر پہنچا۔ جس سے اُس کے زانو میں زخم ہو کر ناسور ہو گیا اُس کی بدبو سے بچنے کے لئے ابن زیاد مُشک و عنبر استعمال کرتا تھا۔ لوگوں نے جاکر دیکھا تو وہ ابن زیاد ہی تھا۔ اُس کا سر کاٹ لیا گیا۔ اور اُس کے جسم کی حفاظت کی گئی صبح کو اُس کے غلام مہران کو بلایا کہ شناخت کرایا تو اُس نے تصدیق کی۔ جناب ابراہیم نے اُس کے جسم کو اٹھا لٹکا دیا پھر آگ میں جلا دیا۔ اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے میرے ہاتھوں سے ابن زیاد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔

دوسری روایت کے مطابق ابن زیاد ایک لاکھ کا لشکر لے کر حضرت ابراہیم بن مالک اشتر سے موصل میں نہر خازر کے کنارے لڑ رہا تھا یہاں تک کہ رات ہو گئی اور جنگ جاری رہی۔ اُس کے اسی ہزار سپاہی قتل ہو گئے۔ اور وہ گرفتار ہوا۔ اُس کو رسیوں میں جکڑ کر ڈال دیا۔ اُس کے قریب سے ہر گز نہ والا اُس پر تھوکتا اور لعنت کرتا تھا۔ صبح کو جناب ابراہیم کے حکم سے طائف کا بننا ہوا چڑھ کر کافر ش پچایا پھر جناب ابراہیم اور آپ کے اصحاب جن کے کپڑے دشمنوں کے خون سے رنگین تھے آئے جناب ابراہیم اُس فرش پر بیٹھے اور حکم دیا کہ جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں اُن میں نمایاں افراد کو پیش کرو

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ابن زیاد پیش کیا گیا آپ نے فرمایا اسے اچھی طرح رستیوں اور زنجیروں سے جکڑ دو اور اس کے گرد آگ روشن کر دو چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب زنجیروں سے باندھ دیا گیا تو حضرت ابراہیم نے اپنے خنجر سے اُس کے زانو کا گوشت کاٹ کر کھلایا۔ جب وہ کھانے سے انکار کرتا تو اُس کے جسم میں خنجر چھبویا جاتا جب وہ ملعون مرنے کے قریب پہنچا تو اُسے ذبح کر دیا گیا۔ پھر اُس کا سر کاٹا گیا اُس کے جسم پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ آخر میں اُس کے جُثہ غنیمت کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

(بحوالہ اخذ النار ابو مخنف وقرۃ العین و تاریخ ائمہ)

ثبث بن ربیع کا قتل

جب یہ ملعون پیش کیا گیا تو حضرت ابراہیم نے پوچھا او ملعون بتاؤ نے کہ بلا میں آلِ رسول پر کیا کیا منظم کئے تھے۔ اُس نے بہت سے کارنامے بیان کرنے کے بعد یہ بھی کہا کہ میں نے امام حسین کے چہرہ اقدس پر تلوار لگائی تھی۔ یہ سن کر جناب ابراہیم رونے لگے اور فرمایا او ملعون تجھ کو خدا و رسول سے کچھ خوف نہ آیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے ران کا گوشت کاٹا جائے یہاں تک کہ یہ مرجائے جب وہ ملعون واصلِ جہنم ہو گیا تو اُس کا سر کاٹ کر اُس کا جسم آگ میں جلا دیا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد جناب ابراہیم نے اپنے شہداء کو نماز پڑھ کے دفن کر دیا اور ابن زیاد کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ اور گدھ، بھیڑیے اور کومڑی وغیرہ اُن کے گوشت کھایا کئے۔

مقتولین لشکر ابن زیاد کی تعداد

ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرات ابراہیم کے لشکر کی تعداد کم تھی لیکن اُن کے لشکر نے ابن زیاد کے ایک لاکھ لشکریوں میں اسی ہزار کو قتل کر دیا۔

مال غنیمت جنگ سے فراغت اور ابن زیاد کے بقیۃ السیف لشکر کے فرار کے بعد حضرت ابراہیم کے سپاہیوں نے اُن ملعونوں کا سارا سامان لوٹ لیا۔ جس میں گھوڑوں اور سلاح جنگ کے علاوہ ایک ہزار اونٹوں پر کپڑے اور ایک ہزار اونٹوں پر سونا اور چاندی باری تھا۔ اس مال کے مختلف حصے کئے گئے اور ایک حصہ لشکر والوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ حنظلہ اور اُس کے لشکر والوں نے

اپنا حصہ لینے سے انکار کیا اور کہا ہمارے حصہ کا تمام مال امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔

جناب مختار مدائن میں

چونکہ حوصلہ کو فہ سے بہت دور ہے اور جناب ابراہیم کے حالات سے مختار کو عرصہ تک اطلاع نہیں ہوئی اس لئے وہ بہت غمگین و متردد ہوئے۔ کوفہ پر اپنا نائب سائب ابن مالک کو مقرر کر کے سا باط ہوتے ہوئے مدائن آئے تاکہ ابراہیم کے حالات کا تفحص کریں۔ وہاں کئی روز تک مقیم رہے ایک دن فرمایا ابراہیم کامیاب ہو گئے اور عنقریب ابن زیاد اور رؤسائے شام کے سر میرے پاس بھیجیں گے۔ یہ سن کر بروایت طبری لوگ کہنے لگے کہ مختار علم الغیب کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ علم غیب آنحضرتؐ کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ یہ ان کی فراست تھی ان پر کوئی وحی وغیرہ نازل نہیں ہوئی تھی وہ لوگ جاہل ہیں جو اس قسم کی فراست کو وحی سے تعبیر کرتے ہیں۔

علامہ ابن نما کا بیان ہے کہ شعبی کہتا ہے کہ میں مدائن میں جناب مختار کے ہمراہ تھا۔ وہ جناب ابراہیم کے حالات کے تفحص و جستجو میں مصروف تھے کہ ابن زیاد اور ان کے لشکر کے قتل ہونے کی بشارت ہوئی وہ اس قدر مسرور ہوئے کہ قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے اس کے بعد وہ کوفہ واپس چلے گئے۔

تاریخ قتل ابن زیاد

مؤرخین کا بیان ہے کہ ابن زیاد ملعون ۱۰ رجم الحرام ۶۷ھ کو قتل ہوا ایک روایت میں ہے کہ اس ملعون کا قتل ماہ صفر میں ہوا۔ (بحوالہ صواعق محرقة وغیرہ)

جناب ابراہیم کا ایک خواب

جناب ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے انتقام شہدائے کربلا کے سلسلہ میں اس لئے بہت عجلت سے کام لیا کہ میں نے واقعہ کربلا کے بعد ایک خواب دیکھا تھا کہ ”آسمان سے کچھ لوگ اتر رہے ہیں جن کے لباس سبز ہیں اور وہ زمین پر آکر قاتلان امام حسینؑ کو قتل کر رہے ہیں“ اسی کے تھوڑے دنوں بعد حضرت مختار نے خروج کیا اور مجھے ان کی حمایت کا موقع ملا۔ (بحوالہ ذوب النظار)

حضرت ابراہیم کا موصول میں داخلہ | جنگ میں پوری کامیابی حاصل ہونے کے بعد جناب

ابراہیم نے ابن زیاد کے کثیر مال و سامان پر قبضہ کر لیا۔ اُس وقت ظفر بن حارث نے واپسی کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا ابھی تو تمہاری ضیافت کرنا ہے۔ انہوں نے کہا اے امیر قاتلانِ امام حسینؑ کو قتل کرنا اور اُن کے حامیوں کو واصل کرنا ہمارا مقصود تھا۔ خدا کا شکر ہے ہم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے اب ہمیں واپس جانے کی اجازت دیجئے۔ ابراہیم نے فرمایا آج رات اور قیام کرو کل انشاء اللہ چلے جانا۔ مختصر یہ کہ دونوں بہادر ایک ہی خیمہ میں شبِ باش ہوئے۔ ساری رات دونوں میں بات چیت ہوتی رہی۔ صبح کو نماز کے بعد جنابِ ابراہیم نے لشکر کے سرداروں کو انعامات دیئے۔ شعر ابنِ شعر کو ایک گھوڑا قیمتی خلعت اور کافی درہم و دینار۔ ظفر بن حارث نے انعام قبول کرنے سے معذرت کی۔ درقائد بن غارب کو اپنا خاص اہلی گھوڑا عنایت کیا۔ عبدالرحمن نے سارے لشکر کی دعوت کی۔ پھر ظفر بن حارث کو بہت سے لوگوں کے ساتھ کوفہ روانہ کر دیا اور ابراہیم خود موصل میں داخل ہوئے۔ وہاں کے تمام رؤسا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی تسلی و تشفی کر کے انہیں مطمئن کر دیا۔ پھر رئیس موصل سے فرمایا تم اپنے عہدہ پر بدستور کام کرتے رہو۔ میں تمہارے متعلق کوئی تبدیلی کرنا نہیں چاہتا جب تک امیر مختار کا کوئی حکم میرے پاس نہ آئے۔ امیر موصل یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ پھر عرض کی کہ اے امیر اس شہر میں کچھ اہلیت رسولؐ کے مخالف بھی ہیں۔ فرمایا اُن کے خلاف پوری کارروائی کی تم کو اجازت ہے۔ تم ایسے لوگوں کی مطلق رعایت نہ کرو۔ اگر وہ راہِ راست پر نہ آئیں تو اُن کے مکانات جلا دو اُن کے مال و اسباب لوٹ لو۔

یہ سن کر رئیس موصل نے اُن لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی کامیابی نہیں ہوئی تو ستر گھروں کو نذر آتش کر دیا۔ اور اُن کے مکیموں کو تہ تیغ کر دیا۔

مختصر یہ کہ جنابِ ابراہیم دارالامارہ میں آئے تو اپنی زرہ و جوشن وغیرہ اتار پھر جنابِ مختار کو خط لکھا جس میں تفصیل سے تمام حالات تحریر کئے اُس کے بعد لکھا کہ میں نے آپ کی نیابت میں موصل کو سنبھال لیا ہے اور آپ کے حکم کا منتظر ہوں آپ جسے فرمائیں اُس کے حوالے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں (بحوالہ روضۃ الجاہدین) پھر ابن زیاد اور اُس کے ستر خصوصین کے سر اور مال

عنیمت مع خط کے جناب مختار کی خدمت میں روانہ کئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد خود بھی کوئٹہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سر ابن زیاد مختار کے قدموں میں

جس وقت جناب مختار کے پاس ان مقتولین کے سر پہنچے آپ ناشتہ کر رہے تھے۔ آپ نے فوراً خدا کا شکر ادا کیا اور ناشتہ سے فارغ ہو کر اس سر کے قریب آئے اور اپنے پیروں سے کچلا۔ پھر اپنی نعلین اُتاری اور غلام سے فرمایا اس نعلین کو پاک کر لاء کیونکہ اس ملعون کے سر نجس سے مس ہو کر یہ بھی نجس ہو گئی ہے۔

ان سروں میں جو مختار کے پاس آئے تھے عبید اللہ بن زیاد، حصین بن نمیر، شرجیل ابن ذوالکلاع، ربیعہ ابن مخارق جیسے نمایاں ملائین کے سر تھے۔ ان سروں کو دیکھ کر مجانب آلِ رسول کو بڑی خوشی ہوئی ان لوگوں نے شکر کے سجدے کئے اور فقر و مساکین کو درہم و دینار دیئے۔

ابن زیاد کے سر میں سانپ

جس وقت ابن زیاد کا سر جناب مختار کی خدمت میں پہنچا آپ نے اس پر تھوکا اور حکم دیا کہ تمام سروں کو دارالامارہ میں مختلف جگہوں پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ تمام سر لٹکا دیئے گئے۔ ابن زیاد کا سر اسی مقام پر لٹکا یا گیا جس مقام پر امام حسین کا سر لٹکا یا گیا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابن زیاد کا سر جو بنی حضرت مختار کے سامنے لایا گیا۔ ایک سانپ ایک طرف سے آیا اور اس ملعون کی ناک میں گھس کر مُنہ سے نکل گیا۔ پھر مُنہ میں گھس کر ناک سے نکل گیا۔ اسی طرح بار بار وہ کرتا رہا۔ تمام اہل دربار تماشا دیکھ رہے تھے۔ مختار نے کہا اس سے کوئی نہ بولو۔ آنے جلنے دو۔ تاریخ کامل میں بحوالہ ترمذی مرقوم ہے کہ عامر بن واثلہ کہتا ہے کہ میں نے ابن زیاد کا سر سفید کپڑے سے ڈھکا ہوا کوئٹہ کے مقام سدہ میں دیکھا۔ میں نے اس کپڑے کو اٹھایا تو دیکھا کہ ایک سانپ بار بار اس کے مُنہ میں گھس کر ناک سے اور ناک میں گھس کر مُنہ سے نکلتا ہے۔ پھر جب وہ سر رجبہ میں لٹکا دیا گیا تب بھی سانپ کی آمد و رفت یوں ہی جاری رہی۔ تین روز تک یہی سلسلہ رہا۔

قاتلانِ امام حسینؑ کا سرِ مکہ میں

اس کے بعد جناب مختار نے ابن زیاد اور دوسرے رؤسائے شام کے سرول کو عبید الرحمن بن ابو عبیدہ ثقفی، عبید الرحمن بن شداد اور انس بن مالک کے ہمراہ مکہ معظمہ جناب محمد حنفیہ کی خدمت میں بھیجا اور باقی سرول کو مختلف مقامات پر لٹکا دیا۔ ان سرول کے ساتھ باخلاف روایت پچاس ہزار اشرفیاں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجیں۔ جن سے حضرت عقیل کے مکان کی مرمت کرائی گئی اور مکہ مدینہ کے مستحقین میں تقسیم کی گئیں۔

اس سے پہلے عمرو بن سعد اور حفص بن عمر سعد کے سر بھی ارسال کر دیئے تھے اور ان کے ہمراہ بھی کافی رقم محمد حنفیہ کے پاس ارسال کی تھی:

موصل میں حضرت ابراہیم کی گورنری

مؤرخین کا بیان ہے کہ جنگ موصل کے بعد جب جناب ابراہیم حضرت مختار کے پاس کوٹہ پہنچے ہیں تو مختار ان سے نہایت تپاک سے بے لگیر ہوئے اور ان کی شجاعت و ایمانی جوش کی داد دیتے ہوئے بہت دعائیں دیں۔

حضرت ابراہیم کی شاندار کامیابی کے بعد مختار کی سلطنت کا دائرہ کوٹہ سے مدائن اور دیار ربیعہ و مصر تک وسیع ہو گیا۔ (بحوالہ روضۃ الصفا) اور آپ کا سکہ کوٹہ، بصرہ سے رے اور خراسان نہاوند اور حدود اصفہان و آذربائیجان تک جاری ہو گیا اور ان مقامات پر آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ (بحوالہ مجالس المؤمنین)

حضرت مختار نے جناب ابراہیم کی موصل سے واپسی کے بعد اور مقتولینِ اشقیاء کے سرول کو ٹھکانے لگانے کے بعد حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ میں تمہیں موصل وغیرہ کی گورنری سپرد کرتا ہوں یہ سن کر جناب ابراہیم نے کہا اے امیر آپ کے دشمنوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ دو بڑی حکومتیں

خصوصیت سے آپ کی مخالفت ہیں۔ یعنی ابن زبیر اور عبدالملک کا سامنا ہے۔ اگر آپ نے اتنی دُور بھیج دیا اور دشمن نے آپ پر یورش کی تو کیا ہوگا۔ دُور ہونے کے سبب میں بھی مدد کے لئے برقت نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا میری یہ خواہش ہے کہ آپ مجھے دُور نہ بھیجیں۔ اور موصل کی سلطنت کسی دُوسرے کو سپرد فرمائیں۔

حضرت مختار نے فرمایا اے میرے بہادر جرنیل تمہارا خیال صحیح و درست ہے لیکن تم موصل کی گورنری قبول کر کے وہاں جاؤ۔ اب میری کوئی فکر نہ کرو۔ میں جس مقصد کے لئے اٹھا تھا خدا نے اُس میں پلورے طور پر کامیاب فرمایا۔ اب نہ مجھے زندگی کی ہوس ہے نہ سلطنت کی خواہش۔ اگر اب کسی نے حملہ کیا اور میں مغلوب ہو گیا تو درجہ شہادت پر فائز ہو کر حیات ابدی حاصل کر لوں گا۔ یہ سن کر جناب ابراہیم خاموش ہو گئے اور حضرت مختار نے موصل اور جزیرہ اور ان کے مکھات کی گورنری ان کے سپرد فرمائی۔ وہ کوفہ سے روانہ ہو کر موصل پہنچے اور وہاں کے انتظامات میں مشغول ہو گئے۔

ایامِ غم کا اختتام

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ جناب مختار نے جناب محمد حنفیہ کی خدمت میں قاتلانِ امام کے سروں کے ساتھ ایک خط بھی اس مضمون کا لکھ کر بھیجا تھا کہ:-

”میں نے آپ کے مددگاروں اور ماننے والوں کی ایک فوج آپ کے دشمنوں کو قتل کرنے کیلئے موصل بھیجا تھا۔ اس فوج نے بڑی جوانمردی اور بہادری کے ساتھ آپ کے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور بے شمار دشمنوں کو قتل کیا جس سے مومنین کے دلوں میں مسرت کی اہر دوڑ گئی اور آپ کے ماننے والے نہایت خوش و سرور ہوئے اس سلسلہ میں سب سے بڑا کردار ابراہیم ابن مالک اشتر نے ادا کیا جو سب سے زیادہ تھیں و آفرین کے مستحق ہیں۔“

جناب محمد حنفیہ کے سامنے جس وقت وہ تمام سرپیش کئے گئے تو دیکھتے ہی سجدہ شکر میں جھک گئے

اور حضرت مختار کے حق میں دعا کی کہ ”خداوند مختار کو جو آئے خیر دے جس نے ہماری طرف سے اقمہ کر بلا کا بدلا قاتلانِ حسین سے لیا ہے“

پھر اس کے بعد آپ سجدہ شکر سے سر اٹھا کر عرض پر داز ہوئے۔ ”پالنے والے تُو براہیم ابن ملک اشتہری ہر حال میں حفاظت فرما اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ اُن کی مدد کرتا رہ اور انہیں ایسے امور کی توفیق عطا فرما جو تیری مرضی کے مطابق ہوں اور جن سے تُو راضی ہو اور اُن کو دنیا و آخرت میں بخش دے“

سرا بن زیاد امام زین العابدینؑ کی خدمت میں

پھر جناب محمد حنفیہ نے ابن زیاد۔ عمر سعد۔ حصین بن نیر اور شمر ذی الجوشن وغیرہم کے سروں کو امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ اُن دنوں حضرت مکہ معظمہ ہی میں تھے۔ حضرت کی خدمت میں جب اُن ملعونوں کے سر پہنچے اور آپ کی نگاہ اُن سروں پر پڑی آپ نے فوراً سجدہ شکر میں سر رکھ دیا اور بارگاہِ اہدیت میں عرض کی پالنے والے میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تُو نے ہمارے دشمنوں سے انتقام لے لیا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر آپ نے فرمایا ”خدا مختار کو جو آئے خیر دے کہ اُس نے ہمارے دشمنوں کو قتل کیا۔“

جس وقت ابن زیاد کا سر آپ کی خدمت میں پہنچا آپ ناشتہ تناول فرما رہے تھے۔ اُن سروں کو دیکھ کر آپ نے سجدہ شکر کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ ”خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے میری وہ دعا قبول کر لی جو میں نے دربارِ کوفہ میں کی تھی جب میرے پدر بزرگوار کا سر طشتِ طلا میں رکھا ہوا تھا اور اُس وقت ابن زیاد ملعون ناشتہ کر رہا تھا یعنی ”خداوند! مجھے اُس وقت تک موت نہ دے جب تک مجھے ابن زیاد کا کٹا ہوا سر نہ دکھا دے۔“

اس کے بعد حضرت زین العابدین علیہ السلام نے داخل خانہ ہو کر مخدراتِ عصمت و طہارت سے فرمایا کہ اب لباسِ ماتم اُتار دو۔ آنکھوں میں سُرمہ لگاؤ۔ بالوں میں کنگھی کرو۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق اہلِ حرم نے عمل کیا۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سے آج تک اہلبیتِ رسولؐ میں نہ کسی نے سُرمہ لگایا تھا نہ

بالوں میں تیل ڈالا تھا نہ گھر میں چُوٹھا روشن ہوا تھا۔

عبداللہ بن زبیر کا جناب محمد بن حنفیہ کو محصور کرنا اور مختار کی مدد سے آپ کی ہلاکت

جب جناب مختار کو کوفہ پر پورے طور سے تسلط حاصل ہو گیا اور قریب قریب تمام قاتلانِ امام حسینؑ سے کوفہ کی سرزمین پاک ہو گئی اور عراق میں ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا تو ان کو یہ خوف لاحق ہوا کہ مبادا عبداللہ بن زبیر اپنی فوج میرے مقابلہ کے لئے بھیج دے کیونکہ اُس کے پاس کثیر فوج ہے مکہ کے تمام لوگوں نے سوائے بنی ہاشم کے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کر لی تھی اور ان میں زیادہ تر بنی اُمیہ اور انصار و قریش تھے محض یہ کہ عبداللہ بن زبیر کا جاز میں پورا پورا تسلط قائم تھا۔ وہ تمام لوگ جو معرکہ ہائے جمل و صفین میں امیر المومنین سے لڑے تھے اور ایک بڑا گروہ جو آپ کا دشمن تھا سب کے سب عبداللہ سے بیعت کر چکے تھے علاوہ ازیں بڑے بڑے سردار جو زبید کی بد اعمالیوں سے ناراض ہو گئے تھے اس خیال سے مکہ میں موجود تھے کہ عبداللہ بن زبیر کی سلطنت قائم ہو جائے گی تو ان کا بھی اقتدار بڑھ جائے گا۔

ان اسباب کی بناء پر مختار کو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے خطرہ تھا جناب مختار نے مصلحت اس میں سمجھی کہ جب تک شینیان اہلبیت کی اس مختصر سلطنت کو پورا پورا استحکام نہ حاصل ہو جائے عبداللہ بن زبیر سے مصالحت کا سلسلہ قائم رکھا جائے اور جہاں تک ممکن ہو اس سے معرکہ کارزار گرم نہ ہونے پائے۔ ان تمام پہلوؤں پر غور کر کے جناب مختار نے عبداللہ بن زبیر کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

”اے عبداللہ! امیر تم کو معلوم ہو کہ جب تم نے میرا کوئی خیال نہ کیا تو میں یہاں اس غرض سے چلا آیا کہ اس ملک میں بھی تمہارا نام کا خطبہ جاری کروں۔ چنانچہ بڑی محنت و جانفشانی کے بعد میں نے تمام عراق پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھ کو اس ملک پر پورا پورا تسلط حاصل ہو گیا ہے۔ اگر کسی

مُحکمراں کے نام سے یہاں خطبہ جاری کیا گیا تو سوائے تمہارے نام کے دوسرے کے نام سے نہ پڑھوں گا۔“

جب مختار کا یہ خط عبداللہ بن زبیر کے پاس پہنچا تو اُس نے اُسی وقت یہ جواب لکھا کہ :-
 ”اگر جیسے کہ تم نے مجھے لکھا ہے وہی تمہارا خیال ہے تو میں اپنا ایک نائب وہاں پر بھیجتا ہوں تم
 اس ملک کو میرے آدمی کے سپرد کر کے میرے پاس چلے آؤ تاکہ عام طور پر لوگوں کو یہ بات معلوم
 ہو جائے کہ میں اور تم دونوں متفق ہیں۔“

یہ خط عبداللہ بن زبیر نے اپنے ایک ملازم عروہ بن عبد الرحمن کو دے کر زبانی حکم دیا کہ مختار کے
 پاس جا کر کہنا کہ عبداللہ نے آپ کو بلایا ہے اور اُس کو اپنے ہمراہ لے آنا۔ عروہ یہ خط لے کر مکہ سے
 روانہ ہوا۔ اُس کی اطلاع مختار کو بھی پہنچ گئی تو انہوں نے زائدہ بن قدامہ کو جو اُن کا خاص رفیق تھا
 بلا کر کہا کہ تو عروہ بن عبد الرحمن فرستادہ عبداللہ بن زبیر سے راہ میں ملاقات کر اور اپنی طرف سے یہ
 سمجھا دے کہ تجھے کوفہ میں نہ جانا چاہیئے کیونکہ باشندگان کوفہ عبداللہ ابن زبیر کو پسند نہیں کرتے اور
 وہ ہرگز یہ قبول نہ کریں گے کہ اُس کا کوئی نائب اس شہر میں داخل ہو۔ زائدہ اور عروہ میں بڑی
 دوستی تھی۔ زائدہ نے راستہ میں عروہ سے ملاقات کی۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑے تپاک سے
 ملے زائدہ نے پوچھا کہاں کا قصد ہے اُس نے بیان کیا تو زائدہ نے کہا اے بھائی میں دوستانہ
 نصیحت کرنے آیا ہوں کہ جس وقت سے تیرے آنے کی اطلاع اہل کوفہ کو ہوئی ہے وہ برہم ہیں
 اور متفقہ طور پر قسم کھائی ہے کہ تجھ کو شہر میں نہ داخل ہونے دیں گے۔ تجھے یہ بخوبی معلوم ہے کہ
 مجھ کو تجھ سے ایک خاص محبت ہے اس وجہ سے مجھے گوارا نہ ہوا کہ تجھے اُن لوگوں سے کوئی گزند
 پہنچے۔ اسی لئے پہلا آیا کہ اُن کے ارادوں سے تجھے مطلع کر دوں۔ یہ بھی سُن لے کہ کوفہ سے یہاں
 فوج کا ایک سلسلہ تیری ایذا رسانی کے لئے جاری ہے۔ عروہ یہ سُن کر سخت پریشان ہوا۔ اور کہا
 اے برادر کوئی ایسی تدبیر بتا کہ یہاں سے صبح و سلامت واپس چلا جاؤں۔ زائدہ نے کہا تو اسی جگہ
 سے اطمینان سے واپس ہو جائیں ابھی جاتا ہوں اور جہاں تک یہ فوج پہنچ گئی ہے حیلہ و حوالہ کر کے

اُسی مقام پر روک دوں گا۔

عروہ بن عبد الرحمن تو مکہ واپس گیا ادھر زائدہ بن قدامہ نے جناب مختار کی خدمت میں آکر سب گفتگو مفصل بیان کی مختار کو جب اس طرف سے اطمینان ہوا تو اُس نے مکہ ایک خط عبد اللہ بن ہبیر کو لکھا کہ :-

”فاصح ہو کہ میں نے عروہ کا بہت انتظار کیا کہ وہ آجائے تو میں یہاں کا انتظام اُس کے سپرد کر دوں لیکن وہ یہاں نہیں آیا بلکہ راستہ ہی سے واپس چلا گیا۔ اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوا۔ شاید وہ کو فیوں سے ڈر گیا“

ابن زبیر کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اُس نے سمجھ لیا کہ مختار حیلہ حوالہ کر رہا ہے۔ درحقیقت وہ عراق میرے سپرد کرنا نہیں چاہتا۔ تو اُس نے جناب محمد حنفیہ کو اپنے پاس بلایا جو مکہ ہی اُن دنوں تشریف رکھتے تھے۔ اور خانہ نشین تھے دنیا اور اہل دنیا سے اُن حضرت کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ ہر وقت عبادت پروردگار میں مصروف رہتے تھے۔ حکومت اور اقتدار کی اُن کو کوئی پروا نہ تھی۔ الغرض ابن زبیر نے ایک شخص قیس نامی کو اُن کے پاس بھیجا کہ میرے پاس اُن کو بلاتا کہ جو کچھ مجھ پر واجب و لازم ہے وہ اُن کو بخوبی سمجھا دوں۔ قیس کا بیان ہے کہ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ مصلے پر بیٹھے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں اور ایک نور اُن کے رُوئے مبارک سے چمک رہا ہے اُن کے اس عظمت و جلال کو دیکھ کر ایک رُعب میرے دل پر چھا گیا۔ میں نے نہایت تعظیم سے سلام کر کے عرض کیا کہ یا سید امیر عبد اللہ نے اس وقت کسی خاص ضرورت سے آپ کو یاد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس کو مجھ سے کیا کام ہے کیونکہ میں خانہ نشین ہو کر بس عبادت الہی سے غرض رکھتا ہوں۔ دنیا کی ہر خواہش سے دست بردار ہو چکا ہوں۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے کہ آپ چل کر سن لیں۔ یہ سن کر آپ میرے ساتھ پیدل روانہ ہوئے میں نے ہر چند عرض کیا کہ اے سید گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے چلئے۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی امام حسین کی شہادت کے بعد سے میں گھوڑے پر سوار نہیں ہوا۔ الغرض میں بھی پیادہ حضرت کے ساتھ چلا۔

حضرت نے ابن زبیر کے دروازہ پر پہنچ کر دعائیں پڑھیں پھر دربار میں داخل ہوئے وہ حضرت کو دیکھ کر تعظیم کو اٹھا اور اپنے سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہا: "میں جانتا ہوں کہ آپ صادق القول ہیں آپ کی ذات سے مجھے کوئی اذیت نہیں مگر آپ کے دوستوں سے کوئی ایذا باقی نہیں جو نہ پہنچی ہو اور یہ لوگ سوائے آپ کے کسی کو برسرِ اقتدار دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ حضرت نے پوچھا آخر کیا اذیت پہنچی جو تم کو شکایتیں کا موقع بلا۔ ابن زبیر نے کہا میں مختصر یہ کہتا چاہتا ہوں کہ آپ میری بیعت کر لیں تاکہ میرا کام مکمل ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا میں جو کچھ اقرار کر چکا ہوں اُس پر قائم ہوں۔ اُس نے کہا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ آپ کو مجھ سے منحرف کر دیں گے کیونکہ مشرق سے غرب تک کے لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آخر کس لئے۔ آپ نے فرمایا جو لوگ آتے ہیں وہ صرف مسائلِ حلال و حرام کی تحقیق و دریافت کے لئے آتے ہیں۔ اگر میں اپنی بیعت کے لئے لوگوں کو جمع کرنا چاہتا تو تجھ سے زیادہ اولیٰ اور مستحق ہوں۔ رہا منصبِ امامت وہ نہ میرا ہے اور نہ تو اُس کا اہل ہے وہ حق اور منصب حضرت زین العابدین کا ہے۔ ابن زبیر نے کہا آپ تو فرماتے ہیں کہ دُنیا سے مجھے کچھ غرض نہیں مگر کیا آپ ہی نے عراق میں مختار کو نہیں بھیجا جس نے میرے کارندوں کو قتل کیا۔ وہاں کے باشندوں کو تباہ و برباد کیا۔ آپ نے فرمایا مختار امامِ حسینؑ کا انتقام لینے میں مشغول ہے مجھے اس بات سے کوئی سروکار نہیں اور نہ میری تحریک سے وہ یہ کام کر رہا ہے۔ تم پھر بھی مجھ پر شک کرتے ہو۔ یہ کسی مذہب میں جائز نہیں کہ گناہ کرے کوئی اور تادان ادا کرے دوسرا کوئی۔ تم ناحق مجھ کو متہم کرتے ہو۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں اُس وقت تک آپ کو نہ چھوڑوں گا جب تک آپ مختار کے نام اس مضمون کا خط نہ لکھیں گے کہ وہ ان کارروائیوں سے باز آجائے۔ حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا مجھ پر یہ سب کچھ واجب نہیں کہ میں مختار کو منع کر دوں اور یہ کیا ضروری ہے کہ وہ میرے کہنے پر عمل بھی کرے گا۔

وہاں سب شرفائے مکہ موجود تھے مگر کوئی ان کے درمیان دخل نہ دیتا تھا۔ عثمان بن شیبہ بھی موجود تھا جو مکہ کا ایک ذی عزت و صاحبِ وقار شخص تھا اُس نے یہ تمام گفتگو سنی کہ کہا اے

ابن زبیر تجھ کو ایک ایسے بزرگ سے ایسی سختی اور درشتی ہرگز مناسب نہیں جو شیعہ اسلام ہے لیکن ابن زبیر نہ مانا اور اُس نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ میں آپ کو صرف اتنی مہلت دیتا ہوں کہ آپ کا سفیر کوڈ جاکر مختار سے جواب لے کر واپس آجائے اگر مختار ان معاملات سے دست بردار نہ ہوگا تو میں آپ کو قتل کر دوں گا۔ اس کے بعد اُس کے حکم سے چاہ زمزم پر ایک خیمہ نصب کیا گیا اور حضرت محمد حنفیہ اُس میں ٹھہرا دیئے گئے اور چالیس سپاہی آپ کی نگرانی پر متعین کر دیئے گئے۔ اُس وقت جناب محمد حنفیہ نے ایک خط مختار کو اس مضمون کا لکھا :-

”اتحاد اے مختار آگاہ ہو کہ عبداللہ بن زبیر نے مجھے چاہ زمزم پر ایک خیمہ میں محصور کر دیا ہے اور کہتا ہے اس عرصہ تک کی تم کو مہلت ہے کہ تم مختار کو نامہ لکھو کہ وہ اپنی کارروائی سے باز آجائے ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔ چالیس آدمی میری نگرانی پر مقرر کر دیئے ہیں یہ لوگ مجھے اپنے مکان تک نہیں جانے دیتے میں نے اپنے حال سے تجھے مطلع کر دیا تاکہ میرے بارے میں غور کرے۔ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔“

اس خط پر مہر کر کے اپنے غلام سعد کے ہاتھ مختار کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس کا جواب بہت جلد لے کر واپس آئے۔ غلام ادھر روانہ ہوا۔ عبداللہ بن زبیر نے راستہ میں پانچ آدمی اس غرض سے بٹھا دیئے تھے کہ اگر کوئی تحریر کسی کے نام محمد حنفیہ روانہ کریں تو قاصد سے اُس خط کے مضمون کی اطلاع حاصل ہو جائے الغرض سعد اُن لوگوں کے قریب سے گذرا تو اُن لوگوں نے اُس کو روک کر خط کا مضمون معلوم کر لیا اور ابن زبیر کو پہنچا دیا۔ سعد پھر وہ خط لے ہوئے روانہ ہوا آخر کافی عرصہ کے بعد کوڈ پہنچا اور مختار کے دروازہ پر آیا تو عمر بن حاجب نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ سعد نے کہا میں مکہ سے حضرت محمد حنفیہ کا خط لے کر آیا ہوں یہ سن کر وہ فرط مسرت سے اُچھل پڑا اور دوڑ کر میری پیشانی پر بوسہ دیا اور جاکر فوراً مختار کو اطلاع دی جناب مختار نے حضرت محمد حنفیہ کا نام سنا تو فوراً کھڑے ہو گئے اور خود بڑھ کر سعد سے گفتگو ہوئے اور حضرت کا حال اور خیریت دریافت کرنے لگے۔ سعد نے وہ خط اُن کے حوالہ کیا۔ جناب مختار نے خط

لے کر آنکھوں سے لگایا پھر چوم کر وہ خط کھولا اور پڑھ کر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم
خدا کی قسم عبداللہ بن زبیر کے پاس کوؤہ کے لشکر میں سے سیل کے مانند فوج روانہ کر دوں گا۔

سعد کہتے ہیں کہ اس طولانی سفر میں میرے بال بڑھ گئے تھے۔ مختار نے مجھے حمام بھیجا۔ میں نے
بال بنوائے غسل کیا اور مختار نے ایک خاص غلعت میرے لئے بھیجا تھا میں نے اس کو پہنا۔ پھر
مختار نے دو سو دینار عطا کر کے فرمایا کہ اپنے مصروف میں لاؤ۔

اس کے بعد ہانی بن قیس باہلی اور کل سرداران لشکر کو جمع کیا اور جناب محمد حنفیہ کی سرگزشت
بیان کی اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ یہاں سے مکہ کو ایک لشکر گراں روانہ کروں اس کا انتظام
کرنا چاہیئے لیکن کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے اور جس طرح ممکن ہو وہاں پہنچ کر اس کی حراست
سے سید کو نجات دلانا ضروری ہے تاکہ ابن زبیر بھی سمجھے کہ کسی شخص سے معاملہ پڑا تھا۔ پھر تمام لشکر کو
جناب مختار نے ایک جگہ جمع کیا اور اس میں سے دلیر اور جری سپاہیوں کو چھانٹ کر قیس باہلی کو
افسر مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ جلد یہاں سے مکہ روانہ ہو جا اور مکہ کے قریب پہنچ کر فلاں مقام پر
بھڑ جانا۔ پھر سو لہزار سپاہی بشیر کے ہمراہ کر کے حکم دیا کہ قیس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جائے۔ اسی
طرح پے درپے مختار نے لشکر روانہ کرنا شروع کیا اور ہانی کو تاکید کی کہ مکہ پہنچ کر سب سے پہلے
حضرت محمد حنفیہ کو حراست میں سے نکال لانا اگر کوئی مزاحم ہو تو گھبرانا نہیں تیرے عتبہ میں عربین
طارق پہنچتا ہے۔ تو بخالفوں کو باتوں میں لگائے رکھنا یہاں تک کہ کافی مدد پہنچ جائے۔ پھر
انشاء اللہ تم کو فتح ہوگی۔

سعد کہتے ہیں کہ مجھ کو مختار کی اس تدبیر پر سخت حیرت ہوئی۔ اگر اس تدبیر سے کام نہ لیا جاتا
تو یقیناً مخالفین حضرت محمد حنفیہ کو شہید کر دیتے۔ مختصر یہ کہ اسی طرح تھوڑی تھوڑی فوج کوؤہ سے روانہ
ہو کر مکہ سے کچھ فاصلہ پر جمع ہوتی رہی۔ ہانی کے ساتھ پانچ سو سوار تھے۔ عربین قیس کا بیان ہے کہ
اُس روز میں ہانی کے ہمراہ تھا جب ہم چاہ زمزم پر اُس خیمہ کے قریب پہنچے جس میں جناب محمد حنفیہ
محصور تھے۔ ہانی نے آگے بڑھ کر اُن محافظین خیمہ سے کہا کہ ہمارے آقا محمد حنفیہ کو اس خیمہ سے نکال لاؤ میں

اُن سے کچھ عرض کرنا ہے اُن لوگوں نے جواب دیا کہ تم کون ہو۔ ہمیں عبداللہ بن زبیر نے اُن کو باہر جانے سے روکنے کے لئے متعین کیا ہے بغیر اُس کے حکم کے ہم ہرگز اُن کو نہیں نکلنے دیں گے۔ ہانی کو یہ جواب سن کر بہت غصہ آیا اور پکار کر کہا کہ اُن کو جلد خیمہ سے باہر لاؤ ورنہ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ یہ آواز جناب محمد حنفیہ نے بھی سن لی اور خود خیمہ کے باہر تشریف لائے ہانی اُن کو دیکھتے ہی اپنے گھوڑے سے کود کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لئے اور عرض کی کہ اے آقا مجھے حکم ہے کہ میں اُن مخالفین کو قتل کر دوں اور آپ کو یہاں سے نکال لے جاؤں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا پناہ بخدا۔ تم ہرگز حرم خدا میں کسی کو قتل نہ کرنا عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر پہنچ گئی کہ ایک فوج عراق سے آئی ہے اور اُس نے حضرت محمد حنفیہ کو چھڑا لیا ہے اور اُن کو عراق لے جانا چاہتی ہے اُسی وقت عبداللہ بھی اپنے سپاہیوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ یہ خبر تمام اہل مکہ میں پھیل گئی کہ ایک فوج عراق سے جناب محمد حنفیہ کی مدد کے لئے آئی ہے۔ وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور چاہہ زمرم کے پاس جمع ہونے لگے۔ جناب ابن عباس نے بھی اپنے غلام لے کر فرمایا کہ مجھے بھی چاہہ زمرم تک لے چل کیونکہ وہ اُس زمانہ میں نابینا ہو گئے تھے۔ الغرض وہاں پہنچ کر سب لوگ خاموش دیکھنے لگے۔

ابن زبیر جب وہاں پہنچا تو حضرت محمد حنفیہ سے بولا کہ آپ نے مجھ سے اس لئے امان طلب کی تھی کہ فتنہ و فساد برپا کریں۔ حضرت نے فرمایا معاذ اللہ۔ کیا میں فتنہ پرداز ہوں۔ سب کو معلوم ہے کون فساد کر رہا ہے عبداللہ نے کہا آپ یہ طعن مجھ پر کر رہے ہیں حالانکہ آپ نے مختار کو خط لکھ کر یہ فوج طلب کی ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے ہرگز اُس کو فوج بھیجنے کے لئے نہیں لکھا تھا۔ تو میری طرف سے ہر طرح اطمینان رکھ۔ میں نے دنیا پر لات مار دی ہے اگر میں یہی چاہتا تو میں اپنی حکومت قائم کر لیتا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ میں یہاں کے لوگوں سے افضل ہوں۔ عبداللہ بن زبیر کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور بولا کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے تو میں آپ سے اُس وقت تک دست بردار نہ ہوں گا جب تک آپ میری بیعت نہ کریں گے ورنہ آپ کا بھی

وہی انجام ہوگا جو آپ کے بھائی امام حسینؑ کا ہوا۔ ہانی ابن قیس نے ابن زبیر کی یہ زبان درازی سنی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور کہا اے ابن زبیر تو میرے مولا کو دھمکی دیتا ہے۔ وہ ہرگز تیری بیعت نہیں کریں گے۔ بیشک وہی امر حکومت کے لئے تجھ سے زیادہ ادلی ہیں کیونکہ کتاب خدا کے تجھ سے زیادہ عالم اور پیغمبر خدا سے بہ نسبت تیرے زیادہ قرابت رکھتے ہیں عبد اللہؑ نے کہا تجھ کو اس فوج پر بہت زیادہ غرہ ہے میں پہلے تجھ ہی کو مع تیرے ساتھیوں کے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دوں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ تجھ کو کون رہائی دلاتا ہے۔

اسی اثناء میں عمر بن طارق سواران جبار کی ایک فوج لے کر آیا جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں اس کو دیکھ کر اہل مکہ نے شور مچایا کہ کوفہ سے ایک اور فوج آگئی ان کو دیکھ کر ابن زبیر پر دہشت طاری ہو گئی۔ طارق نے حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ادب سے سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد ارشاد فرمایا کہ اپنی تلواریں نیام میں کر لو۔ یہ سن کر سب نے تلواریں کو نیام میں رکھ لیا۔ اسی وقت عمر بن حارث اپنے گروہ کے ساتھ نیزے ہاتھوں میں لئے وہاں پہنچ گیا۔ اُس کے بعد طفیل جو بڑا جبری اور بہادر شخص تھا مع اپنی فوج کے پہنچ گیا۔ ان کے ہاتھوں میں بھی نیزے تھے۔ ان لوگوں نے بھی گھوڑوں سے اتر کر جناب محمد حنفیہ کو ادب سے سلام کیا اور عرض کی کہ اے ہمارے سید و آقا آپ عبد اللہ بن زبیر کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں۔ اُسی وقت عمر بن قیس مع اپنی جماعت کے سامان جنگ سے آراستہ آن پہنچا۔ یہ لوگ اپنے کانڈھوں پر گر کر رکھے ہوئے تھے وہ بہت خوش الحان تھا اور اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ یعنی خدا کی راہ میں جہاد کرو جو حق ہے جہاد کرنے کا۔ اس کے بعد ہی انعام بن انعام تیر و کمان سے مسلح اپنی فوج لئے ہوئے آپہنچا۔ اہل مکہ ان لشکروں کو دیکھ دیکھ کر حیرت کر رہے تھے۔

ابن زبیر نے کہا اے ہانی کیا میں تیرے اس طرح حقوق درجوق فوجیں لانے سے ڈر جاؤں گا یا درکھ میرے نزدیک یہ ہزار دو ہزار سوار بھڑوں کے گلہ کے مانند ہیں۔ ہانی یہ سن کر ہنس کر

کہنے لگے کہ تُو بکواس کرتا ہے مردود ہے جس سے کوئی کام ظاہر ہوتا ہے تو لوگ خود اُس کی تعریف کرتے ہیں نہ یہ کہ تُو اپنی تعریف اپنی زبان سے کرتا ہے میں مقابلہ کے وقت تجھ کو وار کرنے کی مہلت نہ دوں گا۔ یہ سُن کر ابن زبیر کو ہانی پر بہت غصہ آیا۔ اُس نے فوراً تلوار میان سے نکال لی ساتھ ہی اُس کے رفیقوں نے بھی اپنی اپنی تلواں نیاں سے نکال لیں اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

عبد اللہ بن زبیر کا خیال تھا کہ اگر کوئی معرکہ اُن پڑے گا تو اہل مکہ میرا ساتھ دیں گے اور ہر طرح کی مدد پہنچائیں گے۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ اہل مکہ کا زیادہ تر رُحمان حضرت محمد حنفیہ کی طرف تھا۔

ہانی نے جب ابن زبیر کا یہ ارادہ دیکھا تو وہ بھی جنگ پر کمر بستہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وہ بھی صفیں درست کر لیں۔ ہانی کی آواز بہت بلند تھی اُس نے حاضرین سے پکار کر کہا کہ اے اہل مکہ تم لوگ الگ ہو جاؤ تاکہ دھوکے میں نہ مارے جاؤ کیونکہ تم خانہ خدا کے رہنے والے ہو۔ یہ سُن کر اہل مکہ متفرق ہو گئے۔ ابن زبیر اُن کے چلے جانے سے بہت یالوس ہوا۔ ہانی نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر ابن زبیر کی فوج پر حملہ کرے۔ جناب محمد حنفیہ یہ دیکھتے ہی دونوں فوجوں کے درمیان آگئے تاکہ شہر خدا میں خونریزی نہ ہو۔ اُسی وقت جناب مختار کا ایک اور سپہ سالار آگیا جس کے ساتھ دو ہزار جنگی بہادر تھے۔ عبد اللہ ابن زبیر نے اُس کو دیکھا تو اُدھر دہشت طاری ہوئی۔ جناب محمد حنفیہ نے اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے دوستو! خانہ خدا میں ہنگامہ آرائی اور جنگ مناسب نہیں یہ سُن کر مختار کے لشکر والے اپنے مقام پر رُک گئے ابن زبیر خوفزدہ اپنے مقام پر واپس چلا گیا۔ جناب محمد حنفیہ نے مختار کے تمام لشکر کے سزاوار علیان بن عمر کو بلایا۔ اُس نے حاضر ہو کر نہایت ادب سے سلام کیا اور عرض کی کہ اے ہمارے سردار آقا اگر حضور لڑائی کی اجازت دیں تو ہم ابھی عبد اللہ بن زبیر کو کتے سے نکال دیں اور آپ کو مسندِ خلافت پر بٹھا دیں کیونکہ آپ اُس سے زیادہ اس منصب کے سزاوار ہیں۔ جناب محمد حنفیہ نے ارشاد فرمایا خدا تجھے برکت عطا کرے مجھے یقین ہے کہ اب عبد اللہ بن زبیر مجھ سے کسی

حال میں تعرض نہ کرے گا اور کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اب تم لوگ کوہ واپس چلے جاؤ۔ ظلیان نے عرض کی کہ ہم حضور کے تابع فرمان ہیں۔

ظلیان مع اپنی تمام فوج کے اپنے جائے قیام پر واپس چلے گئے۔ ادھر عبداللہ بن زبیر نے تمام اشراف مکہ کو جمع کر کے شکایت کی کہ مجھے آپ لوگوں سے ایسی اُمید نہ تھی۔ اگر یہی حال ہے تو آپ لوگوں نے بیعت ہی کیوں کی تھی۔ اہل مکہ نے کہا ہم تو اب بھی تمہاری بیعت پر مستحکم ہیں ہم کو یہ خیال تھا کہ فرزند علی علیہ السلام (محمد حنفیہ) کا احترام و وقار تمہاری نگاہوں میں بہت کچھ ہے۔ تم اُن کے ساتھ جنگ و جدل کو ارا نہ کرو گے۔ اگر وہ چاہتے تو اُس وقت تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو قتل ہو جانے دیتے۔ مگر وہ ایک خدا پرست ہیں اُن کو گوارا نہیں ہوا کہ خانہ خدا میں خونریزی ہو۔ اُن کو قطعاً خلافت و امارت کی لالچ نہیں ہے اگرچہ وہ تم سے زیادہ اس منصب کے مستحق ہیں اگر تم ہمارا مشورہ قبول کرو تو اُن سے صلح کر لو اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ عبداللہ نے اُن کی یہ رائے مان لی اور کہا کہ اگر آپ لوگوں کا یہی مشورہ ہے تو مجھے منظور ہے۔

الغرض شرفائے مکہ نے جناب مختار کے لشکر کے عمائدین و سرداروں کو بلایا اور سب عبداللہ بن زبیر کے مکان پر جمع ہوئے۔ سب نے عبداللہ بن عباس کو حکم قرار دیا۔ آپ نے ایک خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ارشاد فرمایا جس میں حمد و نعت کے بعد حضرت علی کے فضائل و مناقب بیان کئے اُن کا تمام اہل عالم سے افضل اور سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونا ثابت کیا۔ پھر امام حسن و امام حسین کے فضائل و مناقب بیان کئے اور اہل دعا کے اُن مظالم کا تذکرہ کر کے کہا کہ اے اہل مکہ تم لوگ بخوبی آگاہ ہو کہ حضرت محمد حنفیہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے فرزند ہیں۔ اُن کے ماں باپ حسب و نسب اور شرافت میں سب سے افضل ہیں اگر اُن کا ارادہ حکومت کا ہوتا تو ضرور حاصل کر لیتے مگر وہ ایک تارک الدنیا اور خدا پرست بزرگ ہیں جو شخص طالب دنیا ہے ظاہر ہے کہ وہ کون ہے عبداللہ بن زبیر کو یہ فقرہ ناگوار گذرا اور اُس نے اہل مکہ کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھ میں اور اس اندھے بوڑھے میں کبھی صلح نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ مخالف ہے اور ایسی باتوں سے

مجھے ایذا دیتا ہے۔ جناب ابن عباس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ آخر عثمان بن شیبہ نے کھڑے ہو کر تقریر کا رخ پھیر دیا اور آپس میں گفتگو کے بعد عبداللہ بن زبیر نے قسم کھائی کہ میں حضرت محمد حنفیہ سے کوئی بُرائی نہ کر دوں گا۔ اُن کو اختیار ہے چاہیں تو مکہ معظمہ میں مقیم رہیں اگر چاہیں تو مدینہ منورہ میں جا کر قیام فرمائیں۔ تم لوگ محمد حنفیہ سے مجھے مُعافی دلا دو۔ جناب محمد حنفیہ نے اُس کی یہ تحریک سُن کر فرمایا اے ابن زبیر میں نے تجھ کو معاف اور محل کیا۔ پھر ایک صُلمنا مہ لکھا گیا جس میں ابن زبیر کی طرف سے یہ عہد و اقرار تھا کہ آئندہ کبھی جناب محمد حنفیہ سے کوئی بُرائی اور تعرض نہ کرے گا۔ اس پر تمام علمائین مکہ نے دستخط کئے۔

اس کے بعد جناب محمد حنفیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے دولت خانہ پر واپس آئے اور مدِ ازلان لشکر مختار سے فرمایا کہ اب تم لوگ واپس جاؤ اور مختار سے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا خدا کی تجھ پر رحمت ہو تو بختِ اہلبیت میں بیشک غرق ہے خدا تجھ کو جزائے خیر دے تو نے میری امداد میں کوئی کمی نہیں کی۔ یہ لوگ آپ سے رخصت ہو کر اپنی قیامگاہ پر آئے۔ ظبیان نے اپنی فوج کو اُسی طرح گروہ در گروہ واپس روانہ کیا اور ہر ایک کو تاکید کی کہ کوفہ کے قریب کسی مقام پر جمع ہوتے رہیں جب ہم سب اُس مقام پر پہنچ جائیں گے تو ایک ساتھ کوفہ میں داخل ہوں گے اس صورت میں مختار کی شان و شوکت کا شہرہ ہوگا۔ الغرض تمام لشکر اسی طور سے کوفہ کے قریب جمع ہوا ادھر حضرت مختار کو اطلاع ہوئی تو وہ عبداللہ کا سَل اور اپنے خاص دوستوں کو لے کر مع فوج کے استقبال کو آئے اور نہایت اعزاز کے ساتھ اس لشکر کو شہر میں لے گئے۔ اور اپنے محل کے قریب ٹھہرایا اور سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ پھر ظبیان نے مکہ پہنچنے اور صلح ہونے تک کی تمام سرگزشت بیان کی تمام روئیدادیں کہ جناب مختار اور سارے لشکر کے سردار بہت خوش ہوئے اور ظبیان کی تحنیں و تعریف کی پھر مختار نے سب کو خلعت عطا کیا۔

عبداللہ ابن زبیر کی عہد شکنی اور حضرت محمد حنفیہ کی مکہ سے ہجرت

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ جناب محمد حنفیہ اس کے بعد اعکاف میں تشریف فرما ہو گئے کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ صرف صبح کو اپنا دروازہ کھولتے۔ اُس وقت لوگ نیابت کے لئے حاضر ہوتے اور جو مسائل دریافت کرنا چاہتے آپ اُس کو حل کر دیتے تھے خصوصاً جمعہ کے روز لوگ کثرت سے جمع ہوتے تھے۔ یہ امر عبداللہ بن زبیر پر بہت گراں گذرتا تھا۔ آخر اُس کو یہ خیال ہو ہی گیا کہ اگر اُن کے پاس لوگ اسی طرح جمع ہوتے رہے تو میرا دعوائے خلافت سب باطل ہو جائے گا۔ اور اُس نے یہ سوچا کہ کسی طرح محمد حنفیہ مکہ سے چلے جائیں۔ اور اُس کے لئے یہ تدبیر کی کہ اُن کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور کہلایا کہ جناب رسول خدا کا سجادہ جو آپ کے پاس ہے میرے لئے بھیج دیجئے میں اُس پر نماز پڑھوں گا۔ جناب محمد حنفیہ نے جواب میں کہلایا کہ اے ابن زبیر تو جانتا ہے کہ سجادہ جناب رسول خدا کا ہے وہ دراصل جناب فاطمہ زہرا کو ملا اُن سے حسن اور اُن کے بعد حسین کو ملا۔ امام حسین نے امام زین العابدین کو عطا فرمایا اُنہوں نے مجھے مرحمت فرمایا میں بھی اُسی طرح دست بدست امام آخر تک پہنچاؤں گا۔ مجھ کو اجازت نہیں ہے کہ کسی غیر کو وہ سجادہ دوں اگر تو تقرب خدا حاصل کرنا چاہتا ہے تو امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے تقرب خدا کی خواہش ظاہر کر۔ اُن کا مرتبہ اس سجادہ سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن زبیر کو بہت غصہ آیا اس نے اُسی وقت مستور بن حمریہ کو بلایا۔ وہ شخص عمائدین مکہ سے تھا اور اُس کو جناب رسول خدا کی صحابیت کا شرف بھی حاصل تھا۔ جب وہ ابن زبیر کے پہنچا اُس نے تعظیم و تکریم کے بعد کہا کہ تم مکہ کے رہنے والے ہو تم کو معلوم ہے کہ میں نے ملک حجاز پر کس دشواری سے قبضہ کیا ہے لیکن مجھے محمد حنفیہ کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور سمجھتا ہوں کہ میری ساری کوششوں پر وہ پانی پھیر دیں گے۔ مستور نے کہا اس وقت تک حضرت محمد حنفیہ نے تیرے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی لہذا تجھ کو بھی لازم ہے کہ جو کچھ تو اُن کے ساتھ عہد کر چکا ہے اُس پر

قائم رہا اور وہ کام نہ کر جس میں تو بدنام ہو۔ میں صائم ہوں کہ اُن سے تیرے حق میں کوئی بدی نہ ہوگی۔ لیکن ابن زبیر اپنی ضد پر قائم رہا اور کہا کہ جب تک میں اُن سے سجادہ نہ لے لوں گا اُن سے دست بردار نہ ہوں گا کیونکہ میں امیر المومنین ہوں تو سجادہ بھی میرے ہی پاس رہنا چاہیئے۔ آخر بہت بحث و تمحیص کے بعد ابن زبیر نے کہا کہ میں اپنے دشمن کو اپنی ولایت میں نہ رہنے دوں گا۔ اور حاجب کو بلا کر حکم دیا کہ بہت سے سوار ہمراہ لے کر ابن حنفیہ کے مکان پر جا اور اُن سے پیغمبر کا سجادہ لے آ۔ اگر وہ سجادہ نہ دیں تو تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جو تو چاہے اُن کے ساتھ برتاؤ کرنا۔ حاجب حضرت محمد حنفیہ کے خانہ اقدس پر پہنچا۔ اسی مکان میں جناب رسول خدا پیدا ہوئے تھے۔ حاجب نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو اُس نے کہا آگ لاؤ میں اس مکان کو جلا دوں گا۔ یہ خبر مکہ میں مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ آکر وہاں جمع ہو گئے۔ ہر ایک کی زبان پر تھا کہ عبد اللہ نے عہد شکنی کی اور اپنی قسم پر قائم نہ رہا۔

حضرت محمد حنفیہ نے یہ شور و غل سنا تو مکان سے باہر تشریف لائے اور حاجب سے فرمایا تو اس وقت اس لئے آیا ہے کہ رسول خدا کا گھر جلانے۔ اسی مکان میں جبریل نازل ہوتے رہے۔ اسی میں جناب خدیجہ کی قبر ہے اہل مکہ نے کہا اے سید اگر آپ حکم دیں تو ہم اس حاجب کو قتل کر دیں آپ نے فرمایا نہیں یہ قاصد ہے۔ اس کو ابن زبیر نے صرف اس لئے بھیجا ہے کہ میں یہاں سے کسی طرح چلا جاؤں کیونکہ جب تک میں یہاں رہوں گا کوئی اُس کے پاس نہیں جائے گا۔ میرے والد بزرگوار امیر المومنین نے بھی مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ جب ایسے واقعات رونما ہوں تو مکہ سے ہجرت کر جانا۔ پھر حاجب سے فرمایا جا کر ابن زبیر سے کہدے کہ مجھے اتنی مہلت دے کہ میرا قاصد مدینہ جا کر واپس آجائے پھر میں مکہ سے چلا جاؤں گا۔ حاجب نے عبد اللہ کو یہ پیغام پہنچا دیا اور اُس نے منظور کر لیا۔

اس کے بعد جناب محمد حنفیہ نے جناب امام زین العابدین کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ

یا بن رسول اللہ یہاں سے میری روانگی کا وہ وقت آگیا ہے جس کی نسبت میرے پدر بزرگوار نے خبر دی تھی مگر آپ کی اجازت کے بغیر میں نہیں جاسکتا۔ لہذا اس بارے میں آپ کا جو حکم ہو اُس پر عمل کروں۔

یہ خط اپنی مہر سے مزین کر کے سعد کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب سعد مدینہ پہنچا تو لوگوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور پوچھنے لگے کہ کیا تو کوئی خط محمد حنفیہ کا لایا ہے۔ یہ سن کر سعد کو بہت تعجب ہوا اور پوچھا تم لوگوں کو کیونکر معلوم ہوا انہوں نے جواب دیا جس روز تو مکہ سے روانہ ہوا تھا امام زین العابدینؑ نے ہم سب کو آگاہ کر دیا تھا۔

الغرض سعد نے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ خط پیش کیا۔ امام نے فوراً اُس کا جواب لکھ کر سعد کو دیا کہ ”اے عم نامدار اس کام کو انجام دیجئے تاکہ آپ اُس مقام پر پہنچ جائیں جس کا وعدہ خدا نے برترنے فرمایا ہے اور جب آپ قائم آل محمدؑ کی خدمت میں پہنچیں تو میرا سلام کہیے گا۔ خدا کی رحمت آپ پر نازل ہو۔ والسلام“ سعد یہ خط لے کر نہایت غلٹ کے ساتھ مکہ پہنچا اور حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا۔ خط بڑھ کر حضرت نے فرمایا کہ میں امام برحق کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمر بستہ ہوں۔

پھر سامان سفر کی تیاری میں مشغول ہو گئے اہل مکہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ کے پاس حاضر ہوئے اور مکہ سے ہجرت کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ابن زبیر کے مظالم سے تنگ آکر ہجرت کر رہا ہوں۔ تم کو مناسب ہے کہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے رہو اور امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنا امام برحق سمجھتے رہو یہ سن کر بیس اشخاص معززین مکہ نے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی آپ کی خدمت بابرکت میں رہیں۔ حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ میں جہاں جا رہا ہوں وہ مقام معظم ہے وہاں تم کو ہمیں لے جاسکتا البتہ اُس مقام تک لے چل سکتا ہوں جہاں سے واپس آ جاؤ۔ اب تم لوگ جا کر سفر کی تیاری کرو اور اپنے اہل و عیال سے رخصت ہو کر آج رات میرے مکان کے دروازہ پر جمع ہو جانا۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس گئے جناب عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے

فرزند علی بن عبداللہ کو بلا کر حکم دیا کہ اسے فرزند تو حضرت محمد حنفیہ کے ہمراہ جہاں تک وہ لے جائیں جانا اور جس مقام سے واپس آنے کا حکم دیں واپس آجانا ان کے کسی حکم کے خلاف نہ کرنا جو حکم دیں فوراً بجالانا۔ اُس نے کہا بسرو چشم ایسا ہی کروں گا اور مسلح ہو کر حضرت محمد حنفیہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ جناب محمد حنفیہ نے اپنے اہل و عیال کو امام زین العابدین کے پاس مدینہ بھیج دیا اور شب کے وقت باہر تشریف لائے۔ شمشیر اور قرآن مجید گلے میں حائل کئے ہوئے تھے۔ اور اونٹ پر سوار ہو کر یمن اور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔

صبح ہوئی اور آپ کی ہجرت کی خبر اہل مکہ کو معلوم ہوئی تو لوگ زار زار روتے اور ابن زبیر کو لعنت ملامت کرتے تھے۔ جناب عبداللہ بن عباس ابن زبیر کے پاس گئے اور فرمایا ”جو کچھ تو چاہتا تھا وہ تجھے حاصل ہو گیا اب تو خدا سے توبہ کر۔ محمد حنفیہ نے تجھے قتل نہ کیا اور تو نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ انہوں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جو تو نے ان کو ہجرت پر مجبور کیا تو روز قیامت اس کا کیا جواب دے گا؟“

ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب سب لوگ اُس کے پاس سے چلے گئے تو اُس نے اپنے ملازموں سے دریافت کیا کہ محمد حنفیہ کے ساتھ کون کون لوگ گئے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کے متعلقین و متوسلین میں سے عین آدمی گئے ہیں۔ یہ سن کر اُس نے ابو المنذر غارجی کو تین سو سوار جو بہت دلیر و بہادر تھے دے کر کہا تو محمد بن حنفیہ کو راستہ سے واپس بھیج لا لیکن ان سے جنگ نہ کرنا۔ ان کے ہمراہی عین اشخاص کو بھی واپس لے کر آنا تاکہ ان کے لائق و مناسب جو سزا ہوگی ان کو دوں گا اور علی بن عبداللہ بن عباس کو دہیں قتل کر دینا تاکہ اُس کا بھی اُسی طرح دل جلے جیسے وہ میرا دل جلایا کرتا ہے۔

ابو المنذر تین سو سواروں کو ہمراہ لے کر تیزی سے روانہ ہوا اور راستہ میں ان سے جا ملا۔ جناب محمد حنفیہ نے ان لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ میری گرفتاری کے لئے آرہے ہیں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابو المنذر بھی وہاں پہنچ گیا اور حضرت محمد حنفیہ سے کہا کہ آپ جہاں چاہیں چلے

جائیں۔ میں تو آپ کے ہمراہیوں ان بیس آدمیوں کو لینے آیا ہوں۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ خیریت اس میں ہے کہ میرے ساتھ واپس چلو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ خاموشی سے واپس چلا جا ورنہ تو اور تیرے ساتھیوں میں سے کوئی زندہ واپس نہ جا سکے گا۔ یہ کہہ کر ان بیس آدمیوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں۔

جناب محمد حنفیہ نے ان کو روکا اور فرمایا تم ایک طرف ہو جاؤ آج میں اپنے پدر بزرگوار کی تلوار سے ان کو جواب دوں گا اور آج اپنی طاقت کا امتحان بھی کروں گا۔ پھر اپنے غلام سعد سے نیزہ لے کر ابوالمنذر کے پاس آئے اور فرمایا اے ملعون تو اسی وقت مکر واپس ہو جا اور اُس بے دین سے کہا کہ مکہ میں نے تیری وجہ سے چھوٹا۔ لیکن شاید تو نے سمجھا ہے کہ میں تیرے خوف سے جا رہا ہوں نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ مجھے ایسا ہی حکم تھا بہتر ہے کہ تو واپس چلا جا قبل اس کے کہ میں تلوار میان سے نکالوں یہ سن کر ابوالمنذر نہایت غضبناک ہوا اور اُس نے یہ کہا کہ اے فرزند علیؑ تمہارے متعلق مجھے خوف ہے کہ تم خود نہ مارے جاؤ۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ یہ شخص علیؑ کا فرزند ہے اس کو ہلاک کر دو۔ یہ سن کر اُس کے سواروں نے یکبارگی حملہ کیا یہ دیکھ کر جناب محمد حنفیہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ آج اپنے پدر بزرگوار علیؑ کی طرح شمشیر زنی کروں گا۔ یہ فرما کر آپ نے ان پر حملہ کیا دائیں بائیں تلواریں چلانے لگے۔ پھر بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر داہنے ہاتھ سے سواروں کے کمر بند پکڑ کر گھوڑے سے اٹھاتے اور اوپر پھینک دیتے تھے جب وہ نیچے آتا تو ایک دار میں اُس کے دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ اسی طرح بہت سے سواروں کو قتل کرتے ہوئے ابوالمنذر کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا اے ملعون اس ضربت حیدری کو روک۔ پھر ایسی تلوار اُس کے کمر پر ماری کہ وہ ملعون دو ٹکڑے ہو کر جہنم واصل ہوا۔ اُس کے قتل ہوتے ہی اُس کے باقی سپاہی بھی بھاگ گئے۔ تو حضرت کے ہمراہیوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان بھاگنے والوں میں سے بہت سے سواروں کو قتل کر دیا۔ اور خوش و خرم حضرت کے پاس واپس آئے۔ حضرت نے علی بن عبداللہ سے فرمایا ابھی ایک بڑی لڑائی باقی ہے۔ اس کے بعد آپ طائف پہنچے تو وہاں کے حاکم عیسان بن راشد نے آپ کی بڑی

تعظیم و تکریم کی حضرت نے پوچھا کہ تیرا باپ تو خارجی اور آلِ رسول کا سخت دشمن تھا اور اہل طائف بھی اُسی کے ہم عقیدہ تھے تو غیسان نے بیان کیا کہ :-

میرا باپ دشمن آلِ رسول تھا اور میں بچپن سے ان حضرات کو دوست رکھتا تھا ایک وزیر نے اپنے باپ کو جناب امیر کے خلاف ذکر پر منع کیا اُس نے مجھے ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا رات جناب رسول خدا خواب میں تشریف لائے اور انہوں نے مجھے ایک چھری دے کر فرمایا کہ اس چھری سے اُس کا شکم چاک کر دے میں نے اُسی وقت حضرت کے حکم کی تعمیل کی پھر آنحضرت میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اور میں خواب سے چونک پڑا تو گھر میں رونے پینے کی آواز بلند تھی۔ میں نے اپنے باپ کو اُسی حال سے دیکھا کہ اُس کا پیٹ پھٹا ہوا ہے یہ عجیب خبر تمام شہر میں پھیل گئی اور کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کو کس نے داصل جہنم کیا۔ پھر میں اُس کے دفن سے فارغ ہو کر مسند ریاست پر بیٹھا اور ایک مہینے کے بعد طائف کے تمام سرداروں کو طلب کر کے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر وہ سب لوگ دین حق کے تابع ہو گئے۔ الغرض غیسان نے حضرت محمد حنفیہ کی بڑے اعزاز کے ساتھ دعوت کی۔ حضرت نے آٹھ روز قیام فرما کر وہاں سے یمن کی طرف رخ کیا۔

طائف اور یمن کا علاقہ ابن زبیر کی حکومت میں داخل تھا۔ اُس نے ان تمام مقامات پر خطوط بھیج رکھے تھے کہ ایک رافضی کو میں نے قتل کرنا چاہا تھا وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے اُس کے راستوں کو بند رکھو اور اُس کے ساتھ بین اشخاص ہیں ان کو قتل کر دو اور اُس رافضی کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ یہ معلوم کر کے لوگوں نے ہر طرف کے راستے بند کر دیئے اور محمد حنفیہ کے آنے کے منتظر رہے۔

جب جناب محمد حنفیہ یمن کے درمیان منزل واصلہ پر پہنچے تو ہلال بن معقل تین ہزار فوج لئے آپ سے مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ ہلال خود مقابلہ کے لئے نکلا اور حضرت نے اُس کو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا اور وہ تین ہزار سوار بھاگ گئے۔

وہاں سے تھوڑی دُور چل کر یہ لوگ راستہ بھول گئے اور ایک صحرائے بے آب دگیاہ

میں جا پہنچے رات ہو گئی تھی۔ ایک طرف آگ جلتی ہوئی نظر آئی حضرت محمد حنفیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ قریب پہنچے تو ایک خیمہ نصب پایا اور اس کے دروازہ پر ایک بہت بڑا اژدہا کھڑا دیکھا اس نے حضرت کو پہچان کر سلام کیا اور عرض کی کہ میں جنوں کے اس گروہ سے ہوں جو حضرت رسالت مآب کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اور علی بن ابی طالب کی تلوار کے خوف سے ایمان لائے ہیں میں چودہ ہزار جنوں کا سردار ہوں میرا نام ساز و مومن ہے۔ حضرت نے فرمایا ہم لوگ راستہ بھول گئے ہیں ہم کو راستہ بتادو۔ اس نے عرض کی نہیں بلکہ خداوند عالم نے آپ کو اس راستہ پر پہنچا دیا ہے کہ آپ یہاں سے اپنی وعدہ گاہ پر پہنچ جائیں۔ میں آپ کو اس مقام تک پہنچا دوں گا جہاں تک آپ کے پدر بزرگوار نے مجھے حکم دیا ہے۔ الغرض حضرت محمد حنفیہ ایک شب وہاں مقیم رہے صبح کو منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے ساز و مومن اپنی سرحد تک حضرت کے ہمراہ رہا۔ پھر اپنی سرحد کے اختتام پر حضرت سے رخصت ہو کر واپس آیا۔ اور حضرت محمد حنفیہ آگے بڑھے اور اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہاں سے کافر جنوں کی عملداری شروع ہو گئی ہے۔ ابھی یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ ایک نہایت ہولناک آندھی اٹھی اور تمام صحرائیرہ و تار ہو گیا۔ پھر ہوا کا رنگ مانند خون کے سرخ ہو گیا اور چاروں طرف سے خوفناک آوازیں سنائی دینے لگیں۔ علی بن عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں یہ حال دیکھ کر حضرت محمد حنفیہ کے پاس آ گیا۔ جناب محمد حنفیہ نے تلوار نیام سے کھینچ لی اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کے نعرے مارنے لگے کچھ دیر کے بعد وہ گرد و غبار کم ہوا اور آوازیں جو چاروں طرف سے آرہی تھیں بند ہو گئیں معلوم ہوا کہ وہ شور و غل کافر جنوں کا تھا جنہوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ اس اندھیرے میں ہمارے وہ بیٹے ساتھی بھی ہم سے جدا ہو کر مکہ چلے گئے تھے۔ اب میرے اور سعد کے سوا حضرت محمد حنفیہ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔

ہم لوگ یہاں سے آگے بڑھ کر ایک دشت میں پہنچے جس کے قریب ایک دریا ہے ذخار لہریں مار رہا تھا اور اس کے کنارے کنارے بڑی آبادی تھی۔ یہ عبد اللہ بن زبیر کی

حکومت میں تھی وہاں کا عامل ایک خارجی جعدوس نامی دشمن امیر المومنین تھا۔ وہاں ایک صومعہ نظر آیا۔ اُس میں ایک راہب موجود تھا۔ وہ زبور وانجیل کا عالم و حافظ تھا وہ مع اپنی قوم کے حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا جعدوس عامل ابن زبیر کو محمد بن حنفیہ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو دو ہزار کا لشکر لے کر ان عیسائیوں پر حملہ آور ہوا اور ان میں سے بہت سے افراد کو قتل کر دیا جناب محمد حنفیہ کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائی اسی اثنا میں ایک خوبصورت شخص نے آکر حضرت سے کچھ آہستہ کہا اور چلا گیا۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سعد کو حکم دیا کہ اُونٹ لائے سعد اُونٹ کس کر لائے حضرت سوار ہو کر جبل الفرج کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ دُور چلے تھے کہ وہی نوجوان پھر ظاہر ہوا اور حضرت کے آگے واپس ہوا۔ یہاں تک کہ ہم سب ایک چشمہ کے کنارے پہنچے یہاں سے وہ نوجوان پھر غائب ہو گیا۔ حضرت محمد حنفیہ وہاں اُتر کر نماز میں مشغول ہوئے۔ فارغ ہوئے تو جانا نماز پر ایک رُقعہ پڑا ہوا ملا جس میں تحریر تھا یا بن الامام غیب نفسك في هذا الكهف الى يوم الوقت المعلوم فان عليك حكما لا يعلمها الا الله (یعنی اے امام کے فرزند اس غار میں وقت معلوم تک کے لئے غائب ہو جائیئے یہ آپ کے لئے حکم ہے اور اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں) اس وقت جناب محمد حنفیہ نے ہم سے کہا کہ اب میرے غائب ہونے کا وقت قریب آگیا تم لوگ جو کچھ دریافت کرنا چاہو پوچھ لو۔ میں نے پوچھا وہ نوجوان کون تھا جو دو مرتبہ ظاہر ہو کر آپ کے پاس آیا اور غائب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا وہ خضر علیہ السلام تھے۔ پھر سعد نے پوچھا کہ آپ جہاں جاتے ہیں ہم لوگ بھی آپ کے ہمراہ وہاں تک چلیں۔ آپ نے فرمایا وہاں تک تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی لیکن میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہنا کوئی کام اُس کے حکم و مرضی کے خلاف نہ کرنا خدا کے دوستوں سے محبت اور اُس کے دشمنوں سے عداوت رکھنا اور مدینہ پہنچنا تو امام زین العابدین کو میرا سلام پہنچا دینا اور عرض کر دینا کہ جس مقام پر آپ نے مجھے جانے کا حکم دیا ہے میں وہاں روانہ ہو گیا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ میں اس پہاڑ کے اندر ایک کھوہ میں جاتا ہوں تم میرے عقب میں نہ آنا۔ یہ فرما کر آپ اُٹھے اور دُرود پڑھتے ہوئے اُس پہاڑ کی

جانب چلے۔ جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک شخص سامنے سے ظاہر ہوا اور بڑھ کر محمد حنفیہ سے انگلیکھ رہا پھر وہ دونوں پہاڑ کی کھوہ میں چلے گئے اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔

سعد کہتے ہیں کہ اس کے بعد عبدوس عامل عبداللہ بن زبیر حضرت محمد حنفیہ کو تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا اور ہم لوگوں سے اُن کو دریافت کیا۔ ہم نے اُس کو بتلایا کہ وہ اس کھوہ میں چلے گئے۔ یہ سن کر اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں اُن کو اس غار سے نکال کر ابھی قتل کئے دیتا ہوں اور تلوار کھینچ کر اُس غار کی طرف بڑھا تھا کہ ایک شیر اُس مقام پر آیا اور اُس نے عبدس کو پھاڑ ڈالا اور اُس کے ہمراہیوں میں سے چھ سواشخاص کو مار ڈالا پھر اُس کے باقی ہمراہی بھاگ گئے۔ اور ہم لوگ مکہ واپس آئے۔ سعد کہتا ہے کہ جب میں نے چاہا کہ اس سفر کے تمام حالات عبداللہ بن عباس سے بیان کروں تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پہنچنے سے قبل جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھ سے تمام واقعات بیان کر دیئے۔ پھر سعد امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور جناب محمد حنفیہ کا سلام عرض کیا۔

۱۷ صاحب مختار آل محمد نے بحوالہ مجالس المؤمنین وعدۃ المطالب تحریر فرمایا ہے کہ حضرت محمد حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ وفات پا کر جنت البقیع میں دفن ہوئے دوسرا قول روضۃ الصفا کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک قول کی بناء پر وہ طائف میں مقیم رہے اور وہیں انہوں نے انتقال فرمایا۔

عراق پر ابن زبیر کی چڑھائی اور حضرت مختار سے معرکہ

حضرت مختار کی کامیابیوں سے عبداللہ بن زبیر انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ اُدھر حضرت مختار نے مصعب بن زبیر والی بصرہ کو لکھا کہ ”تجھ کو معلوم ہے کہ خدا نے مجھے قاتلان امام حسینؑ پر مسلط فرمایا اور میں نے اُن مظلوم کے خون کا انتقام خاطر خواہ لے لیا ہے اور تمام قاتلان حسینؑ مظلوم کو قتل کر چکا ہوں مگر دو ملاعین ایک محمد اشعث اور دوسرا عمرو بن جراح بھاگ کر تیرے پاس پناہ گزیں ہیں تجھ کو لازم ہے کہ اُن کو میرے پاس بھیج دے۔ میں یہ خط تجھ کو ازراہ محبت لکھ رہا ہوں۔ اگر تو نے اُن دونوں کو نہ بھیجا تو یاد رکھ کہ میں تجھ پر فوج کشی کروں گا اور سوائے خونریزی اور کچھ انجام نہ ہوگا۔“ مصعب نے یہ خط پڑھ کر مختار کے آنے کے تمام راستے خراب کر دیئے اور سارے پل توڑوا دیئے پھر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ ”مختار حکومت کو فہ حاصل کرنے کے بعد اس قدر جبری ہو گیا ہے کہ وہ کسی کی طاقت و قوت کو دھیان میں نہیں لیتا۔ اُس نے مجھے ایک خط لکھا ہے جس میں سخت دھمکی دی ہے اور تمہاری طرف سے لاپرواہی ظاہر کی ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے اُس خط کے جواب میں لکھا کہ ”مجھے مختار کے سب حالات معلوم ہیں وہ لاکھوں افراد کو قتل کر کے بہت جبری ہو گیا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ جلد سے جلد اُس کی سرکوبی کر دی جائے تم فوراً جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور پوری طاقت سے جنگ کا انتظام کرو میں والی مین و فارس کو لکھ رہا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کے لئے فوجیں سمیت پہنچیں گے۔“

عبداللہ بن زبیر کا جب مصعب کو یہ خط ملا وہ بہت مسرور ہوا اور اپنے سرداروں کو بلا کر عبداللہ کا خط سنایا اور لشکر کی تیاری کے لئے ہدایات جاری کر دیں۔ اُدھر عبداللہ بن زبیر نے

اپنے عاملوں کو خط بھیج کر حکم دیا کہ تم جلد سے جلد مع فوج کے بصرہ روانہ ہو جاؤ اور مصعب کے احکام کی اطاعت کرو۔ اُس نے ایک خط حاکم اہواز و فارس "مہلب بن ابی صفرو" کو تحریر کیا تھا کہ جس وقت تم کو میرا یہ خط ملے فوراً اپنا لشکر لے کر میرے بھائی مصعب کے پاس بصرہ پہنچ جاؤ اور اُس کی مدد کرو۔

علاوہ ازیں حضرت مختار کے مخالفین بھی مصعب بن زبیر کو اُن سے لڑنے پر آمادہ کر رہے تھے جب اُن لوگوں نے مصعب کو بہت ترغیب دی تو اُس نے کہا میں مختار سے لڑنے کو تیار ہوں مگر جب تک "مہلب بن ابی صفرو" والی رہواز" میری مدد کے لئے نہ آجائے میں جنگ کے لئے نہ نکلوں گا۔ اُس کا یہ فیصلہ سن کر جناب مختار کے دشمنوں نے اہواز پہنچ کر مہلب کو تیار کرنا شروع کیا۔ لیکن وہ جناب مختار سے لڑنا پسند نہ کرتا تھا اس لئے ٹالتا رہا لیکن اپنے اس ارادہ پر مستقل مزاجی سے قائم نہ رہ سکا کیونکہ زبیر نے بھی تاکید اُس کے پاس لکھ کر حکم دیا تھا کہ اپنا لشکر لے کر جاؤ اور مصعب کی مدد کرو۔ وہ پھر بھی کوشش کرتا رہا کہ مختار سے جنگ نہ کرنا پڑے اسی وجہ سے اہواز سے بصرہ روانہ نہ ہوا۔ آخر مصعب نے ایک شخص کو بھیجا جس نے اُس کو بصرہ پہنچنے پر آمادہ کر لیا۔ جب وہ وارد بصرہ ہوا تو مصعب نے مختار سے جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ اُس نے کہا میری پہلے سے رائے تھی کہ مختار سے جنگ نہ کی جائے اور اب بھی یہی کہتا ہوں کہ مختار سے جنگ کا خیال ترک کر دیا جائے کیونکہ عنقریب مختار اور عبدالملک سے جنگ ضرور ہوگی۔ اُن میں سے کوئی بھی مارا گیا تو ہمارا فائدہ ہے کیونکہ یہ دونوں ہمارے مخالف ہیں۔ مگر مصعب نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور کوفہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ (بحوالہ تاریخ الوافدا)

الغرض مصعب اپنا لشکر لے کر تمام ہنزدیر پہنچا۔ مہلب بن ابی صفرو بھی ایک کثیر جمعیت کے ساتھ مصعب کے ہمراہ تھا۔ وہاں پہنچ کر مصعب نے ایک شخص عبدالرحمن بن ابی مخنف ازدی کو کوفہ اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو مختار کے خلاف ابھارا کر اُن سے منحرف کر دے اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی ترغیب دے۔ عبدالرحمن نے کوفہ پہنچ کر بہت تیزی سے اپنا کام

شروع کر دیا اور لوگوں کو بہکانے میں شب و روز مشغول رہا کوئی لایوئی تو مشہور ہیں کوذہ والوں کی سرشت میں بے وفائی تھی۔ ان میں کے اکثر اس ترکیب سے متاثر ہو گئے جس کا اظہار موقعہ جنگ پر ہوا۔

جناب مختار کے لشکر کی کوذہ سے بقیادت احمر بن شمیٹ روانگی

جناب مختار کو جب مصعب کے لشکر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بھی اُس کے مقابلہ کے لئے احمر بن شمیٹ کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ جب جنگ شدت سے ہونے لگی تو اہل کوذہ نے اپنی عادت کے مطابق جنگ سے پہلو تہی کی۔ آخر احمر بن شمیٹ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ (بحوالہ دمعہ ساکیہ)

مورخ ہر دی لکھتے ہیں کہ جب مصعب کوذہ کے قریب پہنچا تو مختار نے احمر بن شمیٹ کی ہاتھی میں تیس ہزار کا لشکر بھیجا۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئیں تو مصعب نے جناب مختار کے لشکر سے کہا کہ بہتر ہے کہ جنگ سے باز رہو اور بلاتامل عبداللہ بن زہیر کی بیعت کر لو۔ لیکن ان لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جنگ شروع ہو گئی آخر احمر بن شمیٹ قتل ہو گئے اور ان کا لشکر کوذہ واپس ہوا۔ اور واپسی میں بھی بہت سے افراد مارے گئے۔ جب یہ لشکر مختار کے پاس پہنچا اور ان کو پورے حالات کی اطلاع دی تو مختار نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا اب مرنے کے سوا چارہ نہیں۔ (بحوالہ روضۃ الصفا)

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے مصعب کے آجانے کے بعد احمر بن شمیٹ کو سپہ سالار لشکر مقرر کر کے مصعب کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ان کے ساتھ عبداللہ کامل، قاسم ابن عبداللہ کامل، عبداللہ بن صبرہ، قدامہ بن عیسے، اسحاق بن سعید بن مسعود ثقفی، خزیمہ بن نفیر، عبداللہ بن یزید اور سعد بن فضل نخعی بھی گئے۔ روانگی کے وقت جناب مختار دُور تک مشایعت کے لئے ساتھ گئے اور احمر بن شمیٹ اور دوسرے سرداروں سے بنگاہیں ہو کر واپس ہوئے۔ احمر بن شمیٹ روانہ ہو کر مدائن کے قریب ایک شبانہ روز ٹھہرے۔ پھر وہاں سے روانہ

ہو کر مزار کے قریب فروکش ہوئے مصعب کو جب ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی مزار کے آکر ٹھہرا۔ لیکن امرو کو اس کے آنے کی اطلاع نہ تھی۔ ان کے جاسوس نے آکر بیان کیا کہ مصعب بھی لشکر گراں کے ساتھ مزار کے قریب آگیا ہے۔ یہ سن کر امرو بن شعیب نے طلایہ مقرر کیا اور عبداللہ بن صبرہ کو سنا آدمی دے کر حکم دیا کہ لشکر کے بائیں جانب طلایہ پھرے اور جو کچھ سنے یاد رکھے فوراً اس کی اطلاع پہنچائے۔

مصعب بن زبیر نے بھی طلایہ کا کام اپنے بھائی جعفر کے سپرد کیا جب کچھ رات گزری تو عبداللہ ابن صبرہ نے مصعب کے کچھ سواروں کو سلاح جنگ سے آراستہ اپنی طرف آتے دیکھا۔ انہوں نے فوراً عبداللہ کا تل کو اطلاع دی انہوں نے کہا تم لوگ بھی ہتھیار لگا لو۔ ادھر یہ لوگ تیار ہوئے تھے کہ ابن زبیر کا طلایہ پھرنے والا لشکر آ پہنچا اور مدھیر ہو گئی۔ اور جنگ چھڑ گئی۔ مصعب کو خبر ملی تو وہ ایک بڑا لشکر لے کر آ پہنچا۔ یہ خبر امرو بن شعیب کو معلوم ہوئی تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر ان پہنچے اور شدت سے جنگ ہونے لگی۔ صبح ہوئی جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر نماز ظہر کے وقت جنگ بند ہوئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہو گئی۔ امرو بن شعیب خود میدان میں تیغ زنی کر رہے تھے یہاں تک کہ دشمن کے لشکر کے کئی سردار مارے گئے تو مصعب بن زبیر خود میدان میں آگیا۔ دونوں سرداروں میں نیزوں کی رد و بدل ہونے لگی غروب آفتاب تک جنگ جاری رہی اور کسی ایک کو دوسرے پر کامیابی حاصل نہیں ہوئی کیونکہ فن سپہگری میں دونوں کامل تھے بالآخر مصعب عاجز ہو کر واپس گیا۔ اور امرو بن شعیب لشکر سے جنگ کرنے لگے اور لشکر ابن زبیر کو زیر و زبر کر دیا۔ ارادی کا بیان ہے کہ مصعب کے چار سو پچاس سوار قتل ہوئے اور امرو بن شعیب کے صرف سات بہادر شہادت پر فائز ہوئے۔ اس واقعہ سے مصعب بن زبیر سخت ہراساں اور پریشان ہو گیا۔

مصعب کا جاسوس اور اس کے راز کا افشا

مصعب بن زبیر نے لشکر امرو کے صحیح اندازے کے لئے مقام مزار کے ایک شخص کو جاسوسی کے لئے

جناب مختار کے لشکر میں بھیجا اور اُس سے وعدہ کیا کہ اگر تو لشکر مخالف کی تعداد معلوم کر کے بتا دینگا تو تجھے ہزار دینار انعام دوں گا۔ وہ کوئی چیز سر پر لے کر آواز لگاتا ہوا بیچنے کے بہانے لشکر کی تعداد معلوم کرنے لگا۔ اور پورے حالات معلوم کر کے مصعب سے آکر بیان کیا اُس نے بجائے ایک ہزار کے پچاس ہزار دینار دیئے۔ اُس نے کہا آپ نے ایک ہزار کا وعدہ کیا تھا اُس نے کہا تجھے اس سے زیادہ نہیں ملیں گے۔ وہ ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا اور امیر بن شمیٹ سے ملنے چلا ان کے خیمہ کے دروازہ پر اسمعیل مزاری کو پایا اُس سے کہا میں نہایت اہم خبر لایا ہوں مجھے امیر کے پاس لے چلو۔ امیر نے سنا تو بلایا۔ اُس نے حاضر ہو کر عرض کی کہ وہی مزاری ہوں جو آپ کے لشکر میں کچھ چیزیں بیچنے لایا تھا۔ دراصل میں جاسوسی کے لئے آیا تھا لیکن مجھے مصعب کے بعض حالات معلوم کر کے اُس سے نفرت اور آپ سے ہمدردی ہو گئی اس لئے میں آپ کو بتانے آیا ہوں کہ مصعب بن زبیر نے زیاد بن ازدی کی قیادت میں دو ہزار کا لشکر دے کر اُس کو آج رات آپ پر شیخوں مارنے کا حکم دیا ہے۔ اے امیر آپ فلاں مقام پر اپنا لشکر بھیج کر ان پر حملہ کرادیں۔ وہ لشکر مصعب سے دُور ہے اس لئے وہ ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے گا۔

امیر بن شمیٹ نے فوراً سرداروں کو طلب کیا اور مشورہ کرنے کے بعد عبداللہ بن دریز کو چار سو پچاس بہادروں کے ساتھ اُس مزاری کے ہمراہ بھیجا اور حکم دیا کہ اس لشکر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ عبداللہ بن زبیر روانہ ہوئے۔ راستہ میں دو آدمی ملے ان سے پوچھا تم کون ہو۔ پہلے تو ان دونوں نے حیلہ حوالہ کیا لیکن تلوار کی چمک دیکھتے ہی بول اٹھے کہ ہم زیاد بن عمرو ازدی کے ملازمین ہیں یہ سن کر عبداللہ نے ان کی مشکیں بندھوا دیں۔ پھر آگے بڑھے۔ راستہ میں پانچ اشخاص اور نظر آئے عبداللہ نے انہیں بھی گرفتار کر کے پوچھا کہ کوئی خبر ہو تو بیان کرو۔ وہ بولے کہ زیاد بن عمرو ازدی شیخوں مارنے والوں کا سردار اس وقت مالک بن مُستع کے خیمہ میں دعوت کھا رہا ہے۔ پھر وہاں سے آگے چلے اور عبداللہ نے عمرو بن اصدق کو سواروں کا ایک دستہ دے کر داہنی طرف اور مسعود بن حارث کو سواروں سمیت بائیں جانب مقرر کیا تاکہ کوئی شخص ان میں سے

بھاگ نہ سکے۔ اور خود ڈھائی سو سواروں کو لے کر بڑھے اور صدائے تکبیر بلند کی۔ تکبیر کی آواز سن کر زیادہ کے لشکر والے خمیوں سے نکل کر بھاگنے لگے۔ عبداللہ نے اُن پر حملہ کر دیا اور بھاگنے والوں کو عمرو بن اصدق اور مسعود بن حارث قتل کرنے لگے۔ زیاد بن اسیر گرفتار ہوا اُس کے اور بہت لوگ پکڑ لئے گئے اور اُن کے سر کاٹ کر امیر بن شمیٹ کے پاس بھیج دیا گیا۔ صبح کو وہ سر امیر بن شمیٹ نے حضرت مختار کی خدمت میں روانہ کر دیئے۔

مصعب بن زبیر شیخون مارنے والے لشکر کی کامیابی کی امید میں انتظار کر رہا تھا۔ جب اُسے اس لشکر کا انجام معلوم ہوا تو وہ بہت بھنجھلایا اور اپنے لشکر کے سرداروں کو بلا کر کہا کہ ہمارا لشکر اگرچہ امیر کے لشکر سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن پھر بھی ہر معرکہ میں وہی لوگ کامیاب ہو رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم لوگ اچھی طرح مقابلہ نہ کرو گے تو ہمارا اور تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو ابراہیم کے ہاتھوں ابن زیاد اور اُس کے لشکر کا ہوا۔ مہلب بن صفروہ نے کہا اے مصعب میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ مختار سے لڑنے کا ارادہ مت کرو وگرنہ تم نے نہ مانا۔ لیکن جب میدان میں آچکے ہیں تو ہمیں لڑ کر مرنا چاہیئے۔

الغرض صبح ہو چکی تھی۔ دونوں طرف سے لشکر میدان میں آگئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ عبداللہ بن وزیر اور عبداللہ کامل نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

امیر بن شمیٹ کی شہادت

مہلب بن صفروہ نے دو ہزار سوار عمرو اور احمد بن قیس کی قیادت میں میدان میں بھیجا۔ یہ دیکھ کر امیر بن شمیٹ نے جو جناب ابراہیم کے مانند بہادر تھے عبداللہ کامل سے کہا تم واپس آ جاؤ تمہاری جگہ پر اب میں جنگ کروں گا۔ وہ واپس آگئے اور امیر میدان کو روانہ ہوئے جاتے وقت یہ کہا کہ اگر واپس آ جاؤں گا تو تمہاری اور خدمت کروں گا اور اگر شہید ہو گیا تو تم لوگ عبداللہ کامل کو اپنا امیر سمجھنا۔ پھر میدان میں پہنچ کر شیرانہ حملے کئے اور اس بے جگری کے ساتھ لڑے کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ یہ دیکھ کر مصعب بن زبیر بہت خوفزدہ ہوا اور اُس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر امیر پر حملہ کر دو۔ چنانچہ اُن کو چاروں طرف سے گھیر کر لشکر نے حملہ کرنا شروع کئے

مگروہ شیر بیشہ شجاعت جس طرف رُخ کرتا تھا صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں جس پر ان کی تلوار پڑتی دو ٹکڑے کر دیتی ناگاہ ایک تیران کی پیشانی پر ان کر لگا آپ نے تیر نکالا مگر پیکان دماغ سے نہ نکلا بالآخر آپ زمین پر گر پڑے اور گمہ شہادتین پڑھتے ہوئے راہی جنت ہوئے۔

عبداللہ کامل کی جنگ اور شہادت

ان کے بعد عبداللہ کامل نے علم اٹھایا اور اپنے لشکر والوں سے کہا اے بہادر و احمر بن شیط شہادت کے شائق تھے خدا نے ان کو اس درجہ پر فائز کیا۔ تم لوگ ہمت نہ ہارو اور اپنی خداداد شجاعت سے جنگ کرتے رہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ عبداللہ کامل پھر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور بیشمار اشقیاء کو قتل کر ڈالا بالآخر بے شمار دشمنوں نے اکبار کی حملہ کر کے ان کو بھی شہید کر دیا اور فوج مختار کو شکست ہوئی اور وہ کوفہ کی طرف واپس روانہ ہو گئی۔ اور جناب مختار سے جنگ کی روئیداد بیان کی ۛ

جناب مختار کا میدان جنگ میں ورود

حضرت مختار کو جب اپنے دو مایہ ناز بہادروں کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو ان کو کمال صدمہ ہوا اور اپنے رفقا سے فرمایا کہ اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ میں خود میدان میں جاؤں۔ لشکر والوں نے حمایت کا وعدہ کیا۔

اب مصعب بن زبیر بہت دلیر ہو گیا تھا اس نے مختار کو خط لکھا کہ اب تم جنگ سے باز آ جاؤ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لو۔ جناب مختار نے جواب لکھا کہ امام زمانہ حضرت امام زین العابدین ہیں ان کی موجودگی میں کسی اور کی بیعت میں اصولاً نہیں کر سکتا۔ میں ان کی بیعت کر چکا ہوں اور اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔

مصعب حضرت مختار کا یہ خط پالتے ہی کوفہ کی طرف بڑھا۔ جناب مختار کو معلوم ہوا تو اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے عبداللہ بن ثعلبہ انصاری کو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنا کر بصرہ کے راستہ پر چل کھڑے

ہوئے اور جا کر مقام حرام میں مقیم ہوئے۔

آغاز جنگ

وہاں پہنچ کر آپ نے اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ لشکر کی سپہ سالاری یزید بن سلیمان کے حوالے کی۔ میسرہ پر سعد بن عامر ہمدانی کو اور مہینہ پر علی بن شعر کو مقرر کیا۔ خود قلب لشکر میں بٹھڑے مصعب ابن زبیر بھی اپنا لشکر لے آ پہنچا اور قریب ہی مقیم ہوا۔ اُس نے اپنے لشکر کی ترتیب کی اور خاص طور سے مہلب بن ابی صفرة کو مہینہ پر مقرر کیا اور قلب لشکر میں خود بٹھڑا۔

اُس کے لشکر سے ایک شخص مبارز طلب ہوا۔ مختار کی طرف سے سعد بن قتادہ میدان میں آئے اور نہایت دلیری سے جنگ کی اور بغیر فیصلہ دونوں اپنے اپنے لشکر کو واپس گئے۔ پھر مصعب کی طرف سے ایک غلام ”زکوان“ میدان میں آیا۔ ادھر سے جعفر بن قیس اُس کے مقابلہ پر پہنچے۔ اور بڑی بہادری سے جنگ کی۔ بالآخر وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد سعید ہمدانی نے برق خاٹف کی طرح زکوان پر حملہ کر کے اُسے واصل جہنم کر دیا۔ پھر رات ہو جانے کے سبب جنگ ملتوی ہو گئی۔

دوسرے روز دونوں لشکر چاشت کا وقت گزرنے کے بعد مقابل ہوئے۔ ابن زبیر کی طرف سے ایک شخص نکلا اُس کے ساتھ دو غلام بھی تھے۔ جناب مختار نے ”عامر بن حسان“ کو بھیجا آپ بڑی بہادری سے لڑے مگر دھوکے میں آ کر شہید ہو گئے۔ اُس کے بعد محمد بن ثعلبہ میدان میں تشریف لائے اور اپنے تھوڑی رد و بدل کے بعد اُس کو مار گرایا۔ اس کے بعد رات ہو گئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ کو واپس گئے۔

پھر صبح کو دونوں لشکر باہم مصروف پیکار ہو گئے۔ حضرت مختار خود میدان میں آئے اور پیشاور دشمنوں کو واصل جہنم کیا جنگ جاری رہی۔ دوپہر کو قریب تھا کہ لشکر کو فوج شکست کھا کر پسپا ہو جائے تو حضرت مختار پیادہ ہو کر جنگ کرنے لگے۔ اور شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر رات ہو گئی اور جنگ رُک گئی۔ دوسرے روز پھر صبح سے جنگ شروع ہو گئی اور مہلب اور مصعب دونوں میدان میں آ گئے۔ اور شام تک جنگ جاری رہی اور دونوں طرف سے بہت لوگ مارے گئے۔ اس کے بعد علقمہ

بن سعید نے سعید بن عامر کو واصل جہنم کیا۔ پھر بہیر ابن منذر آیا اور علقمہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اُس کے بعد ایک اور شخص میدان میں نکلا۔ علقمہ نے اُس کو بھی جہنم رسید کیا۔ اور اپنے لشکر میں واپس آگئے۔

اُن کے بعد مہلب میدان میں آیا اور اُس نے مختار کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ اب رات ہو گئی تھی اور دونوں لشکر کے طلایہ مصروف گشت ہو گئے۔ راستہ میں دونوں طلایہ لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ ایک شخص گرفتار ہو کر مختار کے سامنے پیش ہوا۔ جس نے بتایا کہ مہلب کی محبت میں فارس سے چلا آیا ہوں مجھے آپ لوگوں کی جنگ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ آپ نے اُس کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ اپنے وطن کو چلا جائے۔

صبح ہوئی تو دونوں لشکروں میں پھر جنگ شروع ہوئی۔ ایک شخص مصوب کے لشکر سے نکل کر مبارز طلب ہوا۔ مالک بن عمرو ہندی اُس کے مقابلہ کے لئے آئے اور باہمی جنگ و پیکار کے بعد آپ نے اُس کو قتل کر دیا۔ بروایت روضۃ الصفا یہ شخص محمد بن اشعث تھا۔ مالک نے اُس کا سر کاٹ لیا اور مختار کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ جناب مختار بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ روئے زمین کو قاتلانِ حسین سے میں نے پاک کر دیا۔ اس کے بعد حضرت مختار اور اُن کے لشکر نے بہت سخت حملے کئے اور نصف شب تک جنگ جاری رہی۔ دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے پھر دونوں لشکر قیامگا ہوں پر واپس گئے۔

جناب مختار کی دانائی اور پانچ ہزار دشمنوں کا قتل

جناب مختار نے محمد بن سعد سے فرمایا کہ مہلب کی وجہ ہمارے سپاہی بہت مارے گئے۔ لہذا ایک ترکیب دماغ میں آئی ہے جس سے وہ ملعون آسانی سے قتل ہو سکے گا۔ محمد نے پوچھا وہ ترکیب کیا ہے جناب مختار نے فرمایا میں اپنے سرداروں کو جمع کر کے اُن کے سامنے تم کو سخت بوست کہوں گا۔ تم خفا ہو کر اپنے دستہ رواج کو لے کر یہاں سے کوثر کو روانہ ہو جانا۔ جاؤس اسکی ترصوب کو ضرور دیں گے چونکہ مصعب تمہارا سخت دشمن ہے اس لئے وہ مہلب کو تمہارے تعاقب میں بھیجے گا۔

وہ اپنا دستہ فوج لے کر تمہارے پیچھے جائے گا اور میں عقب سے اُس پر حملہ کر دوں گا۔ ادھر سے تمہارا حملہ ہوگا اس طرح ہم اُس کے قتل میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی قرار داد پر عمل کیا گیا۔ مصعب نے پانچ ہزار کا دستہ محمد بن سعد کے پیچھے روانہ کیا اور مختار خود اُن کے پیچھے چلے اس لشکر میں مہلب اپنی چالاکي سے نہیں گیا تھا بلکہ مصعب کو کسی اور کو بھیجنے پر راضی کر لیا تھا۔ مختصر یہ کہ پیچھے کی طرف سے جناب مختار نے اور آگے کی جانب سے محمد بن سعد نے حملہ کیا اور اُن پانچ ہزار ناریوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔

صبح کو اپنے لشکر کی تباہی کا حال مصعب کو معلوم ہوا تو اُسے سخت صدمہ ہوا۔ مہلب نے کہا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ لشکر کا تعاقب نہ کر ایٹے کہیں اس میں مختار نے کوئی چال نہ چلی ہو مگر آپ نے نہ مانا۔ اب فرمائیے آپ کے اصرار کے مطابق اگر میں اُن کے تعاقب میں جاتا تو قتل ہو جاتا۔ اُس وقت مصعب نے کہا کہ میں آئندہ تیرے مشورہ کے خلاف نہ کروں گا۔

حضرت مختار علیہ الرحمہ کی شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ برابر جاری تھی۔ اور لڑائی کا آخری دن آیا۔ جناب مختار نے صبح ہی سے اپنے لشکر کی ترتیب کی۔ اور اپنے فوج والوں سے فرمایا کہ اے میرے بہادر و میدان میں لڑ کر مرنا مردوں کا شیوہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے اسوۂ زندگی پر نگاہ رکھو اور پوری مردانگی سے لڑو۔ اگر درجہ شہادت پر فائز ہو گئے تو حیات ابدی حاصل ہوگی جس کے لئے دنیا ترس رہی ہے۔ میرے بہادرو! جنگ آخری منزل پر پہنچ چکی ہے۔ بہر حال ہم کو کامیابی حاصل کرنا ہے۔ اگر زندہ رہے تو حکومت ہماری بجال رہے گی اور اگر شہید ہو گئے جنت اپنی جاگیر ہے۔

جناب مختار کی تقریر کے جواب میں اُن کے لشکر نے بڑی ہمت افزا گفتگو کی۔ اہل لشکر نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے جس دن سے آپ کی حمایت کا ارادہ کیا ہے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں آپ کے ساتھ رہیں گے اور کوئی وقت ایسا نہ آئے جس میں گے

جس میں آپ کو تنہائی کی زحمت ہو۔ اے امیر! ہمارے دلوں میں محبت آلِ محمد جاگزیں ہے ہم موت و زندگی کسی حالت میں اُس سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔

یہ سن کر حضرت مختار نے اُن کی تحین و آفرین کی اور کہا اب تیار ہو جاؤ اور سب مل کر حملہ کر دو یہ سن کر جناب مختار کے ساتھ لشکر آگے بڑھا اور سب نے یکبارگی حملہ کر دیا اور اس قدر دشمنوں کو قتل کیا کہ گھوڑوں کو راستہ چلنا دشوار ہو گیا۔ اور اس شدت کا حملہ کیا کہ لشکر ابنِ زبیر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مصعب اور مہلب دونوں میدان میں آگئے اور اُن کے ساتھ وہ تازہ دم لشکر بھی جو ابھی تک جنگ میں مشغول نہ تھا۔ اور اُس لشکر نے جناب مختار کے تھکے ہوئے سپاہیوں پر حملہ کر کے اُن کی ہتھوں کو پست کر دیا۔ اب اہل کوفہ بیدی سے لڑتے اور موقع پا کر بھاگتے رہے دن بھر تو کچھ لوگ لڑتے رہے مگر رات ہوئی تو تمام لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یہ دیکھ کر جناب مختار بھی کوفہ واپس آگئے اور دارالامارہ میں قیام فرمایا۔

عبداللہ بن حاتم کی وفاداری

جب عبداللہ بن حاتم کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ حضرت مختار کے پاس آئے اور کہا میرے پاس چار سو افراد ہیں اگر آپ فرمائیں تو ہم آگے بڑھ کر مصعب بن زبیر کو کوفہ کی پیش قدمی سے روکیں۔ کیونکہ اب یقیناً کوفہ پر قبضہ کرنے آئیگا۔ جناب مختار نے فرمایا میں کسی سے مدد کا طلب نہیں ہوں۔ ابن حاتم نے کہا میں خوشنودیِ خدا کے لئے آپ کی حمایت کرنا چاہتا ہوں۔

الغرض وہ کنا سہ میں جا بٹھرے اور مصعب جب آیا تو اُس سے بڑی دلیری سے جنگ کی اور پہلے ہی حملہ میں بین آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ آخر تاب مقاومت نہ ہونے کی وجہ سے کوفہ سے باہر چلے گئے۔ مصعب ابنِ زبیر اپنا لشکر لئے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں پہنچ کر مختار کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ دارالامارہ میں ہیں پوچھا اُن کے ساتھ کتنے آدمی ہیں لوگوں نے بتایا کہ بہت سے لوگ ہیں۔

حضرت ابراہیم کے لئے مختار کی پہچانی

اُس وقت جناب مختار نے بہت چاہا کہ کسی صورت سے ان تمام حالات کی اطلاع جناب ابراہیم کو کر دیں۔ لیکن کوئی آدمی ایسا نہ ملا جو ان کا خط موصل ابراہیم کے پاس پہنچا دے۔ لیکن چونکہ جناب مختار سے انہیں ولی لگاؤ تھا اس لئے سنی سنائی خبر پر لشکر لے کر موصل سے روانہ ہو گئے تاکہ مختار کی مدد کریں۔ لیکن افسوس کہ یہ اُس وقت پہنچے جب جناب مختار شہید ہو گئے تھے (بحوالہ مدعا کیہ صفحہ ۱۵۱) مختار آل محمد علیہ السلام

جناب مختار کا دارالامارہ میں محصور ہونا

مصعب بن زبیر نے کوفہ پہنچ کر دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا اور کھانا پانی بلکہ تمام ضروریات زندگی کے پہنچنے میں حائل ہوا اور اس قدر سخت پہرہ مقرر کیا کہ کسی کے آمد و رفت کا امکان نہ رہا۔ حضرت مختار کو جب یقین ہو گیا کہ جان کسی صورت سے نہ بچے گی تو آپ نے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی کہ میں عنقریب جام شہادت نوش کروں گا۔ تمہارے امام اس زمانہ میں امام زین العابدین ہیں۔ ان کی خدمت اپنا فریضہ جاننا اور جب مدینہ منورہ پہنچنا تو امام کو میرا سلام عرض کرنا اور اپنے فرزند ثابت سے کہا کہ میرے بعد تم لوگ کسی صورت سے ابراہیم کے پاس چلے جانا اور دشمنان دین سے مقاتلہ میں ان کی مدد کرنا۔ بحوالہ روضۃ المجاہدین ص ۲۲۶

الغرض اسی حالت میں چالیس روز گزر گئے یہاں تک کہ بھوک پیاس کے سبب بات بھی نہیں کر سکتے تھے ان کے ساتھ چھ ہزار افراد تھے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب جناب مختار کے رفقا دارالامارہ میں بھوک اور پیاس سے جان بلب ہوئے تو انہوں نے جناب مختار سے کہا کہ ہم لوگ مصعب بن زبیر سے امان حاصل کر لیں۔ اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر کے اپنی جانیں بچالیں۔ جناب مختار نے فرمایا۔ تم لوگوں نے ان لوگوں کے باپ ادا بھائی اور ان کے لڑکوں اور ان کے قبیلوں کو قتل کیا ہے۔ اور ان کے گھروں کو برباد کیا ہے۔ اگر

لے مگر صاحب نور المشرقیں لکھتے ہیں کہ جناب ابراہیم نے قصداً جناب مختار کی مدد سے پہلو تہی کی جس پر پوری تفصیل سے جناب ابراہیم کے آخری حالات میں ہم تبصرہ کریں گے (مؤلف)

مصعبؓ کو امان بھی دیدے تو اُس کے لشکر والے تم کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ میرے ہمراہ تم سب لوگ دارالامارہ سے نکلو اور ہم سب مل کر بہادروں کی طرح لڑ کر مریں۔ بے بسی اور مجبوری کی حالت میں قتل نہ ہوں۔ اُن لوگوں نے یہ سُن کر خاموشی اختیار کی اور جنگ کے لئے تیار نہ ہوئے۔

حضرت مختار کی شہادت

بالآخر جناب مختار نے خود برآمد ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا۔ اُس وقت اُن کے ایک مُخلص محمد بن سعد نے عرض کی اے امیر دشمن بیمار ہیں اُن سے لڑنا فی الحال مناسب نہیں بہتر ہے کہ ہم لوگ دارالامارہ کے کوٹھے پر سے اُن پر تیر برسائیں جس سے یہ لوگ کم سے کم متو قدم کے فاصلہ تک ہم سے دُور ہٹ جائیں گے پھر رات ہونے پر ہم لوگ چپکے سے نکل کر اور قبائل میں پھر کر اپنے مددگار فراہم کریں اور جناب ابوبکر بن مالک اشتر کو اپنے ہمراہ لاکر اُن سے مقابلہ کریں۔ مختار نے کہا یہ تو بزدلی ہے واللہ میں ایسا نہ کروں گا اور اب مجھے جینے کی بھی طبع نہیں کیونکہ میرا مقصد حاصل ہو چکا میں خون شہدائے کربلا کا انتقام لینے کے لئے اٹھا تھا وہ لے چکا۔ اب تو میری دُعا یہ ہے کہ خدا وندا شہادت پر فائز کر کے امام حسینؑ کے دیدار سے خرم و شاد فرما۔ (بحوالہ روضۃ المجاہدین)

اس کے بعد جناب مختار جوشن کے نیچے کفن پہن کر اور حنوط کر کے اپنے اُنیس^{۱۹} رفقاء کے ہمراہ دارالامارہ سے برآمد ہوئے اور مصعب بن زبیر کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑتے لڑتے اُس کے لشکر میں گھس گئے۔ فوج نے چاروں طرف سے اُن کو گھیر لیا اور سب مل کر اُن پر حملے کرنے لگے۔ اس جنگ میں جناب مختار کے تمام ساتھی شہید ہو گئے اور آپ تنہا رہ گئے اب اپنے بے پناہ حملے کئے اور دشمنوں کی صفیں الٹ دیں۔ لیکن شدت سے زخمی ہو گئے تھے اور زخموں سے کافی خون بہہ چکا تھا۔ آخر شدید ضُعف طاری ہوا آپ نے دم لینے کے لئے اپنی پشت ایک دیوار سے لگا لی اتنے میں دو ملعون طارق اور طریق آگے بڑھے اور وار کرنے لگے جس سے آپ زمین پر گر پڑے اُن ملعونوں نے سر مبارک جدا کر لیا اس طرح اُس شیر بیشہ ہمت و جوا نوردی کی رُوح جنت الفردوس کو سدھاری۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ..... (بحوالہ کُتب تواریخ و حدیث و سیر وغیرہ)

تاریخ شہادت

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار ۱۵ رمضان المبارک ۶۷۷ھ کو درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔
(بحوالہ ذوب النضار ابن نما و دمعہ ساکبہ و تاریخ الفداء و تاریخ الممۃ وغیرہ)

حضرت مختار کا سر عبداللہ بن زبیر کے پاس

آپ کا سر طارق و طریق نے مصعب کے سامنے پیش کیا اُس نے حکم دیا کہ کوڈ کی جامع مسجد کے در میں لٹکا دیا جائے چنانچہ وہاں کچھ دنوں تک آویزاں رہا پھر اُس کے بعد عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا گیا۔

مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ مصعب نے طارق و طریق کو تین ہزار درہم انعام دیئے پھر سر مختار کو ایک فتحنامہ کے ساتھ عبداللہ بن عبد الرحمن کے ذریعہ عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میں جب مکہ پہنچا صبح کا وقت تھا عبداللہ بن زبیر نماز میں مشغول تھے جب وہ فارغ ہو کر مسجد سے برآمد ہوئے تو میں نے اُن کے ہاتھ میں فتحنامہ دے کر کہا کہ مختار کا سر میرے پاس ہے انہوں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب میں نے کہا میرا مطلب ہے کہ انعام دیجئے۔ ابن زبیر نے کہا انعام میں اسی سر کو لے جا۔ میں تو کچھ انعام نہیں دوں گا۔ یہ سن کر میں نے مسجد ہی میں وہ سر ڈال دیا اور واپس چلا آیا۔ (بحوالہ روضۃ الصفا ص ۸۸ جلد ۳)

شہادت مختار کا ابراہیم پر اثر

بحوالہ علامہ عطاء الدین الواعظ جس وقت جناب ابراہیم نے شہادت جناب مختار کی خبر سنی اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ عمامہ زمین پر پھینک دیا اور اس قدر روئے کہ غش آگیا (بحوالہ روضۃ الصفا ص ۸۸ جلد ۳)

حضرت مختار کے ساتھیوں کا حشر

جناب مختار نے دارالامارہ میں محصور اپنے چھ ہزار ہمراہیوں کو ہر چند مردانہ وار لڑ کر جان دینے پر ابھارا اور یہ بھی بتا دیا کہ مصعب اگر تم کو امان دیدے گا تو اُس پر قائم نہ رہے گا اور تم سب کو ضرور

قتل کر دے گا مگر وہ سب ایسے جینے پر مرنے والے تھے کہ جناب مختار کی ایک نہ سنی اور لڑنے کے لئے نہ آمادہ ہوئے۔ جناب مختار اپنے مین ہمراہیوں کے ساتھ دارالامارہ سے نکل کر بہاؤی کے ساتھ لڑ کر شہید ہو گئے اُس کے بعد مصعب نے اُن لوگوں کو دارالامارہ سے نکالا باوجودیکہ امان دے چکا تھا مگر روسلے کو فہ سامنے آکر کہنے لگے اے مصعب ہمارے اور مختار کے درمیان ”خون“ ہے۔ ہم اُن سے خون بہا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تو نے ان دشمنوں کو چھوڑ دیا تو ہم سے کسی قسم کی امید نہ رکھنا تو ابن زبیر نے اُن چھ ہزار اشخاص کے ہاتھ پیر بندھوا دیئے اور مقام کنا سہ میں لا کر ڈال دیا۔ اُنہی میں سے ایک شخص ”بحیر“ نے کہا اے امیر اس وقت تیرے سامنے خدا کی خوشنودی اور ناراضی دونوں راستے ایسے ہیں۔ اے امیر ہم اہل قبلہ ہیں مسلمان ہیں۔ نماز گزار ہیں اگر تو ہمیں بخش دے گا تو خدا تجھ سے خوش ہوگا۔ اگر قتل کر ڈالے گا تو خدا ناراض ہوگا۔ ہم تیرے قبضہ میں ہیں اور تو ہمیں امان دے چکا ہے تجھ کو لازم ہے کہ اپنے عہد پر قائم رہے۔ لیکن عبدالرحمن بن محمد اشعث نے فوراً بات کاٹ کر کہا کہ اے امیر طلب اُن کو ہم پر قابو حاصل ہوا تھا تو ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہ کی اور بے دریغ ہمارا خون بہایا۔ اے امیر کو فہ کا کوئی ایسا گھر نہیں ہے کہ ان لوگوں نے جس گھر سے کسی نہ کسی کو قتل نہ کیا ہو اے امیر یہ سب خونیں ہیں ان کو معاف کر کے سارے شہر کو اپنا دشمن نہ بنا۔ اگر تو نے ان کو معاف کر دیا تو ہم سب تیرے مخالف ہوں گے اور شہر کا ایک آدمی بھی تیری حمایت میں نہ رہے گا۔ مصعب بن زبیر نے جب دیکھا کہ سارے شہر والے ان کے قتل پر مصر ہیں تو ان کے قتل کا حکم دیدیا اور سب کے سر اڑا دیئے گئے۔

(بحوالہ تاریخ طبری و تاریخ ابوالفدا وغیرہ)

جناب مختار کی بیوی کا قتل

اس کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دیا کہ جو مختار کا طرفدار نظر آئے اُسے قتل کر دو چنانچہ بیشمار اشخاص قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد وہ مختار کے گھر آیا اور اُن سب سے کہا کہ مختار پر برآ کر دو اور اُس سے برأت چاہو اُن سب نے بخوف جان ایسا ہی کیا۔ لیکن اُن کی دو بیویوں نے

کہا کہ ہم ایسے شخص سے کیونکر اظہارِ نفرت کریں جو کہتا تھا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ دن کو روزہ رکھتا تھا رات کو نماز میں کھڑا رہتا تھا اور اُس نے اپنی جانِ محبت محمدؐ و آلِ محمدؐ میں دی۔

مصعب نے اُن دونوں بیویوں کے بارے میں عبداللہ بن زبیر سے استصواب کیا اُس نے مصعب کو لکھا کہ اگر وہ دونوں مختار سے نفرت کا اظہار نہ کریں تو قتل کر دے۔ مصعب نے پھر تو تلواریں کھینچ کر ان دونوں سے کہا مختار پر نفرت کرو ورنہ اسی تلوار سے تمہارے گلے کاٹ دوں گا۔ یہ سن کر ایک بی بی ام ثابت بنت ثمرہ بن جندب انفرادی نے یہ کہہ کر مختار پر لعنت کی کہ اگر تو تلوار کے ڈر سے مجھے کفر کی طرف بلاتا ہے تو میں کفر کرتی ہوں اور کہتی ہوں کہ مختار کا فر تھا۔ لیکن دوسری زوجہ ثمرہ بنت نعمان بن بشیر نے پھر بھی انکار کیا اور کہا جب مجھے شہادت حاصل ہو رہی ہے تو میں کیوں چھوڑ دوں ہرگز نہیں۔ اس موت کے بعد جنت ہے اور رسول کی اور اہل بیت کی خدمت میں حاضری ہے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ میں ابن ہند کی پیروی کروں اور علی بن ابی طالب کو چھوڑ دوں۔ خداوند! تو گواہ رہنا کہ میں تیرے نبی، اُن کے نواسے اور اُن کے اہلیت کی پیروی کرنے والی ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار کے سامنے آگئی اور اُس سنگِ دل نے اُسے قتل کر ڈالا۔ (بحوالہ مزاج الذہب مسعودی، تاریخ خنصری اور نور المشرقیں) صاحب نور المشرقیں اس بی بی کا مفصل حال لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”یہ تھا اُن لوگوں کا اسلام جس پر کفر بھی خندہ زن ہے۔ ایک عورت کو محض اس جرم میں قتل کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کی وفادار ہے۔ خود تو اُن میں کیا وفا کا مادہ ہوتا۔ وفا دار کو وفا کے جرم میں قتل کرتے ہیں اور کہتے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ خدا و رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ دونوں کو بدنام کرتے ہیں“ (نور المشرقیں)

حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کا انجام

جناب مختار کی شہادت کے بعد مصعب بن زبیر نے حضرت ابراہیم بن مالک اشتر سے مصالحت کی

کوشش شروع کر دی اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اُن سے مقابلہ آسان نہیں اُس پر جنگ خازر (مصل) کے موقع پر جو ابن زیاد سے ہوئی تھی اُن کی شجاعت و بہادری کا سکہ بیٹھ چکا تھا جبکہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ ابراہیم کا مقابلہ کیا گیا تھا اور جناب ابراہیم نے اسی ہزار کو واصل جہنم کر دیا تھا۔ مصعب نے ایک خط اُن کو لکھا کہ اگر آپ نے ہم سے صلح کر لی تو آپ کی گورنری اور آپ کے اختیارات بحال رہیں گے۔ (بحوالہ تاریخ طبری) مصعب نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ جلد سے جلد کوذہ تشریف لائیں تو بالمشافہ گفتگو کر کے آپس میں ہم اپنے معاملات طے کر لیں جناب ابراہیم کوذہ تشریف لائے تو مصعب نے اُن کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور ملکی مہمات کی ذمہ داری اُن کے سپرد کر دی۔

(بحوالہ روضۃ الصفا) مختار

جب عبدالملک ابن مروان کو یہ معلوم ہوا کہ جناب ابراہیم اور مصعب میں مصالحت ہو گئی اور وہ بدستور والی موصل میں تو اُس کو بہت تشویش ہوئی اور اُس نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ تم سب کو معلوم ہے کہ ابراہیم نے ابن زیاد جیسے عظیم جرنیل کو مع اُس کی اسی ہزار فوج کے فنا کر دیا اب مجھے خطرہ ہے کہ کسی وقت وہ ہماری سلطنت کو بھی برباد کر دیں گے۔ لہذا اُن کے خطرہ سے بچنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ یہ سن کر بشیر بن مروان نے رائے دی کہ لشکر جمع کر کے حملہ کر دینا چاہیئے۔ مصعب کو بھی عبدالملک کے ارادوں کی خبر پہنچ گئی اُس نے مہلب کو بلا کر مشورہ کیا۔ اُس نے کہا کہ ابھارو اک ذرا دبانے کے بعد میں تیرے پاس آجاتا ہوں۔ پھر مکمل تیاری کر کے حملہ کا بندوبست کریں گے۔ اس کے بعد مصعب نے جناب ابراہیم کو موصل سے بلا کر اُن کے سامنے تمام حالات پیش کئے اور اپنی ساری فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ وہ ایک بہت بڑی فوج لے کر بہت کم "قرسیا" پہنچا اور تین فرسخ کے فاصلہ پر ٹھہرا۔

جناب ابراہیم اور دوسرے سرداروں کو عبدالملک نے خفیہ اپنی طرف آجانے کی دعوت دی اور بہت کچھ اُمیدیں دلائیں۔ دوسرے تمام سرداروں نے مصعب کو اُس کے خط سے آگاہ نہیں کیا سوائے ابراہیم کے کہ انہوں نے مصعب کو عبدالملک کا خط دکھا دیا۔ مصعب نے پوچھا

آپ نے عبد الملک کے اُن عظیم وعدوں کو کیوں نہ مان لیا اور کیوں نہ اُس کے ساتھ مل گئے۔ فرمایا اے مصعب نازک وقت میں ساتھ چھوڑ کر دشمن سے مل جانا یہ امر شرافت کے خلاف ہے اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ بنی امیہ کا ساتھ دوں۔

اس کے بعد رات کے وقت وہ تمام سردار جن کے پاس عبد الملک نے خفیہ خط لکھے تھے مصعب کے لشکر سے فرار ہو کر عبد الملک کے پاس چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے سے مصعب بہت مایوس ہوا اور اُسی مایوسی کے عالم میں صُبح کو میدان قتال میں آیا۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے عبد الملک نے مصعب کے ایک عزیز کے ذریعہ کہلایا کہ اے مصعب ہمارے تہاڑے درمیان قدیم دوستی ہے۔ تم جنگ سے باز آ جاؤ اور عبد اللہ بن زبیر اور ہمارے درمیان اس جنگ کو چھوڑ دو۔ لیکن مصعب نے اُس کی بات نہ مانی اور جنگ شروع ہو گئی۔

عبد الملک کی طرف سے محمد بن مروان اور اُدھر سے جناب ابراہیم میدان میں آئے۔ بہت سخت جنگ ہونے کے بعد عبد الملک نے اپنے بھائی کی مدد کے لئے عبد اللہ بن زبیر کو اور مصعب نے ابراہیم کی مدد کے لئے چند بہادروں کو بھیجا۔ محمد بن مروان عبد الملک کی طرف اور مُسلم بن عمرو الباہلی مصعب کی طرف سے قتل ہو گئے۔ مصعب نے ابراہیم کی مدد کے لئے عتاب بن ورقاء کو بھیجا۔ اس کو دیکھ کر آپ نے افسوس کیا۔ کیونکہ آپ نے مصعب سے کہا تھا کہ اُس کو میری مدد کے لئے نہ بھیجنا۔ آخر جب جنگ میں شدت ہوئی تو ابن ورقاء نے راہ فرار اختیار کی جس کے نتیجے میں حضرت ابراہیم موت سے ہمکنار ہو گئے۔ اُن کے مارے جانے سے مصعب بہت مایوس ہوا بار بار کہتا تھا کہ اُسے ابراہیم کہاں چلے گئے۔ اُس کے بعد اُس نے اپنے لڑکے عیسیٰ سے کہا کہ تو نہایت عجلت کے ساتھ توجا کر عبد اللہ بن زبیر سے حالات بیان کر اور فوج لے کر آ۔ اُس نے کہا کہ جب تک میں حاکم واپس آؤں گا یہاں جنگ ختم ہو جائے گی اور دُنیا کہے گی کہ عیسیٰ نے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا اس لئے عرض ہے کہ آپ مکہ بھیجنے کے بجائے مجھے جنگ کی اجازت دیجئے۔ اُس نے میدان کی اجازت دیدی اور وہ بہت شدت سے جنگ کر کے قتل ہو گیا۔ اور ایک شامی نے اُس کا سر کاٹ لیا۔ مصعب نے بڑھ کر

اُس کو قتل کر ڈالا اس کے بعد مصعب خود بہادری سے لڑا اور عبدالملک کے خیمہ تک پہنچ کر اُس کی طنائیں کاٹ دیں اتنے میں مختار کے چچا زاد بھائی زائدہ بن قدامر نے بڑھ کر ایک تلوار مصعب کو مار لی جس سے وہ زمین پر گر پڑا اور کہا یہ مختار ابی عبیدہ کا بدلا ہے۔ اُس کے بعد عبید اللہ بن زیاد بن عبیدان نے اُس کا سر کاٹ لیا کیونکہ اُس نے اُس کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ دیکھ کر عبدالملک بن مروان نے اُسے ایک ہزار دینار انعام دیا لیکن اُس نے اُسے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ مجھے اپنے بھائی کے خون کا بدلا چاہیئے تھا۔ وہ میں نے لے لیا اب دینار کی ضرورت نہیں۔
(بحوالہ تاریخ طبری)

مؤرخین کا بیان ہے کہ عبدالملک جب داخل دارالامارہ ہوا تو اُس کے سامنے مصعب بن زبیر کا سر پیش کیا گیا۔ یہ دیکھ کر ایک شخص عبدالملک بن عمر نے کہا اے امیر میں اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا عبداللہ بن زیاد تخت پر بیٹھا ہے اور اُس کے سامنے امام حسین کا سر پیش کیا گیا پھر اسی جگہ مختار کے سامنے عبداللہ بن زیاد کا سر پیش کیا گیا۔ پھر اسی مقام پر مصعب کے سامنے مختار کا سر رکھا گیا۔ آج اسی مقام پر مصعب کا سر آپ کے سامنے ہے۔ خدا آئندہ وہ دن دکھائے کہ آپ کا سر کسی کے سامنے ہو۔ یہ سن کر عبدالملک کانپ گیا اور فوراً اُس مقام سے کھڑا ہو گیا اور اُسی وقت حکم دیدیا کہ اس قصر کو منہدم کر دیا جائے۔
(بحوالہ روضۃ الصفا و تاریخ الخلفاء وغیرہ وغیرہ)

جناب ابراہیم کے انجام پر ایک نظر

جناب مختار کے تمام وکمال کارنامے اختتام تک پہنچانے کے بعد ان کی فوج کے جرنیل اور دست راست جناب ابراہیم کے آخری حالات بھی بدیہ ناظرین کو نا ضروری تھے کیونکہ جناب مختار کے کارناموں سے ان کا ایسا ہی تعلق ہے جیسے جسم کا رُوح سے۔ ان کے بغیر جناب مختار کے حالات تشنہ تکمیل رہتے ہیں۔

جناب ابراہیم کے متعلق دو واقعات جو تاریخوں میں پائے جاتے ہیں قابل غور ہیں جن سے جناب ابراہیم کا پاکیزہ دامن عمل داغدار ہو جاتا ہے۔ اور جن سے متاثر ہو کر جناب آغا محمد سلطان مرزا صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ زمانہ حال کے محقق اور مشہور اہل قلم اپنی وقیع اور مایہ ناز تالیف نورالمشریقین من تجلایا الصاغین کے ص ۱۰۹ پر سطر ۹ تا ۱۱ تاریخ طبری جزو سابع ص ۱۲ کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

(جس وقت مختار اور مصعب ابن زبیر میں جنگ ہو رہی تھی، اُس وقت ابراہیم ابن مالک لاشرط طرح دے گیا اور مختار کی مدد کو نہ آیا۔ ابراہیم کے کئی سرداران فوج یہ دیکھ کر کہ وہ مختار کی پرواہ نہیں کرتا ابراہیم سے علیحدہ ہو کر مختار کے پاس آگئے اور اس فوج میں شامل ہو گئے۔ (جس کو احمر بن شمیط کی قیادت میں مختار نے مصعب کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا)

نتیجہ یہ نکلا کہ جناب ابراہیم کو حضرت مختار سے کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ جس قدر مختار کا ساتھ دیا اپنے اقتدار کے لئے دیا تھا۔ یعنی ابتدا میں چونکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ لوگوں نے مختار کو امیر تسلیم کر لیا ہے اب خود ان کی امارت کا تسلیم ہونا ناممکن ہے لہذا مختار سے مل کر استحکام سلطنت کی کوششوں میں مشغول رہے اور جب ان کو موصول اور اس کے اطراف کی حکومت مل گئی تو انہوں نے مختار سے بغاوت کی اور ان کو دشمنوں کے زعم میں چھوڑ دیا۔ جناب آغا صاحب موصوف نے ابراہیم کے متعلق اس روایت پر کوئی تبصرہ بھی نہیں فرمایا حالانکہ جناب مختار کو اغیار کے طعن سے بچانے کی کوشش فرمائی ہے اور ”مختار اور شیعہ تحریک پر تبصرہ“ کے ذیل میں ص ۱۰۹ پر سطر ۴ تا ۵ کتاب مذکور میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

”سب سے پہلے جو بات یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ مختار کی لڑائیاں عبداللہ بن زبیر سے ہوئیں

جس کو سب مؤرخین جن کی کتابیں ہم تک پہنچی ہیں خلیفہ برحق مانتے ہیں خلیفہ برحق کے خلاف جو

بغاوت کرے گا اُس کو یہ لوگ کس رنگ میں ظاہر کریں گے معلوم ہے۔ حضرت معاویہ بھی خلیفہ

برحق کے خلاف لڑے تھے لیکن وہ تو چونکہ حکومت صدر اول کے منتخب شدگان میں سے تھے لہذا

ان کی بغاوت اجتہادی غلطی ہوئی۔ لیکن مختار بیچارہ تو شیعہ تھا اور خون حسین کا بدلہ لے رہا تھا۔

اُس کو اجتہادی غلطی کا فائدہ نہیں مل سکتا تھا۔ لہذا اُس کے لئے ملعون و کذاب کے لقب

مُتَعَب کئے گئے۔ اُس کے حالات و واقعات بھی اسی ذہنیت کے ماتحت لکھے گئے اور اُس کے اقوال و افعال کی تعبیریں بھی اُسی ہی سبب سے کی گئیں۔ اَدَل توشیعہ مؤرخین ہی بہت کم ہوئے ہیں اُن کی تاریخ کو کون قبول کرتا۔ اور اگر اُس میں کچھ حکومت کے مزاج کے خلاف ہوتا تو جان و آبرو دونوں گئی ہوتیں۔ انگریز صورتِ صحیح شیعوں کی تاریخ توسینہ بر سینہ ہی آئی ہے۔ اور جس نے کوئی تاریخ لکھی اُس نے بعینہ سُنّی تواریخ کی روایتوں کو نقل کر دیا شیعہ مصنفین نے بغیر کسی تنقید و جرح کے سُنّیوں کی تواریخ کی روایتوں کو قبول کر لیا۔“

توضویر یہی مؤرخین تو ہیں جنہوں نے جناب ابراہیم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ابراہیم نے مختار کی مدد نہ کی۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ ”ابراہیم کے کئی سردارانِ فوج اُس سے علیحدہ ہو کر مختار کے پاس چلے آئے۔“ تاکہ ابراہیم کی طرف سے یہ عذر بھی پیش نہ کیا جاسکے کہ کوفہ سے موصل کا بہت فاصلہ تھا۔ اتنی طویل مسافت کیونکر طے کر کے ابراہیم عین وقت پر مدد کے لئے پہنچ جاتے؟

جیسے مختار شیعہ تھے ویسے ہی ابراہیم بھی شیعہ تھے۔ اگر مختار کو اجتہادِ دی غلطی کا فائدہ نہیں مل سکتا تھا تو ابراہیم غریب کے لئے دُورئی مسافت کا عذر کیونکر باقی رکھا جاسکتا تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ ہمارے بلند پایہ مؤلف جناب آغا صاحب قبلہ نے بھی بغیر جرح و تنقید کے جناب ابراہیم کے خلاف اس روایت کو مان لیا اور اسی کو بُنِیاد قرار دے کر صفحہ ۱۲ سطر ۸ تا ۸ نورالمشرقیں میں تحریر فرمادیا کہ:-

”ابراہیم بن مالک الاشتر نے نہایت نازک موقع پر مختار کو علیحدہ چھوڑ دیا۔ ایک ہی تحریک میں دو لیڈروں کا ہونا ہمیشہ کمزوری کا باعث ہوتا ہے۔ مختار اور ابراہیم دونوں علیحدہ علیحدہ اپنی ریاست قائم کرنے میں لگے ہوئے تھے۔“

تعجب ہے کہ موصوف نے یہ نتیجہ کیونکر نکالا۔ مختار کی ریاست تو ابتدا ہی سے قائم تھی۔ ابراہیم اُس کے استحکام میں دِل و جان سے کوشاں تھے۔ پھر مختار کی ریاست اور کس طرح قائم بھی جاتی۔ ابراہیم کے کسی طرزِ عمل سے کوئی موقع ایسا ثابت نہیں۔ ابراہیم نے کسی امر میں مختار کی نافرمانی نہیں کی۔ کسی کام کو بگڑنے نہیں دیا بلکہ ہر موقع پر مختار کی دلی خواہش کے مطابق عمل کیا۔ پھر کیونکر مان لیا جائے کہ

ابراہیم بھی اپنی ریاست علیحدہ قائم کرنا چاہتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب مختار سے حضرت ابراہیم بہت دُور یعنی تقریباً ۹۰۰ میل کے فاصلہ پر تھے اور یہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ مختار نے ان کو اپنے جنگ کے حالات سے مطلع کیا یا ان سے مدد طلب کی۔ وہ خدا کے بھروسہ پر مصعب سے جنگ کے لئے کوفہ سے نکل پڑے اور شکست کھا کر دارالامارہ میں محصور ہو گئے مصعب نے تمام راستے بند کر دیئے۔ اب مختار مجبور ہو گئے ابراہیم کو اطلاع دینے کا امکان ہی نہ تھا۔ یہ تمام واقعات اس طرح سلسلہ رونا ہوا ہوئے کہ ابراہیم کو بروقت صحیح اطلاع ہی نہ پہنچ سکی تو طرح دینے اور مدد نہ کرنے کا الزام کیونکر عائد ہو سکتا ہے۔

جناب ابراہیم کے پاس سے دوسرے سرداروں کا ابراہیم سے ناراض ہو کر مختار کی مدد کے لئے آنا ایسی ہی خبر ہے جیسی اور بہت سی بے بنیاد خبریں مؤرخین اہلسنت نے بڑی شد و مد کے ساتھ لکھی ہیں۔ مثلاً حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا میں جناب رسول خدا کا اپنے زمانہ علالت میں نماز پڑھنا یا پیغمبر کا اپنی میراث کو صدقہ قرار دینا وغیرہ جو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہیں۔

کوفہ سے موصل تک کا فاصلہ کتنا ہے صحیح طور پر تو معلوم نہ ہو سکا کیونکہ عرب کا جغرافیہ افسوس ہے کہ دستیاب نہ ہو سکا ہاں صاحب مختار آل محمد نے جناب ابراہیم کی کوفہ سے روانگی اور موصل پہنچنے تک ۲۰ منزلیں لکھی ہیں جن کی تفصیل اپنے مقام پر درج کی جا چکی ہے۔ مختصراً یہ کہ جناب ابراہیم کوفہ سے رطنہ ہو کر دیہیم پہنچے دیہیم سے دوسری منزل مدائن اور وہاں سے بحوالہ اخذ الآثار ابو مخنف اور قرۃ العین امام احمدؒ کو دن کی مسلسل جدوجہد کے بعد دسویں روز بمقام انبار وارد ہوئے۔ کوفہ سے دیہیم تک ایک روز اور وہاں سے مدائن تک ایک ہی روز کی مسافت مان لی جائے۔ پھر وہاں سے جدوجہد کے ساتھ یعنی تیزی رفتار کے ساتھ نو روز چل کر دسویں روز انبار پہنچے۔ اگر ایک دن میں اوسطاً گم سے کم ۲۵ میل کی مسافت طے کی تو گیارہ روز میں ۲۷۵ میل کا فاصلہ طے کیا۔ پھر انبار سے تکریت تک ۱۳ منزلیں طے کیں۔ ہر منزل کو ایک ہی روز میں طے کرنا تسلیم کر لیا جائے تو یہ ۱۳ روز ہوئے۔ بحساب ۲۵ میل یومیہ ۳۲۵ میل کی مسافت ہوئی۔ یہاں تک کوفہ سے

۹۰۰ میل ماننا پڑے گا۔ پھر تکریت سے کھیل تک ۷۰ فرسخ ایک فرسخ بحساب انگریزی ۳/۴ میل (تختہ العوام ص ۲۵) دستخطی علمائے کرام مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ) یہ ۲۴۵ میل ہوئے۔ پھر کھیل سے بالیط واصل دو منزلیں ۵۰ میل یہ بھی مان لیجئے۔ یعنی تکریت سے موصل تک ۲۹۵ میل اور کوفہ سے تکریت تک ۹۰۰ میل چلکھ ۸۹ میل کی مسافت کم سے کم فرض کی گئی۔ ممکن ہے اور زیادہ ہو۔

بہر حال موصل سے کوفہ تک اس ۹۰۰ میل کی مسافت طے کر کے عین وقت پر پہنچنا محال تھا لہذا اگر جناب ابراہیم کو عین وقت پر مختار کی نازک اور خطرناک حالت کی صحیح خبر پہنچی بھی ہو تو وہ کیونکر پہنچ کر مدد کر سکتے تھے۔ اس لئے جناب ابراہیم پر یہ الزام ظلم ہوگا کہ وہ طرح دے گئے اور مختار کی مدد کو نہ آئے۔ جناب ابراہیم سنی سنائی خبر پر بیچین ہو گئے اور لشکر لے کر مختار کی مدد کے لئے روانہ ہوئے لیکن اُس وقت پہنچے جب جناب مختار شہید ہو گئے تھے۔ جیسا کہ ہم اسی کتاب میں ص ۱۹ پر مختار آل محمد کے حوالے سے جس میں دعوہ ساکبہ ص ۱۵ کا حوالہ ہے درج کر آئے ہیں۔

پھر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب وہ کوفہ تک صعوبات سفر برداشت کر کے پہنچ گئے تھے تو مصعب سے کیوں جنگ نہ کی اور جناب مختار کا انتقام کیوں نہ لیا۔ تو غور طلب یہ ہے کہ اس جنگ سے فائدہ کیا ہوتا۔ مختار تو شہید ہو چکے تھے۔ آنے کا اصل مقصد فوت ہو چکا تھا۔ اب بلا مقصد جنگ ہوتی اور نالختی بندگان خدا کی جانیں تلف ہوتیں۔ علاوہ ازیں ممکن ہے مصعب نے اُسی وقت صلح کا پیغام دیا ہو اور جناب ابراہیم نے اُس مصلحت کے پیش نظر منظور کر لیا ہو جس کا ذکر جناب ابراہیم پر ”دوسرے الزام کی تردید“ میں ہم ذیل میں کرتے ہیں :-

دوسرا سخت الزام ہے مصعب سے صلح کر کے اُس کی حمایت میں عبدالملک سے جنگ کرنا۔ جو تاریخوں سے ثابت ہے اور جس کی بناء پر صاحب نورالمشرقیں نے ابراہیم کی طرف سے اپنی کبیدگی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے :-

(۱) قتل مختار کے بعد ابراہیم ابن مالک الاشتر مصعب سے مل گیا۔ (نورالمشرقیں ص ۱۳۱ سطر ۹)

(۲) ابراہیم ابن مالک الاشتر جو اپنے آقا کے دشمنوں کی خدمت کر رہے تھے (نورالمشرقیں ص ۱۳۱ سطر ۱۲)

(۳) ابراہیم ابن مالک الاشتر اپنے باپ کے آقا کے دشمنوں یعنی مصعب ابن زبیر کی فوج میں اُن کی حمایت میں لڑ رہے تھے۔ لڑائی بڑی سخت ہوئی۔ ابراہیم ابن مالک الاشتر لڑتے لڑتے مارے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ سَرَّاجِعُوْنَ۔ دُنیا تو بلی نہیں عاقبت کی خبر خدا جانے۔
(نور المشرقیں ص ۱۲۲ سطر ۱۹ تا ۲۲)

جناب مختار کی شہادت کے بعد جناب ابراہیم کے سامنے تین صورتیں تھیں :-
(۱) عبد الملک سے بل جاتے۔

(۲) یا مصعب ابن زبیر سے بل جاتے۔

(۳) یا علیحدہ رہ کر دونوں سے مقابلہ کرتے۔

موقع وہ ہے کہ اس وقت جناب ابراہیم کو ہر طرف سے موت کا سامنا ہے۔ اگرچہ راہِ خدا میں اُن کو اپنی جان کی پروا کبھی نہیں ہوئی۔ ہمیشہ وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر تنہا لاکھوں سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ موت سے نہ کبھی وہ خائف ہوئے اور نہ اس وقت اُن کو موت کا دھڑکا تھا۔ لیکن اُن کی دینداری۔ خدا پرستی اور جوشِ ایمانی کے پیشِ نظر وثوق کے ساتھ یہ کہنے میں ذرا بھی ہلچک محسوس نہیں ہوتی کہ شیرِ خدا کے اس شیر کی دلی خواہش اور تمنا ضرور رہی ہوگی کہ مرنا تو ہے ہی لہذا جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ دشمنانِ خدا و رسول و مخالفانِ علی و اولادِ علی کو مار کر مرنا چاہیئے اور یہ اُسی صورت میں ممکن تھا کہ دونوں (مصعب اور عبد الملک کی) بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک کو اپنا لیا جائے۔ تاکہ سہارا دینے والی کوئی طاقت پشت پر ہو اور یہ دلی آرزو زیادہ سے زیادہ پوری ہو سکے جو یقیناً خوشنودِ خدا و رسول کا باعث تھی۔

عبد الملک سے صلح نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ بنی اُمیہ میں سے تھا۔ مروان طرید رسول ایسے مفسد کا بیٹا تھا اُس کے قول و فعل کا قطعی اعتبار نہیں ہو سکتا تھا۔ بنی اُمیہ وہ لوگ تھے جن کی مرثیت میں مکہ و فریب کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا علاوہ ازیں بنی ہاشم اور اُن کے ہوا خواہوں کی عداوت اُن کی گھٹئی میں پڑی تھی۔ اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے معاویہ بن ابی سفیان۔ جنہوں نے

علیؑ و اولاد علیؑ اور ان کے ماننے والوں پر برسرِ منبر خطبوں میں بتقول لعن طعن کرایا اور یہ سلسلہ ابھی جاری تھا جس کو جناب ابراہیم برداشت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کے رگ وریشہ میں محبت علیؑ و آل علیؑ رچی بسی تھی۔ مصعب بن زبیر کے یہاں یہ رسم قبح نہ تھی۔ جناب ابراہیم کو یہ بھی احتمال ہو سکتا تھا کہ عبد الملک ان کو دھوکے سے قتل کرا دے گا یا نہر دلدادے گا۔ جو بنی اُمیہ کا خاص شعار تھا۔ اس طرح ان کی زندگی مفت ضائع جائے گی۔ اور جو انہوں نے کچھ روز اور زندہ رہ کر دشمنانِ اہلبیت کو قتل کیا نہ کر سکتے۔

مصعب و عبد اللہ پسرانِ زبیر بھی اگرچہ آل رسولؐ کی عداوت میں بنی اُمیہ سے کم نہ تھے لیکن موقع وہ تھا کہ مصعب کا عبد الملک ایسے سخت و قوی دشمن سے مقابلہ تھا جس کے پاس بشمار فوج تھی بہادر سپاہی تھے مصعب کی فوجی طاقت اس کے مقابلہ میں کمزور تھی۔ اس کو ایک بہادر جرنیل اور شجاع سپہ سالار کی ضرورت تھی جس کی دھاک دلوں پر بیٹھی ہو جس کی ہیبت سے بڑے بڑے مرد میدان کے ہلکے کانپ جاتے ہوں اس کی نگاہ میں ایسا شجاع و جوانمرد جزا دلیر جناب ابراہیم کے سوا کوئی نہ تھا۔ اس لئے اس نے اپنا وقتی کام نکالنے کے لئے ابراہیم کو اپنانے کی کوشش کی اور انہوں نے اپنے اس مفاد کے پیش نظر اس کی دعوت قبول کر لی کہ جان تو کسی صورت سے بچ نہیں سکتی لہذا کسی ایک طاقت کی حمایت حاصل کر کے زیادہ سے زیادہ دشمنانِ اہلبیت کو فی النار کرنے کا موقع کیوں نہ فراہم کر لیا جائے۔ مصعب بن زبیر کی طرف سے وہ دھوکے دھڑی سے قتل ہونے کا خطرہ بھی نہ تھا جو عبد الملک کی طرف سے تھا۔ اس کے یہاں منبروں پر اولاد رسولؐ پر لعنت کی منافقانہ رسم بھی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے مصعب بن زبیر سے مصالحت کر لی۔ علیحدہ رہنے میں ان کو دونوں سے مقابلہ کرنا پڑتا اور جناب مختار کی شہادت کے بعد اب کہیں سے ملک کی اُمید بھی نہ تھی اس صورت میں جلد سے جلد ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا اور زیادہ سے زیادہ دشمنانِ آل رسولؐ کو قتل کرنے اور دارالہوار پہنچانے کی ان کی آرزو پوری نہ ہو سکتی لہذا ان سے کسی طرح سوء ظن رکھنا ان کی دینداری اور جو شش

ایمانی کے پیش نظر میری دانست میں گناہ ہے۔ کیونکہ وہ ایسے خالص الایمان اور شیعہ آل رسولؐ تھے کہ انہوں نے مختار علیہ الرحمہ کا ساتھ اُس وقت نہ دیا اور ان کی تحریک میں اُس وقت تک شریک نہ ہوئے جب تک ان کو یقین نہ ہو گیا کہ جناب امام زین العابدینؑ کی ایما سے جناب مختارؑ طلبِ قصاص خونِ شہداء کے کربلا میں کوشاں ہیں۔ خواہ مختارؑ کی طرف سے اس یقین دہانی میں کچھ مبالغہ ہی سے کام لیا گیا ہو۔ محقر یہ کہ جناب ابراہیمؑ کی وہ ہستی تھی جس سے جناب مختارؑ کی تحریک میں جان پڑ گئی اور وہ انتقام خونِ مظلومان کے بلالینے میں کامیاب ہو گئے لہذا ایسے بزرگ اور محبتِ اہلبیت سے سوؤ ظن رکھ کر اُس کے تمام کارناموں پر خاک ڈالنا کسی طرح محمدؐ و آلِ محمدؐ کی خوشنودی کا باعث نہیں ہو سکتا۔

امیدوار دُعائے آمرزش

۱۶ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ روزِ شنبہ

سید بشارت حسین کامل مرزا پوری

مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۸ء بوقتِ سپہر

تاریخِ اعظم کو فی (خلاصہ)

کتاب ”تاریخِ اعظم کو فی“ اگرچہ قدیم تواریخ میں سے ہے، جو وفاتِ آنحضرتؐ سے لیکر واقعہ کربلا تک کے واقعات کے لئے قابلِ قدر اور مستند مآخذ کے طور پر آج تک شہرہ آفاق چلی آ رہی ہے۔ مگر چونکہ یہ کتاب اس قدر ضخیم ہے کہ اس وقت کا عظیم الفرصت انسان اسے پڑھنے سے گھبراتا اور گریز کرتا ہے۔ اس لئے اس بات کو مدِ نظر رکھ کر جناب سید محمد حسن عسکری صاحبِ زیدیؒ تا دمِ اِیرانی نے بڑی کد و کاوش کے ساتھ نہایت عمدہ پیرایہ میں اس کتاب کی ”تلخیص“ کر کے ایک بیش بہا معلومات اور اسے علمی افکار کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔ جو طالبانِ دین کے لئے بلا تفریقِ مذہب و ملت سود مند اور طالبِ حق کے لئے ضروری ہے۔

جم ۲۴۸ صفحات - آفسٹ طباعت رنگین سردرق - ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ - مغل حویلی - اندرونِ موچی دروازہ - لاہور